تاج المآثر

تالیف

تاج الدین حسن نظامی

ترجمہ

پروفیسر سید احسن الظفر

تاج المآثر

تالیف

تاج الدین حسن نظامی

ترجمہ

پروفیسر سید احسن الظفر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون ایف سی، 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولا، نئی دہلی۔110025

©قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت : 2016
تعداد : 550
قیمت : -/145 روپے
سلسلۂ مطبوعات : 1928

Tajul Maasir

By. Tajuddin Hasan Nizami

Translation By: Prof. Syed Ahsanul Zafar

ISBN :978-93-5160-169-2

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی 110025 فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099
شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک۔8، آر۔کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066 فون نمبر: 26109746
فیکس: 26108159 ای۔میل: ncpulsaleunit@gmail.com
ای۔میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in
طابع: بھارت گرافکس، C-83، اوکھلا انڈسٹریل ایریا، فیز۔1، نئی دہلی 110020
اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے ان اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جا سکتے تھے۔حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تطہیر سے رہا ہے۔مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدا رسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔تاریخ اور فلسفہ، سیاست اور اقتصاد، سماج اور سائنس وغیرہ علم کے ایسے ہی شعبے ہیں۔علوم داخلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔اسی لیے انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر چھپائی کا فن ایجاد ہوا تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقۂ اثر میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہیں اور اسی نسبت سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ۔قومی کونسل

برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابیں طبع کرنا اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اردو پورے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی زبان ہے بلکہ اس کے سمجھنے، بولنے اور پڑھنے والے اب ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ کونسل کی کوشش ہے کہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول اس ہر دلعزیز زبان میں اچھی نصابی اور غیر نصابی کتابیں تیار کرائی جائیں اور انھیں بہتر سے بہتر انداز میں شائع کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کونسل نے مختلف النوع موضوعات پر طبع زاد کتابوں کے ساتھ ساتھ تنقیدیں اور دوسری زبانوں کی معیاری کتابوں کے تراجم کی اشاعت پر بھی پوری توجہ صرف کی ہے۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم و فنون کی جو کتابیں شائع کی ہیں، اردو قارئین نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو امید ہے کہ ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔

پروفیسر سید علی کریم
(ارتضیٰ کریم)
ڈائریکٹر

فہرست

1. مقدمہ	vii
2. تعارف	ix
3. آغاز متن	1
4. مرتب کے حالات	11
5. فتح اجمیر	43
6. فتح دہلی	56
7. صفت قلعہ	57
8. صوبہ کہرام اور سامانہ کا تذکرہ	59
9. جنگ میں چتون کی شکست اور اس کے مارے جانے کا ذکر	69
10. میرٹھ اور دہلی کی فتح	81
11. اجمیر کے راجہ کے بھائی ہراج کی بغاوت کا بیان	85
12. غزنہ کی طرف مبارک روانگی	91
13. گھوڑے کی صفت	93
14. صفت تنورہ	97
15. صفت طیور	113
16. قلعہ کول اور خطہ بنارس کی طرف مبارک روانگی	117
17. نہر کی تعریف	119
18. قلعہ کول کی آزادی	120

19. بنارس کی لڑائی 125
20. صفت نیزہ 135
21. کول کی طرف مبارک روانگی اور اس علاقے کی صوبہ داری ملک حسام الدین غلبک کے حوالے کرنا 145
22. فتح اجمیر کا دوسری بار تذکرہ 153
23. قلعہ تھنکر کی فتح 163
24. صوبہ تھنکر بہاءالدین طغرل کے حوالے کرنے کا ذکر 169
25. فتح کالیور 171
26. نہروالا کی جنگ اور وہاں کے راجا کی شکست کا ذکر 179
27. قلعہ کالنجر کی فتح کا ذکر 193
28. قلعہ کالنجر کو ہزبرالدین حسن ارنب کے حوالے کرنا 207
29. خداوند سلطان السلاطین محمد بن سام کی خوارزم غزا اور کور سے واپسی کا ذکر 211
30. سلطان السلاطین معزالدنیاوالدین محمد بن سام کی شہادت کا ذکر 231
31. اطراف کے امرا کا سلک خدمت میں اکٹھا ہونے اور سندھ وہند کی ریاستوں کے زیرنگوں ہونے کا تذکرہ 235
32. سلطان سعید قطب الدین والدنیا ایبک کی وفات کا ذکر 239
33. خداوند عالم سلطان السلاطین شمس الدنیاوالدین کے سریر سلطنت پر جلوس کا ذکر 243
34. ترکوں کی جنگ 247
35. فتح جالیور 257
36. غزنین کی فوج کی شکست اور ملک تاج الدین کی گرفتاری 267
37. ناصرالدین کی جنگ وشکست اور فتح لاہور کا ذکر 279
38. صوبہ لاہور کو نواب خداوند وخداوندزادہ جہاں ناصرالحق والدین محمود کے حوالے کرنے کا ذکر 289

مقدمہ

تاج المآثر مصنفہ تاج الدین حسن نظامی کے اردو ترجمے کا ایک پروجیکٹ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی کی طرف سے خاکسار کے حوالے ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوا کہ اس کتاب کو اردو کا روپ دینا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ مصنف نے ایک مضمون کو، جو صرف ایک یا چند جملوں میں ادا ہو سکتا تھا، مترادف اور متشابہ جملوں کی مدد سے اسے کئی صفحوں میں پھیلا دیا ہے اور ہر جملے میں تشبیہات واستعارات، نامانوس اور غیر مستعمل الفاظ وتراکیب کی بھرمار ہے جن کے مبالغہ آمیز استعمال کی وجہ سے اصل مطلب کا سرا ہاتھ سے چھوٹتا نظر آتا ہے۔ ان امور کی تفصیلات پروفیسر امیر حسن عابدی صاحب مرحوم کے مقدمے میں موجود ہے۔ خاکسار نے اس مقدمہ کے مخصوص اور ضروری حصے کا ترجمہ کر دیا ہے۔

میرے سامنے تاج المآثر کا یہی نسخہ ہے جسے پروفیسر امیر حسن عابدی مرحوم نے مرتب کیا اور خانہ فرہنگ ایران نئی دہلی نے شائع کیا ہے۔ اس لیے میں نے ترجمہ اسی نسخہ سے کیا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت اندازہ ہوا کہ بہت سے الفاظ کو کمپوزنگ کرنے والے نے غلط طریقے سے لکھا یا کی بورڈ پر پوری قدرت نہ ہونے کی وجہ سے املا میں غلطی ہوئی ہے۔

ترجمہ کے سلسلے میں پروفیسر عابدی حسین مرحوم کا طریقہ اپنایا ہے۔ پہلے لفظی ترجمہ کیا پھر فعل فاعل مفعول وغیرہ کی ترتیب درست کی، اس کے بعد اس کی نوک پلک درست کر کے کمپیوٹر سے کمپوز کرایا۔ پھر پروف ریڈنگ میں بھی تصحیح کا کام انجام پایا۔ اس کے بعد اس کی اصل کاپی نکالی جواب قارئین کے سامنے ہے۔

سید احسن الظفر

تعارف

تاج المآثر فارسی میں لکھی گئی ہندوستان کی پہلی تاریخی کتاب ہے۔ اسے تاج الدین محمد حسن نظامی نیشاپوری نے ہندوستان میں مسلمانوں کے دورِ حکومت کے پہلے حکمراں قطب الدین ایبک کے حسب فرمائش رشتۂ تحریر میں لایا۔ ہندوستان میں اس سلطنت کا دور 602 ہجری سے شروع ہو کر 932 ہجری تک جاری رہا جب ظہیر الدین بابر کے ذریعہ ہندوستان میں تیموری سلسلے کو اقتدار حاصل ہوا۔ یہ دور بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

فارسی زبان و ادب کا رواج اگرچہ 416 ہجری میں غزنیوں کی ہندوستان میں آمد سے شروع ہوتا ہے اور فردوسی، فرخی، منوچہری، بوعلی سینا، بیہقی، بیرونی اور معین الدین چشتیؒ جیسی عظیم ہستیوں کی فکری تراوش سے اس کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ لیکن دورِ سلطنت میں جو ہندوستان کے مسلمانوں کی سرکاری حکومت کے دور کے عنوان سے مشہور ہے اس سرزمین کے مفکروں نے تین سو تیس سال کی مدت میں غلام سلاطین، خلجیوں، تغلقوں، سیدوں اور لودھیوں کے باقی ماندہ میراث اور ذخیرے سے استفادہ کر کے فارسی زبان و ادب کو مزید رونق بخشی۔

فارسی میں تاریخ نویسی کا سلسلہ ہندوستان میں سلاطین دہلی کی حکومت کے دور سے شروع ہوا۔ چنانچہ طبقات ناصری، تاج المآثر، خزائن الفتوح، تاریخ فیروز شاہی، فتوح

السلاطین، تاریخ مبارک شاہی، فتوحات فیروز شاہی وغیرہ اہم تاریخی کتابیں اسی دور میں لکھی گئیں۔ان میں خزائن الفتوح نہایت مقفع اور مسجع عبارت میں لکھی گئی ہے۔

تاج المآثر درحقیقت ہندوستان کے قرون وسطٰی کے ابتدائی دور کا ایک بہترین تاریخی ماخذ ہے،جس میں سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان التمش کے دور کے تاریخی واقعات درج ہیں۔

تاج الدین حسن بن نظامی مؤلف کتاب تاج المآثر نیشاپور میں پیدا ہوا جب سن رشد کو پہنچا تو اپنے وطن کی داخلی جنگوں اور بدامنی کی وجہ سے وطن کو خیر باد کہہ کر غزنی (افغانستان آیا) وہاں سے دہلی آیا، جو اس دور میں قلمرو بذل وسخاوت وقبلہ رفاہ وثروت تھی۔اسی شہر میں اس نے اپنے مربی اور ولی نعمت سلطان قطب الدین ایبک کے کارناموں کو بیان کرنے کی غرض سے 602ھ مطابق 1205 میں اسے لکھنا شروع کیا۔دلچسپ امر یہ ہے کہ اس زمانے کے واقعات روداد اور حقائق کو بیان کرنے کے مروجہ اسلوب سے اس نے انحراف کیا اور تمام مضامین کو انتہائی منصفانہ انداز میں اس طرح بیان کیا جس طرح وہ پیش آتے رہے ہیں۔مصنف نے ان شکستوں کو بھی جو کبھی کبھی اسلامی لشکر کو نصیب ہوئی ہے، نہیں چھپایا۔اسی طرح بعض راجپوت راجاؤں کے بہادرانہ مقابلے کو قارئین کی نظر سے اوجھل نہیں کیا۔

اپنے ولی نعمت کے امتیازی صفات کے بارے میں حسن نظامی لکھتا ہے کہ سلطان کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ وہ سدا رعایا کی خوشحالی کی فکر میں غرق رہا کرتا تھا۔ملک کے سماجی حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس زمانے میں فوجی قوت کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی جس سے غرض صرف کشور کشائی اور جہاں گیری نہ تھی بلکہ ملک میں امن وامان بحال کرنا اور نظم ونسق کی صورت حال کو بہتر بنانا بھی تھا۔چنانچہ لکھتا ہے کہ سلطان موصوف نے پورے ملک میں امن وامان قائم کیا، شاہراہوں کو مسافروں کے لیے محفوظ و مامون بنایا۔اسے یہ بھی احساس تھا کہ عوام کی حاجت برآری جہاں تک ہو سکے جلد کرنی چاہیے اور رعایا کے حقوق میں عدل وانصاف کے مسئلے کو تیزی سے حل کرنا چاہیے۔سپاہیوں کے حق میں کشادہ دلی اور فراخ دستی بھی اس کی عظیم ترین قابل تعریف خصوصیت ہے۔

مؤلف تاریخ فرشتہ، تاج المآثر کو اس دور کے واقعات کی تحقیق کا ایک اہم ماخذ

قرار دیتا ہے۔ اشتیاق قریشی لکھتے ہیں:

''سلاطین دہلی کی اولین حکومت کے دور کے واقعات کے لیے تاج المآثر تالیف حسن نظامی اولین ماخذ ہے۔ مصنف کا اسلوب نہایت مشکل اور تکلف سے بھرا ہوا ہے لیکن صحیح واقعات بیان کیے ہیں اور کبھی کبھی انتظامی مسائل کو بھی قلم بند کیا ہے۔''

خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''تاریخ نگاری میں حسن نظامی کا اسلوب تاریخی سے زیادہ ادبی ہے۔ عبارت پردازی کے پردے میں کبھی کبھی تاریخی واقعات بھی نظر آتے ہیں۔''

پروفیسر حسن عسکری لکھتے ہیں:

''حسن نظامی نے تاریخ نگاری میں تحریف سے کام نہیں لیا۔ اس نے واقعات کو اس طرح معکوس کر کے پیش نہیں کیا کہ ہار، جیت معلوم ہو۔ وہ ایسے مضامین لکھنے سے گریز کرتا ہے جو درد سر کا موجب ہو۔ جو کچھ کہتا ہے اگرچہ اس نے دراز گوئی اور لفاظی سے کام لیا ہے لیکن وہ درست اور مستند ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض ایسے حقائق سے اس نے پردہ اٹھایا ہے جسے منہاج سراج نے بیان نہیں کیا ہے۔ خصوصیت سے ادبی اور انتظامی امور کی طرف اس کا اشارہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بعض واقعات کے بیان میں حسن نظامی کا بیان منہاج سراج کے بیان سے درست تر نظر آتا ہے۔

زمانی اہمیت کے پیش نظر جس کا اس کتاب میں ذکر ہے، اس کے مضامین ہندوستان میں ترکوں کی حکومت کی تاسیس کے سلسلے میں اولین ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کو بہت قابل قدر اور اہم سمجھنا چاہیے۔ حسن نظامی نے بہت سے ایسے واقعات بیان کیے ہیں اور ایسی معلومات فراہم کی ہیں جن کو منہاج نے نظر انداز کر دیا یا سطحی طور پر بیان کیا ہے۔

ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی تاریخ سے واقف مورخین حضرات نے اس

دور کے حالات بیان کرنے میں عموماً فارسی کے اصلی ماخذ سے اجتناب
کیا ہے۔ زیادہ تر انگریزی ترجموں اور تلخیص پر اعتماد کیا ہے۔ علاوہ
ازیں وہ ان فارسی متون کی نسبت جن کا ابھی تک ترجمہ نہیں ہوا ہے، کچھ
لاپرواہ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ چند ہی مورخین اور محققین نے تاج المآثر
کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ زیادہ تر مورخین اس سلسلے میں معاصر مورخین کے
بیان پر تکیہ کیا ہے۔''

پروفیسر عسکری نے تاج المآثر کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ انھوں نے ان تاریخی حقائق اور اسامی وقوانین اور قواعد کا پتہ لگایا جن کو منہاج سراج نے بیان نہیں کیا۔

مصنف تاج المآثر نے ہندوستان میں قرون وسطیٰ کے اولین دور کی تمدنی، تہذیبی اور سماجی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ جو قاعدے قانون اور اصول وضوابط قطب الدین ایبک اور التمش نے وضع کیے تھے البوت اور داوسن نے انھیں نظر انداز کیا تھا، عسکری مرحوم نے ان کو پوری تاکید کے ساتھ پیش کیا ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے موسیقی کی اصطلاحات اور حربی آلات کے نام، قیمتی پتھروں، لباسوں اور عطریات کو بھی بیان کیا ہے۔ مورخین تاج المآثر کو تاریخ کے مطالعہ کے لیے ایک اصلی متن کے طور پر نا کافی سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف ادیب حضرات نثر فارسی کے نمونے کے طور پر اسے معمولی اور غیر اہم سمجھتے ہیں لیکن ملک الشعرا بہار نے جو ایک ممتاز شاعر اور ادیب ہیں مولف تاج المآثر کی فارسی اور عربی کے انتہائی عمدہ اشعار کے انتخاب کی وجہ سے تعریف کی ہے۔

بہار کے خیال میں تاریخ تاج المآثر بغیر کسی تبدیلی کے کلیلہ ودمنہ کے اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب میں نثر منظوم (مسجع) کثرت سے نظر آتی ہے۔ پوری کتاب متشابہ تعبیروں اور مترادف جملوں اور لمبی گفتگو سے پُر ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مولف نے ایسی عبارتیں لکھی ہیں جو ان کے پیش نظر اشعار سے مناسبت رکھتی ہیں۔ لیکن یہ بات حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ اسی طرح ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ تاج المآثر میں فارسی کے فصیح لغات والفاظ کی کمی نہیں ہے۔ لیکن الفاظ کی ترکیب، جملوں کی بندش اور مضامین کے لحاظ سے قطعی طور پر ضعیف اور غیر

اہم ہے۔اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ اس کتاب سے تاریخی مضامین کا سراغ لگانا مشکل ہے۔ ان سب خامیوں کے باوجود، عربی فارسی کے عمدہ اور نفیس اشعار پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وہ تاج المآثر کو ایک بے نظیر کتاب کہتے ہیں۔ان کے خیال میں اس میں نقل کیے گئے فارسی وعربی کے زیادہ تر اشعار اعلیٰ درجے کے شاعروں کے ہیں۔خصوصیت سے چھٹی صدی ہجری سے پہلے کے شاعروں عبقری، مسعود سعد سلمان، عنصری، منوچہری، خاقانی، فخر گرگانی ہیں۔ لیکن انھوں نے ان اشعار کے خالق کے نام کی تصریح نہیں کی۔

ان تمام خامیوں کے باوجود جو تاج المآثر کے بارے میں ہے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا جائے کیونکہ مولف بانی حکومت سلاطین دہلی قطب الدین ایبک کا معاصر اور اس کے مقربین میں ہے۔کوئی دوسرا ادیب یا مورخ سلطان سے اتنی قربت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔علاوہ ازیں مولف کو اپنے عہد کے واقعات کا براہ راست علم تھا، اس وجہ سے وہ مزید اہمیت کا حامل ہے۔

مولف تاج المآثر کو علم نجوم میں کمال حاصل تھا۔انواع واقسام کے رنگوں، زیورات اور آلات خصوصیت سے مختلف علاقوں، وہاں کے لباس و پوشاک، پھلوں اور پھولوں، گھوڑوں، بیماریوں، دواؤں اور شطرنج وغیرہ سے بھی وہ پوری طرح واقف ہے۔علاوہ ازیں عربی فارسی شاعری سے بھی آشنا ہے اور تقریباً تمام قدیم ومعاصر شاعروں کے کلام کا مطالعہ کیا ہے۔خود بھی شعر کہتا تھا لیکن اپنی شعر گوئی کا دعویٰ نہیں کیا۔اس کتاب میں درج متعدد اشعار سے بظاہر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض اشعار اسی کے کہے ہوئے ہیں۔

تاج المآثر کے مطالعہ سے قرون وسطیٰ کی بہت سی ایسی تاریخی شخصیتوں کا پتہ بھی چلتا ہے جو فراموشی کی نذر ہو گئی ہیں۔ڈاکٹر ضیاء الدین دیسائی نے سلطان مملوک شمس الدین التمش کے سپہ سالار عزالدین بختیار خلجی غوری کی قبر پر پائے گئے ایک قدیم ترین کتبہ کا پتہ چلایا ہے اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> ''طبقات ناصری نے اس آدمی کا صرف نام لکھا ہے جبکہ حسن نظامی نے دوسری تفصیلات بھی فراہم کی ہیں۔موصوف نے اسے دوسرے ہاکموں جیسے

ناصر الدین، مردان شاہ، ہزبر الدین احمد، افتخار الدین محمد کے ساتھ ذکر کیا ہے
جس نے اس سرجاندار تاتار کی سرکوبی کی، جس نے التمش کے خلاف علم
بغاوت بلند کیا تھا۔ اسی طرح حسن نظامی نے جنگ جالر (یا جالیور) میں ان کو
رکن الدین حمزہ، نصیر الدین مردان شاہ، نصیر الدین علی اور بدر الدین سبکتگین
کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جو 616ھ مطابق 1219 سے پہلے التمش کی تخت نشینی
کے بعد واقع ہوئی تھی۔"

مولف تاج المآثر نے اپنی کتاب میں اس معنی میں صنعت التزام کی رعایت رکھی ہے کہ جب میدان جنگ کی منظر کشی کرتے ہیں تو ان تمام جنگی ہتھیاروں اور اصطلاحوں کا ذکر بھی کرتے ہیں جو اس وقت جنگ میں استعمال ہوتی تھیں۔ جیسے کوس، جلاجل، کرنا، گوپال، گرز، تیغ، شمشیر، سیف، خنجر، چرخ، ژوبین، ناوک، خدنگ، دابوس، تیر، خشک، سنان، نیزہ، کمان، کمند، سپر، پرتاب، تبرزن، سرب، قردرہ، علم، اختر، دیدر، سراپردہ، میمنہ، میسرہ، قلب، طلایہ، سرقہ، زرہ، جوشن، خود، مغفر، پیکان، خدنگ چہارپر، بیلک، شبہ، ناخون شیر، دشنہ، کٹار ہندی، شل ہندی، منجنیق، نیزہ دیلمی، مغفر چینی، جوشن ختائی، کمان کیانی۔

اسی طرح رقص وسرود کی محفل کی منظر کشی کرتے وقت موسیقی کے تمام آلات اور اصطلاحات کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسے ارغنون، طنبور، طبل، دہل، چنگ، چغن، طاس، رباب، درپت، دف، نے، رود، جلاجل، ضرب، مزاسیر، طمانچہ، اوتاد، قانون، چرم کمان، سرود، زیر و بم، مضراب، زخمہ زمزمہ، موسیقار، خنیاگر، مطرب۔

لباس و پوشاک کا ذکر کرتے وقت اپنے عہد کے تمام مروج وغیر مروج اقسام لباس کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسے دیبائے ہفت رنگ، بساط ابریشمی، بساط زبرجدی، جامہ عنابی، لباس پرنیاں، جامہ زربفت، جامہ سنجاب، لباس بہامان، نقاب و برقعہ، فرش قاقم، مسند، تکیہ، جامہ بغدادی، زربفت رومی۔

قیمتی پتھروں اور ہیرے جواہرات، برتنوں اور عطریات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے یاقوت رومانی، لعل بدخشانی، عقیق یمانی، آئینہ چینی، قلادہ، گوشوارہ، خلخال زریں، سیور، کوزہ لولہ دار، آبگینہ شامی، جام بغدادی۔

مختلف کھیلوں کا بھی تذکرہ کرتے ہیں جیسے چوگان، شطرنج، قمار بازی۔

انتظامی اصطلاحات والقاب وآداب کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے جزیہ، دارالضرب، خراج، مال گزاری، زکوٰۃ، قاضی، مفتی، ذمی، امام، خطیب، سپہ سالار، امیر داد، حاجب، امیر عالم، کوتوال، منشی، امیر خطہ، حاکم اعلیٰ، صدر کبیر، سرِ اعظم، وزیر، دستور مملکت، دبیر خاص، دیوان، مستوفی، کاتب، سرجاندار۔

تاج المآثر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف کو موسیقی، جنگ، طب، شطرنج، علم نجوم، طالع شناسی، بازوشاہین داری، کھیتی وکسانی، خیاطی، ظروف، زیور وآلات اور انواع واقسام کے کھیل سے مکمل واقفیت تھی۔

حسن نظامی نے 602ھ مطابق 1205 میں تاج المآثر کی تالیف شروع کی اور 587ھ 1191 میں جن واقعات کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا لکھا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ جمادی الآخر 614ھ مطابق 1217 کے آغاز میں فوت ہوا ہوگا۔ کیونکہ اس زمانے تک جو واقعات رونما ہوئے ان سب کا ذکر اس نے کیا ہے۔

تاج المآثر کے بغور مطالعہ سے کچھ نئے حقائق بھی سامنے آتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قطب الدین ایبک کو تنگی نفس کا مرض لاحق تھا۔

تاج المآثر میں جو الفاظ وترکیبیں کثرت سے استعمال ہوئی ہیں وہ فارسی ادب میں پہلی اور آخری دفعہ استعمال ہوئی ہیں۔ ان میں کچھ تو شاذ ونادر ہی دوسروں کی تصانیف میں استعمال ہوئی ہیں۔

جو بے شمار اضافات اس کتاب میں نظر آتے ہیں وہ بھی قابل توجہ ہے۔ اسی طرح مولف نے بعض الفاظ کو ایسے مفہوم میں استعمال کیا ہے جس کا مفہوم آج بالکل بدل چکا ہے۔ مثلاً لفظ مزار کو ملاقات کی جگہ کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ جبکہ آج یہ لفظ قبر، یا مقبرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی تحریر میں مشکل اور نامانوس الفاظ بھی بہت نظر آتے ہیں۔ ایسے الفاظ کی تعداد بھی بہت ہے جو فارسی میں بالکل استعمال نہیں ہوتے ہیں اور لغت کی بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں پائے جاتے ہیں۔

پروفیسر امیر حسن عابدی

محمد اسلم خاں

آغاز متن

بیکراں حمد وستائش، جس کی دو اسپہ عقل (مراد تیز فہمی سے ہے) یعنی دو گھوڑے والی صلاحیت کی عقل کے شہسوار کے قدم بھی اس کا شمار نہیں کر سکتے اور دور بین وہم کی نگاہ اپنے آئینہ خواب وخیال میں بھی اس کا حصر نہیں کر سکتی، خدائے جل جلالہ وعم نوالہ کے واسطے مخصوص ہے۔ جس کے وجود کا وجوب بدایت کی سمت سے خالی ہے اور جس کے وجود کا کمال نہایت کی خامی سے عاری ہے۔ اس کی لاثانی ذات زمان ومکان کی نسبت سے برتر ہے، اس کی پاک صفات تشبیہ، تعطیل اور تمثیل کے شائبہ سے بالاتر ہیں۔ نہ تو فکر ونظر کا دستِ مہندس اس کی رفعت و بلندی کے دامن تک رسائی حاصل کر سکتا ہے نہ سیاح وہم وخیال کا پائے طلب اس کے عز وجلال کے میدان میں قدم رکھ سکتا ہے۔ اس کے جہان صمدیت کی شناخت میں قوت عقل ناتواں اور کوتاہ واقع ہوئی ہے اور اس کے جمال احدیت کے دیدار سے دیدۂ فکر ونظر سرگشتہ ہو گئی ہے، سیمرغ بصیرت اس کی ہویت کی فضا کی چوٹی پر اپنی توانائی کے بازو توڑ چکا ہے اور ہمائے روحانیت اس کے آفتاب ربوبیت کے پرتو میں اپنی توانائی کے بال وپر جلا چکا ہے۔

ایسا خالق ہے جس نے ''کاف ونون'' کی ترکیب ''کن'' سے وجود کی آیت تحریر کی، اپنی بے نظیر صنعت اور کاریگری کے لطف سے حدوث کا علم بلند کیا۔ اپنے قلم ایجاد سے اس

میدان کے دائرے کا نقشہ کھینچا، اپنے بے رنگ اور سادہ پرکار تکوین سے اس سبز گنبد یعنی آسمان کو نیرنگ وجود سے نوازا۔ یہ نیلگوں آسمان کے زیر حصہ خاک کے رنگین اور اس نیلے آسمان کے نیچے خاک کے رنگین مہرے (ٹکڑے) کو ٹھہراؤ عطا کیا اور اس سات طبق در طبق تودے یعنی افلاک کے نیچے سات معلق قبے آویزاں کیے، اور اعطیٰ کل شئی خلقه (طٰہٰ 50) (ہر چیز کو آفرینش کی خصوصیت سے نوازا) کے خزانے سے کائنات اور عالم ممکنات کے ہر ایک فرد کو ایک مخصوص شکل وصورت کی خلعت عطا کی اور اسے خانہ فیوض وعنایات کے لباس سے کرامت وشرافت کی پوشاک زیب تن کرایا۔ اپنے کمال قدرت سے روح لطیف کو جسم کثیف سے جوڑ دیا، اور ان دو علوی وسفلی گوہروں کی باہمی آمیزش سے آدم زاد کی حقیقت کو، جو تمام موجودات میں علی الاطلاق افضل واشرف ہے، نور عقل کی ضیاپاشی کی بدولت حسب ارشاد الٰہی وفضلناهم علیٰ كثير ممن خلقنا تفضيلاً۔ (اسراء 70) (ان کو بہت سی مخلوقات پر جن کو ہم نے پیدا کیا فضیلت وبرتری عطا کی) تمام مخلوقات کا خلاصہ اور زبدہ یعنی منتخب بنایا۔

اس سخنگوی مصور (بات کرنے والے مصور انسان) کے چہرے کا اپنے تزئین کار قلم سے نقش ونگار بنایا اور کمال حسن تقویم ولطف ترکیب سے وصوركم فاحسن صوركم۔ (تغابن۔3) (اور تمھاری صورت سب سے بہتر بنائی) کا برہان پیش کیا۔ صورت کے باغ ارم کو زیب وزینت اور رونق وبہجت کے طاؤس سے حسن وجمال بخشا، اور شمشاد رواں (متحرک شمشاد جیسی قد وقامت) کی نہاد میں سرو سہی کی سیدھی قامت اور کبک دری (پہاڑی چکور) کے ناز وانداز ودیعت رکھے بلندی عارض ورخسار کے گلبرگ وسمن زار کو خط طوطی کے شہپر سے آراستہ کیا، زاغ پیکر (کوے جیسی سیاہ) زلف سے سیم سیما یعنی چاندی جیسے حسین خورشید یعنی چہرے کو سایہ فگن کیا، طاق ہلال جیسے ابروؤں کی جوڑی کو قمری کے نیم طوق یعنی پٹے کی طرح چاند جیسے چہرے پر نمایاں کیا، سیمرغ جان کی تماشا گاہ یعنی دو مرجان کو موتیوں کے سمط (رشتہ مروارید یا گردن بند) کا پردہ وار اور عقد گہر کا سایہ بان بنادیا۔ منہ کے قفس میں بلبل زبان کو حمد وثنا کے الفاظ سے گویا کرادیا تاکہ وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين۔ (سورہ بینہ 5) (انھیں یہی حکم ہوا تھا کہ خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں) کے باغ میں فتبارک الله احسن الخالقين۔ (سورہ

مومنین 145)(سو بابرکت ہے اللہ جل جلالہ جو بہترین خالق ہے) کی نغمہ سرائی کرے اور عاشق کی طرح الا لـہ الـخـلق و الامر ۔(سنو! پیدا کرنا اور حکم دینا سب اسی کا کام ہے) کی صدا دنیا والوں کے کان تک پہنچائے۔ عقل کے سفید شہباز کو آشیانہ دماغ کی بے حجابی کی بلندیوں پر پہنچایا، تقلید کی پستی سے نکال کر فلک تحقیق کی چوٹی پر لے گیا، آسمان عرفان کی بلندی پر پہنچایا اور محسوس ومعقول دنیا کو آفاق وانفس کی نشانیاں سنـریهـم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسهم ۔(حٰم سجدہ 53)(آفاق وانفس میں ان کو جلد ہی اپنی نشانیاں دکھائیں گے) دکھائیں اور عالم ملکوت کے عجائبات: اولـم ینظروا فی ملکوت السمٰوات والارض ۔(کیا انھوں نے آسمان وزمین کے ملکوت یعنی عجائبات پر نظر نہیں ڈالی) کا جلوہ اسے دکھایا۔ جس کے حسن ہدایت کے انوار سے دوستوں کی آنکھوں کو چشمۂ ذہاب (عمدہ اور منتخب سونے کا چشمہ) اور معرفت کا مطلع خورشید بنایا اور مشتاقوں کے آئینہ دل کو رحمت کی نظر گاہ اور غیب وشہادت کے معانی وصور کی پذیرائی کی قیام گاہ قرار دیا اور اپنے لطف وکرم سے اسے ابر مطیر یعنی تیز بارش سے طفل رضیع (شیرخوار بچے) یعنی چھوٹے چھوٹے پودوں کی خاک کے گہوارے میں پرورش کی، بچہ دانی کے پردے میں ڈھکے مضغہ یعنی لوتھڑے سے جنین کو حسین وجمیل پیکر عطا فرمایا، اور شہد کی مکھی کے لعاب سے نوشدارو (وہ دوا جو زہر کے اثر کو دور کرے) جاری کیا، ریشم کے کیڑے کے لعاب کے تاروں سے سات رنگوں والا ریشم نمودار کیا۔ اس یعنی شہد کی مکھی کو مسدس خانے (چھ گوشے والے گھر) کے کنارے موم اور شہد اکٹھا کرنا سکھایا، اس دوسرے (ریشم کے کیڑے) کو گنبد مقرنس یعنی نقش ونگار والی چھت کے بیچ میں حریر وپرنیاں بننے کی صنعت سکھائی، مادہ خون سے آہوئے ختن کے ناف کو خالص مشک کا دفینہ بنایا اور جوہر آبی سے صدف کے جسم کو دریتیم کا معدن بنادیا۔

اس کے لطف وکرم کا داعیہ جب خلیل کی مدد پر اترا تو آگ کی طبیعت سے جلانے کی باگ ڈور چھین لی، اس کے احسان واکرام کا گوشہ جب کلیم کی مدد پر اتر آیا تو دشوار گزار پانی کے سرے پر روک کی لگام لگا دی، اس کی خوشنودی کی حامی مکڑی جیسی کمزور جسمانی ترکیب والے کیڑے کو صاحب شریعت (رسول خدا ﷺ) کی پردہ داری کے لیے غار کے دروازے پر مامور کرایا۔ اس کے قہر وغضب کے جلاد معمولی جسامت والے مچھر کو دماغ نمرود کی پردہ دری کے لیے

نامزد کیا۔ دعوت وتبلیغ اور اقامت حجت کے لیے پیغمبروں کو جو بحر اصطفا وآسمان اجتبا (منتخب اور چیدہ ہستیاں) ہیں اور جو دینی امور کے عقدہ کشا اور جہان ایمان ویقین کے پیشرو ہیں، مخلوق میں مبعوث فرمایا لـئـلایکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل تا کہ رسولوں کی تشریف آوری کے بعد لوگوں کو اللہ پر حجت باقی نہ رہے (یعنی عذر کرنے کا منہ نہ رہے)۔ ان کے نور قلم ومعرفت نے مذاہب کے فیصلے اور شرائع کے حلقے کو آراستہ کیا پھر گروہ انبیاء میں آسمان رسالت کے خورشید، فلک جلالت کے ماہتاب، چرخ سعادت کے مشتری، گردون سیادت کے قطب، زمرہ اصفیا کے صدر اور تمام انبیاء کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کو جو آفرینش عالم کون کے مقدمہ اور عالم کائنات کے خلاصہ ہیں، منتخب کیا، اور آپ ﷺ کو مزید لطف وعنایت اور قربت وکرامت کے شرف سے نوازا۔ آپ ﷺ کے صمیم دل کی، جس میں جاذبہ لطف کی بادنسیم اور برق تائید کے نور عظیم سے محبت کی آگ روشن کی، تجلی کی روشنیوں سے آرائش کی۔ آپ ﷺ کے ضمیر منیر کو، جو اسرار ورموز کا مخزن اور غیب کے موتیوں کا صدف ہے، وحی کے انوار سے سجایا، کامل شریعت دے کر نبوت کی انگشتری میں تمکین واستواری کا نگینہ جڑ دیا۔ دین ہدیٰ (سچے دین) کے نگینے میں خاتم رسالت کی شرافت وکرامت کا نقش دوام ثبت کر دیا۔

آسمان کی بلند قد وقامت اس رسول ﷺ کے آستانے کی رفعت کے سامنے پست ہے، زمین کا کشادہ صحن اس کے وسیع جاہ ومرتبہ کی بساطت کے سامنے تنگ ہے۔ اس کے آفتاب رخسار کے دیدار کے چاند نیلوفر پھول کی طرح آبی رنگ کے آسمان کے افق سے جھانک رہا ہے، آفتاب نے اس کے ماہ دیدار کے غم وغصہ سے اپنے زرد چہرے کو آسمان کے بنفشائی رنگ کے پردے میں ڈھک لیا ہے بلکہ چاند نے اس کے مبارک چہرے کے آفتاب کے رشک میں، پھول کی طرح، ہوا کے ہاتھوں اپنے حسن وجمال کا ڈھال گرا دیا، آفتاب نے اس کے مبارک چاند کی پہلی تاریخ کے ہلال کی شرم سے پھول کی طرح اپنا سر غنچہ کے نقاب میں ڈھک لیا۔ چاند اس کے آفتاب جمال کے دیدار کی خاطر، پھول کی طرح، آسمان کی چھتری اور اس کے زمردیں گہوارے سے باہر نکل آیا، آفتاب اس کے جبہ یعنی پیشانی کی غیرت سے گلاب کی طرح، شرم وندامت کے پسینہ سے ہمہ تن شرابور ہو گیا۔ اس کے اقوال وافعال کی خوبیاں سیرت وآداب کے فضائل کے

باب کا آغاز ہیں، اوراس کے مکارم اخلاق ، عادات واطوار کی لطافت کے دفتر کی شکل اختیار کر گئے ۔معراج کی رات اس کی ہمت شکوہ آسا نے گنبدآسمان کا قصد کیا جومینونما یعنی بہشت جیسی اور مینا مثال یعنی جام کی شکل کا ہے۔کبوتر کی طرح اس نے خاک کے نشیمن سے خانہ اطلاق کے برج کا رخ کیااور ایک ہی جست میں کرہ زمین کے نشیب سے کنگرہ قصرآسمان کی گنبدتک پہنچ گیا، اس ملأ اعلیٰ (فرشتوں کے مقام) سے جواس آبی رنگ کے پنجرے یعنی آسمان کے کبوتر خانہ اور بساط طہارت (پاکی کے فرش) اور سرادق عصمت (عصمت کے عظیم خیمے) کے ساکن ہیں، سے آگے نکل گیا، لطف وعنایت کے پروبال ملکی وفوداور روحانی جواہر (فرشتوں) پر پھیلائے۔آپ کے گہر بار الفاظ کے عندلیب نے وحدت الٰہی کے باغ میں تعریف وستائش کے نغمے گائے اور تنزیہہ وتقدیس کی شاخوں پر سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ (پاک ہے وہ ذات جس نے راتوں رات اپنے بندے کوسیر کرائی) کے نعرے بلند کیے۔اس کی قربت کی خواہش میں ملائکہ کے طاؤس (غالباً جبریل امین مراد ہیں) نے جلوہ گری کے لیے میدان تنگ پایا، بلند پرواز وہم کا شاہین وہاں اڑنے سے باز رہا، تیز رفتار شہباز نے اپنا شہپر گرادیا اور عقل کشادہ بال کے بازو اس کے سراغ میں ٹوٹ گئے۔

پھر بیکراں درودوسلام، جس سے اخلاص کی بادنسیم چھن کرآتی ہےاور جس سے وفا کی بو فضا میں بکھرتی ہے، تحیۃ وسلام عقیدت، جس کی خوشبو بیضہ عنبر سے گرد جھاڑ دےاور جس کی بوفضا کو آہوئے ختن کے ناف کی طرح مشک اذفر سے بھردے۔ہماری طرف سے اولیاء کی ارواح اور خصوصاً سیدالانبیاءاورصدررسل ﷺ کے مرقد مطہراور مشہد معطر پر ہو۔

مقصد ہشت ہفت و پنج و چہار

(آٹھ، سات، پانچ اور چار کا مقصد)

اسی طرح ہنگام سحر کی انس افزا بادنسیم جوتروتازہ چنبیلی اور نرگس پھول کی پنکھڑیوں پر چلی ہواور غنچہ کے دامن اور بنفشہ کی زلف پریشاں سے خالص مشک کے سینکڑوں نافے کشادہ کیے ہو، ان سب سے خوشتر اور نغز تر حمدوثنا کے لطائف اور درود کے تحائف نچھاور ہوں آسمان شریعت کے انجم، صدف حقائق کے موتی، کان مفاخر کے جواہر، مکان فضائل کے یاقوت، مہتری وبزرگی کے

قلائد اور وشاح سروری (سروری کے دوپٹے) آپ کے اہل بیت اور اصحاب پر ہوں جو باغ امانت کے ایسے گلہائے تر ہیں جو امکان و تمکین کے گلبن پر کھلے ہوئے ہیں اور احسان و تحسین کے چمن میں اگے ہوئے ہیں۔ ان کے قلم فتویٰ (افکار و خیالات) اور قدم صدق (راستی پر مبنی اقدامات) کے آثار سے عقل و شرع کا خطہ آراستہ ہوا اور مشتری پیکر کی طلعت سے صفہ صفا اور روضہ رضا کے ہر ایک صحن کو رونق و بہجت حاصل ہوئی۔

امابعد! واضح رہے کہ دین کے دشمنوں سے نبرد آزمائی شریعت کے فتویٰ اور عقل کے تقاضا دونوں لحاظ سے ضروری ہے، جہاد کی فضیلت قرآن پاک کے ظاہری نصوص سے واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وجاهدوا فی الله حق جهاده ۔حج۔78۔اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے یا جیسی جہاد چاہیے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے: وقاتلوا المشركين كافة ۔توبہ،36)۔مشرکوں سے سب مل کر پوری طرح جنگ کرو، اور فرمایا: قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ۔(توبہ 29)ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتے، اور فرمایا فضل الله المجٰهدين باموالهم وانفسهم على القٰعدين درجة وكلا وعد الله الحسنىٰ وفضل الله المجٰهدين على القٰعدين اجراً عظيماً ۔(سورہ نسا 95) اللہ نے ان لوگوں کو جو اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں ان لوگوں پر برتری اور بالاتری عطا کی جو گھر میں بیٹھے ہیں، اور بھلائی کا وعدہ اللہ کا ان دونوں سے ہے۔ مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت اور برتری عطا فرمائی، اور سید البشر حضرت محمد ﷺ کی یہ حدیث ہم کو پہنچی ہے: خير الناس رجل ممسك لعنان فرسه فی سبيل الله، كلما سمع هيئة طار اليها۔ بہترین آدمی وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کا لگام تھامے ہوئے ہے۔ جہاں کہیں کسی مہم کی خبر سنی فوراً اس کی طرف دوڑ پڑا۔ اہل علم و دانش حضرات کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ دین و ملت کی اساس اور شریعت کی بقا جہاد کے نتائج اور لوازمات میں شامل ہے۔ ملک و ملت کی رونق و بہجت اور تازگی و طراوت بھی اسی سے وابستہ ہے۔ اگرچہ نظم و نسق کا مسئلہ شمشیر کی سیاست (مادی طاقت) کے بغیر ممکن نہیں ہے اور جمہور عالم کے حالات میں نظم و ضبط قلم کے بغیر محال ہے، لیکن حکومت کے قواعد اور ملک کے ارکان جب تک تلوار کے ذریعہ مستحکم اور

استوار نہیں ہوتے، اسلامی ملکوں کی سرحدوں کے اطراف ونواحی دین کے مخالفوں اور معاندوں سے خالی نہیں ہوتے، عدل وانصاف کے قوانین رعایا اور ماتحتوں پر لاگو نہیں ہوتے اور مسلمانوں کی جان ومال سے چھیڑ چھاڑ اور ظلم وجبر کے ہاتھ مروڑ نہیں دیے جاتے تب تک ارباب علم ودانش کے قلم کو جو شریعت نبویؐ کے وارث ہیں شان وشکوہ حاصل نہیں ہوسکتا، امور مملکت میں نظم ونسق نہیں پیدا ہوسکتا، عقلی طور پر اس مطلب کو اس طرح ادا کیا گیا ہے:

ملک را چوں قرار خواہی داد
تیغ را بیقرار باید کرد

ملک میں اگر امن وامان قائم کرنا ہے تو تلوار یعنی اسلحے کو بیقرار کرنا ہوگا، یعنی طاقت کے بل پر اسے قائم کیا جاسکتا ہے۔

دینی مراسم کی ادائیگی اور ملکی قواعد کی برقراری دونوں باتیں جڑواں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ملی امور کی انجام دہی اور سرکاری اعمال کی پابندی دونوں باہم شریک وسہیم ہیں، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ان مقدمات کے مضمون اور ان کلمات کی مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے:

الدین اس والملک حارس ومالا اس له فهو مهدوم ومالا حارس له فهو ضایع ۔ کہ دین اسلام اساس وبنیاد ہے اور بادشاہ پاسبان ہے، جس عمارت کی کوئی بنیاد نہ ہو وہ ڈھہ جاتی ہے اور جس ملک کا کوئی پاسبان نہ ہو وہ برباد ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید کی چند آیات میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ مثلاً: **وانه لکتب عزیزٌ لایاتیه الباطلُ من بین یدیه ولا من خلفه تنزیلٌ من حکیم حمید** ۔ (حٰم، سجدہ 42-41)۔ وہ ایک قابل قدر کتاب ہے، باطل اس کے آگے سے پھٹک سکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے۔ خدائے حکیم وحمید کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اس آیت میں دین کے بقا ودوام اور شریعت کی نصرت وحمایت کی طرف اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ خدا نے فرمایا: **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون** ۔ (سورہ حجر۔9) ہم نے ہی ذکر یعنی قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ اسی طرح ارشاد الٰہی ہے: **یریدون ان یطفئوا نور الله بافواههم ویابی الله الا ان یتم نوره ولو کره الکفرون** ۔ (توبہ۔32) وہ (کافر) اللہ کے نور کو اپنے پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ نے بھی ٹھان رکھی ہے کہ اپنے نور کو پایۂ

تکمیل تک پہنچا کر رہیں گے اگر چہ کافروں کو ناگوار ہوا کرے۔ یہ اس امر کی صداقت کی واضح دلیل ہے کہ ماضی میں، جیسا کہ موجودہ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے، دین اسلام کے مخالفوں کے جس طبقے نے بھی حق کے معاون ومددگار سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا یا جنگ کیا اور اس کے لیے مستعد ہوا خدائے تعالیٰ نے اسلامی فرمانبرداروں کی ایک جماعت کو یہ توفیق بخشی کہ مجاہدانہ خلوص کے ساتھ کمر بستہ ہو کر گمراہی کے ماوے اور فساد و بگاڑ کے پودے کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکے اور قرآن پاک کی آیت: وجعل کلمة الذين كفروا السفلىٰ. (توبہ 40) اور کافروں کے کلمے کو پست کر دیا، یہ الفاظ ان کے لیے استعمال کیے۔

اس مضمون کی ایک مثال یہ ہے کہ باری تعالیٰ جل جلالہ ومجدہ نے خداوند عالم، بادشاہ بنی آدم، فرمان روائے روئے زمین، معز الدنیا والدین، غیاث الاسلام والمسلمین، (اسلام اور مسلمانوں کے فریاد رس) عادل الملوک فی العالمین (دنیا کے عادل ترین بادشاہ)، سلطان السلاطین (شہنشاہ عالم)، کنف الثقلین (جن وانسان کی پناہ گاہ)، ظل اللہ فی الخافقین، (مشرق ومغرب میں سایۂ خداوندی)، ناصر اولیاء اللہ (اولیاء اللہ کے معاون ومددگار)، قامع اعداء اللہ (اللہ کے دشمنوں کا قلع قمع کرنے والے)، تاج الدولة القاہرہ (زبردست حکومت کے تاج)، جلال الامة الباہرہ (شاندار امت کے جاہ وجلال) حامی البلاد، راعی العباد، نصیر الایام، ملجاء الانام، سید الخلافہ، نظام العالم، فلک المعالی، ابوالمظفر محمد ابن سام بن الحسین ناصر، امیر المومنین خلد اللہ ملکہ وسلطانہ واعلیٰ امرہ وشانہ، خداوند سلطان معظم (سلطان معظم کا خداوند)، صاحبقران عالم (دنیا کا صاحبقران بادشاہ)، قطب الدنیا والدین (دین ودنیا کے قطب)، رکن الاسلام والمسلمین (اسلام اور مسلمانوں کے رکن)، کنف الملوک والسلاطین (سلاطین کی پناہ گاہ)، قامع الکفرة والمشرکین (مشرکوں اور کافروں کا قلع قمع کرنے والے)، قاہر الفجرة والمتمردین (فاجروں اور سرکشوں پر قہر کرنے والا)، صفی الایام (زمانے کا صاف ستھرا آدمی)، رضی الانام (عوام کا پسندیدہ)، ظہیر الملة (ملت کا معاون ومددگار)، مجیر الامة (امت کی پناہ گاہ)، المؤید من السماء (آسمان سے تائید شدہ)، المنصور علی الاعداء (دشمنوں پر غالب)، تاج المعالی (بلندیوں کا تاج)، عضد

الخلافہ (خلافت کا معاون)، شہریار غازی، خسرو ہندوستان ، ابوالحارس ، ایبک السلطان ، نصرت امیر المومنین ، خلد اللہ دولتہ داعلیٰ رایتہٗ کو دنیا بھر کے سلاطین میں اس کا انتخاب کیا اور اس کی مبارک رائے اور عزیمت کو اعلیٰ اخلاقی قدروں اور آفاقی نظم ونسق کے قانون کی فہرست میں شامل کیا، اس کی بلند ہمت کو معالم شریعت (شرعی علامات ونشانات) کی احیاء اور اعلام سنت یعنی سنت نبویؐ کی سربلندی پر منحصر رکھا، اور دین ودولت کے دشمنوں کے قلع قمع میں فتح ونصرت کی آیات کو مبارک علموں سے وابستہ کیا یہاں تک کہ اس کے مریخ نشان (مریخ ایک منحوس ستارہ جیسی علامت والے) اور زحل نشان (زحل نحس سمجھے جانے والے ستارہ کی علامت)خنجر کے ذریعہ فرش خاک کو دشمن کی خواب گاہ بنادیا، آتش فشاں تلوار اور فتنہ نشان بھالے سے ہندوستان کی سرزمین کو دشمنوں کے دل کے خون سے سینچا اور ہر قلعہ اور فصیل کو جس کے خندق کے حدود مرکز زمین پر پہنچے ہوئے تھے اور جس کا سرا محور آسماں سے پیوستہ تھا، آزاد کرنے کی سلاطین کی طمع ناکام رہی تھی اور آسیب حوادث کے ہاتھ وہاں تک رسائی سے عاجز رہے تھے، اپنی شاہانہ صولت وشوکت یعنی رعب داب سے اسے فتح کیا، اور کوہ پیکر زندہ پیل یعنی بہادروں کے ہاتھ پاؤں پر تباہی وبربادی کی گرد ان کی بنیادوں سے اڑائی۔ جیسے کـــان لــم تــغــن بالامس کل وہاں کوئی آبادی ہی نہ رہی ہو)۔ جیسی صورت حال اس کی کردی، تابعدار رایوں (راجاؤں کو) تاجدار بنایا اور مخالفوں کو ہندستانی تلوار کی وار سے جہنم رسید کیا۔ تیز رفتار عربی گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان کی پیشانی سے گرد وغبار اڑا کر آسمان پر پہنچا دیا، کفرستان میں کلمہ توحید اور مسلمانی شعار کی لگاتار ترویج واشاعت کی، گمراہی کے رسوم ورواج کی بیخ کنی کی۔ معابد کی جگہ مساجد اور مدارس تعمیر کیے ، منبر ومحراب سے انھیں آراستہ کیا۔ اسلامی علاقوں نے اس کے مبارک نام اور القاب سے خطبے اور سکے کو رونق بخشی ۔ اس کے مکارم و معالی کی شہرت چہار دانگ عالم میں پھیل گئی ۔ اس کے مآثر ومفاخر کے آثار سلاطین کے تواریخ کی زینت بنے ۔ اس کے عدل وانصاف کے انوار نے نوشیرواں کے نام کو صفحہ ذہن سے محو کر دیا۔ اس کی دلیری وبہادری اور انسان دوستی کی آیت نے رستم وطائی کی داستان پر خط نسخ کھینچ دیا، اس کے درجے کی بلند پائیگی ایسی جگہ پہنچی کہ آسمان کے صومعہ

دار (فرشتے) بساط قرب پر اس کی حمد وثنا کرنے میں اور اہل زمین اپنی دعا کے وظائف میں: وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم۔ (قلم: 51) (قریب ہے کہ کافر آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دے) پڑھتے ہیں۔

مرتب کے حالات

بندہ اور بندہ زادہ حسن نظامی، اللہ اسے اپنی خوشنودی کی راہ پر چلنے کی توفیق بخشے اور اس کا خاتمہ بخیر فرمائے، یوں عرض گزار ہے کہ اگرچہ میرا مقصد تھا کہ اختصار سے کام لیا جائے اور سیاق عبارت یعنی مضامین کا سلسلہ ابتدا ہی سے مقصود پر منتہی ہو اور اطناب وطوالت سے، جس کے لوازم میں رنج وملالت ہے اور جس کے نتائج میں پیچیدگی وعدم سلاست کا پیدا ہونا ہے، انحراف کیا جائے اور شکر وشکایت کی باگ ڈور اطناب کے ہاتھ نہ لگے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حیوان یعنی جاندار کی ایذا رسانی بے سود کام ہے۔ اس کی شروع ہی سے رعایت رکھنے اور الفاظ وکلمات کی بساط، جو موسم سرما کے حوادث کی طرح بیکراں وبے پایاں ہے، لپیٹ دی جائے، اور کہاوت اذا لم تستطع شیئا فدعہ۔ (جب کوئی کام تم سے بن نہ پڑے تو اسے تیاگ دو) کے مطابق اس کی رعایت رکھیں۔ اور کہاوت خیر الکلام ما قل ودل۔ بہترین کلام وہ ہے جو تھوڑا ہو پر ہو پتے کا۔ کے مطابق مختصر بات اہل خرد کے گوش گزار کریں۔ لیکن چونکہ نکتے کی بات بیان کرنے سے باز رہنا روا نہ تھا، اس لیے صوفیوں کا لبادہ زیب تن کر لیا اور اس بات کا سہارا لے کر کہ حلال شکنی ملال انگیز نہ ہو، البدیع غیر مملوک۔ (عموماً نئی اور انوکھی چیز کا کوئی مالک نہیں ہوتا) ناسازگار چرخ کے غیض وغضب اور اہل روزگار کے قصہ کی طرف ایک اشارہ کر دیا جائے جس کا انتہائی

بیان بھی اس کی ابتدا تک نہیں پہنچ سکتا اور ہزاروں زبانیں بھی اس کے ایک فیصد حصے کو بھی بیان نہیں کر سکتیں، اس کا قصہ پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا جائے اور آنسوؤں اور قلبی سوزشوں کے ایک حصے کو، جن کی وجہ سے قلم وکاغذ دونوں معرض خطر میں ہیں اور ضعیف جان نحیف قالب میں برباد ہونے کو ہے، یاد کیا جائے۔

غربت ومسافرت کے ایام میں آتش ناکامی ونامرادی کا بیان، جس کے شعلے جان میں بھڑک رہے تھے، قلم کی زبان سے بھلا کس طرح ادا ہو سکتا ہے اور آتش شوق کا اظہار کرنا جو دل میں بھڑکتی رہتی ہے کس طرح ایک کمزور ونحیف کے بس کی بات ہو سکتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ دل میں مختلف مقامات کے دورے کا خیال کسی وقت بھی نہیں پیدا ہوا اور سفر کی خواہش کبھی نہیں ہوئی، البتہ جب خراسان کے علاقے میں بدامنی پھیل گئی اور عام وخاص لوگوں میں تمیز ختم ہو گئی، اہل معنی (صاحب علم وفضل) حضرات کی طرف لوگوں کی توجہ کمتر ہونے لگی تو ہمت وحوصلہ کے دواعی نے اس بات پر آمادہ کیا کہ سفر کا عزم بالجزم کریں اور قوت فکریہ کو قوت سے فعل میں لائیں، یعنی اسے عملی جامہ پہنائیں۔ وبالفلوات عن قصر مشید۔ مضبوط ومستحکم محل کی جگہ صحراؤں پر قناعت کیا، اور متنبی کا مصرع اعز مکان فی الدنیٰ سرج سابح۔ (دنیا میں سب سے باعزت جگہ تیز رفتار گھوڑے کا زین یعنی شہ سواری ہے)۔ پڑھا اور کہاوت کل مکان ینبت العز طیب۔ (ہر وہ مقام جہاں عزت واکرام حاصل ہو بہتر اور نفیس ہے) کو غنیمت سمجھا اور حصول مقصد کی راہ میں پند ونصیحت قبول کرنے والے احباب کے سامنے سفر کا عذر بیان کیا۔

علیّ السعی فی طلب المعالی

ولیس علیّ ادراک النجاح

بلندیوں کی طلب وجستجو میں رہنا ہمارا کام ہے، ضروری نہیں ہے کہ اس میں کامیابی بھی حاصل ہو، پر کمر بستہ ہوا اور آرام وراحت کا انداز جس میں غرور کا شائبہ تھا اور جو غفلت کا نتیجہ تھا، تج دیا۔

والھون فی ظل الھوینا کامن

وجلالۃ الاخطار فی الاخطاء

کی حقیقت سمجھی اور انتقال مکانی یعنی مسافرت کے ذریعہ امید کے پیڑ سے آرزوؤں کا پھل حاصل

کیا اور سفر کی مشقتوں کو سہہ کر گنج ہنر کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس سے پہلے کہ بڑھاپے کی صبح کے آثار نمایاں ہوں، جوانی کا زمانہ جو عیش وعشرت اور لطف اندوزی کا زمانہ ہے ختم ہو، شباب کا نہال تر وتازگی سے بے بہرہ ہو جلا وطنی اختیار کی۔ کیونکہ عام رسم اور معمول ہے کہ عقلمند آدمی کی قدر ومنزلت اپنے اصل وطن میں کہاوت و المندل الرطب فی اوطانہ حطب (تر وتازہ خوشبودار عود لکڑی بھی اپنے وطن میں آخر کار ایندھن ہو جاتی ہے) کے مطابق بہت کم ہوتی ہے، اور اہل علم وفضل کا مقام ومرتبہ ان کی زاد گاہ میں غیر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ دانشوروں نے لوگوں سے ممارست اور ربط وضبط رکھنے میں سفر کے فوائد اور ثمرات کا مشاہدہ کیا ہے، ماہرین نے کثرت تجربہ سے اس کا پتہ لگایا ہے، اور عقل صریح جو مطلقاً ایک انصاف پسند حاکم اور حق کی رہنما ہے اس مفہوم کی تصدیق کی ہے کہ:

مردم بہ شہر خویش ندارد بسی خطر
گوہر بکان خویش ندارد بسی بہا

لوگوں کی اپنے شہروں میں زیادہ قدر نہیں ہوتی ہے۔ موتی کی اپنے کان میں زیادہ قیمت نہیں ہوتی ہے۔

اور اس نفیس نظم کے موتی، جس کی لطافت نے دُرِ خوشاب یعنی انتہائی چمکدار موتی کی اہمیت بھی ختم کر دی ہے اور اس کے حسن وزیبائی نے عقد گہر کی آنکھ میں دھول جھونک دیا ہے اس مضمون کے مناسب تھے، یہ نظم اپنی دوسری بہت سی موتیوں کی ایک لڑی میں پرو دی گئی ہے۔

غرض آسمانی تقدیر نے انسانی تدبیر سے جب ہم آہنگی اختیار کی اور سارے امور حسب خواہ انجام پانے لگے تبھی السفر قطعة من السقر۔ سفر جہنم کا ایک حصہ ہی ہے، کا تصور خار ناکامی امید کی راہ میں دکھاتا اور کبھی حب الوطن من الایمان۔ وطن کی محبت بھی ایمان کا ایک جز ہے، کی کشش عزیمت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھتی، اور سفر کے داعیہ اور رغبت میں فتور واقع ہوتا۔ یہاں صبر وضبط جو ابواب مقاصد کی کلید اور نوائب وحوادث کا عقدہ کشا ہے، لازم سمجھا گیا۔ اس حالت میں ایک عرصہ بیت گیا اور ہر کام اپنے وقت مقررہ پر ہی انجام پاتا ہے۔ حضر وسفر اور اقامت ومسافرت کا خیال باہم ٹکراتا رہا، زمانہ حصول آرزو کی راہ مسدود کیے رہا۔ ہاتھ سے

چھوٹے ہوئے دل کے پیروں میں خار تیمار توڑتا رہا، جسم سے اُکتا جانے والی جان درد وغم اور آتش محرومی کے درمیان گردش کرتی رہی، چرخ ستم پیشہ کے ظلم و جبر سے روزانہ رنج پر رنج سہتا رہا، تند و تاریک کوٹھری میں بانسری کے حلق اور چنگ کے سینہ کی طرح حسینوں کی زلف سے زیادہ پریشان اور معشوقوں کے تل اور عاشقوں کے حال سے زیادہ سیاہ، یہ فراری عمر کہ ہر آن اس کی وجہ سے جان کو پہنچتی رہتی ہے، برباد ہوتا رہا۔

یہ امید کی جاتی تھی کہ معزز اور اہل دانش حضرات کا ایک مقام و مرتبہ ہوتا ہے، اس کے حسب خواہ امور انجام پاتے ہیں، اسے فراغ بالی و خوشحالی اور سکون و طمانیت حاصل ہوگی اور اس کے آئینہ دل سے رنج وغم کا زنگ دور ہوگا، اس کی آرزؤں کے سیارے کا پیکر وبال کے دائرے سے باہر آئے گا اور فتنہ و فساد کے شعلے خراسان کے علاقے میں دب جائیں گے، یہاں کے حالات ماضی کی شاندار رونق و بہجت کی طرف لوٹ آئیں گے، لیکن اس کے خلاف فتنہ و فساد کی فوج نے تاخت و تاراج کا بازار گرم رکھا، امن وامان کے راستے گھاٹ آفات و مصائب سے بھر گئے، کام دھندے کی بندی سے حالات کی پراگندگی اور شوریدگی میں اضافہ ہوا، عوام میں امن وامان کی کیفیت نے کنارہ کشی کرلی۔ اور آرزو کی دلہن کے سامنے مایوسی کا خیمہ بند ہوگیا یا اس پر پردہ پڑگیا۔ امیدوں کے رخسار توقف یعنی رکاوٹ کے حجاب میں پوشیدہ ہوگئے۔

انقلاب زمانہ کی وجہ سے سہولت کی ترتیب و تمیز جاتی رہی، ستم پیشہ روزگار کی بدولت امانت کی شکل نے خیانت کا روپ دھار لیا۔ دل بلاؤں اور آفتوں کے طوفان اور فتنہ و فساد کے سیلاب میں گھر گیا۔ چونکہ کج اندیش تصور نے جس حساب کو درست کرنا چاہا وہ کج نکلا اور ہر دن باغ چرخ کے نئے ثمر پر نئے فتنے جنم لیتے، دور فلک میں ہر دم ایک نیا حادثہ رونما ہوتا، ان حالات کے مشاہدہ سے صبر و شکیبائی کی قوت میں تنگی پیدا ہونے لگی اور جسم کے قفس میں مرغ روح کو اضطراب ہونے لگا۔ دل دشمنوں کے سب و شتم سے اور حاسدوں کی خوشی و مسرت سے جاں بلب ہوگیا اور انتہائی بیچارگی کے عالم میں ثبات و استقامت کی باگ ڈور ہاتھ سے دے بیٹھا اور حیا کے رخ سے بےصبری کا نقاب الٹ ڈالا۔ عالم جزع و فزع یعنی گھبراہٹ میں شور مچانا شروع کیا اور انتہائی اضطراب و بیقراری کے ساتھ گویا ہوا:

عروس ملک خراسان چو نیست سازندہ
چہ وصل او بنکاح و چہ ہجر او بطلاق

ملک خراسان کی دلہن جب بنی ہی نہیں ہے تو نکاح کے ذریعہ اس کا وصل کیا اور طلاق کے ذریعہ اس کی ہجر کیا۔ یعنی دونوں چیزیں برابر ہیں۔

ناگفتہ حالات کے مشاہدہ کی بنا پر تن مسکین کو ذلت وخواری کے حوالے کرنا اور لعل وعسیٰ (شاید اور ممکن ہے) کے الفاظ سے بہانہ سازی کرنا و لیت ولولا، کے الفاظ کی آرزو سے زمانے کو تیاگ دینا اور اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء و اذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح۔ جب صبح کرو تو شام کی بات مت کرو، اور جب شام کرو تو صبح کی بات مت کرو، (یعنی انسان کی زندگی کا کوئی ٹھکانہ نہیں)۔ کے مفہوم سے غافل ہونا مصرع:

آن کیست مرا ضمان کند تا فردا

وہ کون ہے جو میرے مستقبل کی ضمانت لے گا، زیرکی وذہانت اور دانائی وشجاعت کے مناسب نہ معلوم ہوا اور سفر کے دواعی ومحرکات کو حضر کے دواعی پر فوقیت حاصل ہوئی، عقلی لحاظ سے اس گروہ سے دوری عین مصلحت معلوم ہوئی، تذبذب وکشمکش کا انداز جو ایک ناپسندیدہ خصلت ہے تیاگ دیا اور دل کو عزم سفر پر جو عین سقر اور مشقت محض ہے آمادہ کیا۔ نص قرآنی هذا فراق بيني و بينك (کہف۔78)۔ (یہ میرے اور تیرے بیچ جدائی ہے) کو پڑھ کر سنایا اور سفر کے لیے عذر کے طور پر درج ذیل شعر پڑھا:

اذا ترحلت من قوم وقد قدرو
ان لا تفارقهم فالراحلون هم

جب ایسے لوگوں سے رخصت ہو جنھوں نے تمھاری قدر ومنزلت کرتے ہوئے کہا ان سے جدا نہ ہونا، تو ایسے سفر کرنے والے کو غم سے سابقہ پڑتا ہے۔

عزم سفر کے وقت دوستوں کی ایک جماعت نے، جن کی دوستی اور محبت پکی تھی اور جن سے موالات مستحکم واستوار تھا اور جن کی دوستی کے موتی اخلاص کی لڑی میں پروئے ہوئے تھے، جن

کی وفاداری ریا و نمود کے شائبہ سے پاک وصاف تھی جن کی مجھ پر نوازشیں تھیں اور جنھوں نے مشایعت اور خدا حافظی کا لطف فراہم کیا۔ انھوں نے ملامت اور شکایت کی زبان کھولی اور وفی العتاب حیوٰۃ بین اقوام (عتاب کے انداز میں بھی لوگوں کے لیے زندگی ہے) کی کہاوت کو پیش کرتے ہوئے کہا ایسے وقت میں سفر کو حضر پر ترجیح دینا اور وطن مالوف کو خیر باد کہنا عقل و ہوش کے تقاضے کے خلاف ہے۔ اور ایسی صورت میں عقل رہنما کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو شک وشبہ کی گرہ کشا اور راہ یقین کی راہ نما ہے۔

ان الغریب ذلیل حیث ما کان

مسافر جہاں بھی جاتا ہے ذلیل وخوار ہوتا ہے کی کہاوت کا تصور بھی کرنا چاہیے۔

من یغترب عن قومہ فھو کا الذی

یفر من الماء القراح الی الدم

جو آدمی اپنی قوم یا اپنے لوگ سے علاحدہ ہو کر پردیس کی راہ لے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ماء قراح (خالص پانی) سے بھاگ کر خون کے پاس پہنچتا ہے۔ پڑھا اور پرانے دوستوں سے جو سختی اور کشادگی میں مددگار ہوئے تھے اور غم وخوشی میں ثابت قدم رہے تھے، جدا ہوا اور مصائب وآلام کے صدمہ کو جھیلنے کے لیے جسم کو ان کے حوالے کیا، گردش افلاک کے تلخ وشیریں شربت کو پوری رغبت سے نوش کیا، دکھ کی تلچھٹ سکھ کی خالص شراب کے ساتھ ہنسی خوشی گوارا کیا، باغ آرزو کو خار پشیمانی سے آراستہ کیا، چہرہ مراد کے دیدار کی امید میں صبر وشکیبائی کا دامن تھاما، سازگاری وہم آہنگی کا ہاتھ آسمان نامہربان کی گردن میں حمائل کیا، ستم پیشہ زمانے کے ساتھ سمجھوتے کا شیوہ اختیار کیا، دہر حرون یعنی اڑیل زمانے کے ابلق یعنی چتکبرے گھوڑے کے ساتھ ہاتھا پائی سے گریز کیا، اور حوادث کے لپیٹ میں آ کر البلیۃ اذا عمت طاب۔ مصیبت جب عام ہو جاتی ہے تو بھلی لگتی ہے (مرگ انبوہ جشنے دارد) کی کہاوت پڑھی اور حدیث اشتدی ازمۃ بفرحی ۔ میری خوشی پر زمانہ نے سخت گیری کا رویہ اختیار کیا۔ کے مفہوم کا امیدوار ہوا۔

لا تیأسن بضیق ان تریٰ سعۃ

فربما اتسع الامر الذی ضاقا

تنگی کی حالت میں کشادگی ملنے سے مایوس مت ہو، اکثر ایسا ہوا ہے کہ جس امر میں تنگی ہوئی ہے وہ آخر کار کشادہ ہو گیا۔ سینہ و دل جب خلوص ومحبت و دوستی و الفت کے نقش سے آراستہ ہو تو ان کی نصیحت کو قبول کرنا ضروری سمجھا اور اس کا سننا محبت کے نتائج اور مودت کے ثمرات سے زیادہ کارآمد معلوم ہوا۔ وشرط التدبیر قبل الوقوع فی البئر۔ کنوئیں میں جانے سے پہلے نکلنے کی تدبیر سوچنے کی شرط ...... بجالایا اور طبع عقیم (بے ثمر طبیعت) اور خاطر سقیم (بیمار دل) کے مشورے کو معالج کا درجہ دیا، اور کہاوت لا صواب مع ترک المشورۃ۔ مشورہ ترک کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ کے مضمون کا پاس ولحاظ رکھا اور کہاوت من استشار اولی الالباب نزل فی ابواب الصواب ۔ جس نے اہل عقل ودانش سے مشورہ لیا وہ صواب و درستگی کے دروازے میں داخل ہوا۔ کو کامرانی و کامیابی کا عمدہ اصول تصور کیا اور حدیث لن یھلک المرء بعد مشورۃ (مشورہ کے بعد آدمی ہلاک نہیں ہوتا)۔ کا راز گوش دل کو سنایا اور قرآنی نص شاورھم فی الامر۔ (آل عمران 159) (امور میں ان سے مشورہ لیجیے) کو اپنا نصب العین بنایا۔

اخلاص و صمیمیت کے مذہب میں کسی صاحب عقل و تمیز کو یہ بات کب پسند آئے گی کہ اپنے ہم خیال اور ہم مزاج مخلص دوستوں کی ہم نشینی سے کنارہ کشی کرے، اتحاد و یگانگی کے منشور پر بیگانگی اور بے مہری کا مضمون لکھے، دوستی کے عہد نامہ کو کطی السجل للکتب۔ (جس طرح رجسٹر کو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے) لپیٹ کر رکھ دے، الفت کے معیار پر وحشت کے غبار کو ترجیح دے، مودت ومحبت کے آئینے پر تبدیلی کا زنگ لگائے اور بے توجہی کا فریب مخلصین کے سر رکھے، سکۂ دوستی اور رفاقت کا نقش باقی نہ رکھے، وفا کے دائرے سے نکل کر صحرائے جفا میں قدم رکھے، مہر ومحبت اور اتحاد و یگانگت کی راہ سے کنارہ کشی کرے، حصول آسودگی کی خاطر روزانہ نئی شاخ پر ہاتھ مارنے کا عادی ہو جائے۔ اس حقیقت لا اخبر من شئت نقلہ (جس کو چاہے اس کو اس کی روایت کی خبر کرے) کی دریافت سے پہلے اور اس اشارت ثق بالناس روید۔ (لوگوں پر اعتماد کرنا چھوڑ دو) کی بجا آوری سے پہلے ہر نئے طبقے سے محبت کا دم بھرے اور اس بات کا اندیشہ نہ کرے کہ طویل مدت کی دوری کی وجہ سے لوگوں کی حالت بدل جاتی ہے۔

ان الکرام اذا ما اسھلو ذکروا

من کان بالفھم فی المنزل الحسن

شریف لوگ جب بھی موقع ملتا ہے ایسے لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی سوجھ بوجھ اور فہم وفراست اچھی ہوتی ہے۔

صحیح اور درست رائے یہ ہے کہ فسخ عزیمت یعنی ارادے کی منسوخی کو لوازم کفایت تصور کرے، بدظنی کے احتیاطی پہلو کی رعایت رکھے بغیر نہ رہے، چلنے میں ہوا کی طرح سبک روی کا اظہار نہ کرے، مٹی سے تاخیر کا عمل سیکھے، وقار وسکون کا پانی بے صبری کی آگ پر چھڑکے، خود کو ہوا کی طرح حیران و پریشان چھوڑے نہ رکھے اور خس وخاشاک کی طرح پانی کی سطح پر نہ تیرائے، ہوا وہوس کی آگ کا ساتھ نبھائے اور جلد بازی میں عقل کی مخالفت نہ کرے، ہوا کی طرح مٹی میں اپنی جستجو نہ کرے، نقش آب کی طرح آتش آرزو کی تسکین میں بے قراری کا مظاہرہ نہ کرے۔ ازلی عنایت کے بغیر شجرہ مراد سے ثمرہ آرزو کے حصول کو محال سمجھے۔ خدائے کردگار کی عنایت کے بغیر انتہائی کاوشوں کا ماحصل رنج تن اور درد دل کے سوا کسی چیز کو نہ جانے، زمانے کی مساعدت اور سازگاری کے بغیر کسی کام کے برآنے کی امید نہ کرے، آسمانی تائید کے بغیر آرزوؤں کی تکمیل کا تصور نہ کرے، زمانے کے تیر کے نشان سے جو سدا گھات لگائے بیٹھا ہے بچنا ضروری سمجھے۔ دنیا کے مکر وفریب سے احتیاط کو لازم جانے تاکہ اس کے سراب کی چمک دمک پر فریفتہ نہ ہو، پرندے کی طرح دانے کے لالچ میں اچانک دام بلا میں گرفتار نہ ہو جائے اور عناد ومشقت کے پنجرے میں محبوس نہ ہو جائے۔ اس اشارے کو اگر سرے سے ازراہ غفلت رات کا کلام تصور کرے، قلب سنگ میں نقش کی طرح اسے صحیفہ جان پر لکھے، لاابالی پن سے صبر کے خرمن کو تباہ وبرباد نہ کرے، جرم وجفا کی خاک عقل کے چہرے پر نہ اڑائے اور دوستوں کی نصیحت پر ولکن لا تحبون الناصحین۔ (اعراف 79 تم خیرخواہوں کو پسند نہیں کرتے) کے مطابق پانی نہ پھیر دے، قرار وسکون کے خاندان کو نذر آتش کردے، جلد بازی کی سواری پر ہوا کی طرح سوار ہو جائے، بے صبری کے ہاتھوں سر پر خاک اڑائے اور آسمان پر پانی چھڑکے، آتش پائی یعنی بے چینی اور بے قراری کی روش اختیار کرے، ایسا نہ ہو کہ وہ بدنظری کا شکار ہو جائے۔ مخالف ہوا اور حوادث کی گرد وغبار سے اصل پودا جسے حرص وآز کی زمین میں لگایا ہے اور جس کو آرزو کے پانی سے سینچا چاہا ہے اچانک

آتش فنا سے جل کر بھسم ہو جائے۔ اس کے بعد ندامت و پشیمانی اس کے لیے سودمند نہ ہوگی، اس کا تدارک ممکن نہ ہوگا۔

دور بیں عقل کے نزدیک، جو حوادث کی تاریک راتوں اور نوائب کے بیابانوں میں صائب الرائے رہنما اور رفیق ہے، یہ بات واضح ہے کہ مخلص احباب کے گہر بار الفاظ میں جو کچھ ذکر ہوا مثلاً سو سال تک دل کے کان میں اسے پڑھ کر سنائیں تو باد ہوس کے سوا کچھ بھی پلے نہ پڑے کیونکہ بہت سے فصیح لوگ تضیع اوقات کرنے والے ہیں جن کی آخر کار اس میدان میں گرد تک نہیں اڑی، اور غم سے نڈھال دل آنسوؤں اور سینے کے غم کو کم نہیں ہونے دیتا اور جادوٹونے سے جال میں نہیں پھنستا ہے، رنگین گفتگو سے کنوئیں میں نہیں پھاندتا ہے اور اپنی خوش دمی پر مغرور اور فریفتہ نہیں ہوتا ہے اور خود رائی کی شاخ پر بیٹھ کر بلبل کی طرح اس طرح طنزیہ طور پر نغمہ سرائی کرتا ہے:

دم خوشم چو سحری دہند اگر بہ خرم
سیاہ روئے چو شام چو صبحدم رسوا

سحر کی طرح اگر مجھے خوشنوائی عطا کرے تو بھی میں شام کی طرح سیاہ رو ہوں اور صبح کی طرح رسوا۔

دریائے حوادث میں ایسی غرقابی اور نوائب کے ایسے شور و غل میں جو شخص اپنے دل پر اعتماد کرتا ہے اور اس سے صبر و قرار کی آس لگاتا ہے اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو ہوا پر تکیہ کرتا، مٹی میں خالص سونے کی تلاش کرتا، تیز آگ میں آب حیات یعنی امرت جل کی جستجو کرتا اور ہوا کی اساس پر عمارت تعمیر کرتا ہے، اپنی کم عقلی اور ناسمجھی سے مٹی میں موتی بکھیرتا ہے، عالم بیکاری میں حامل دستہ میں پانی پر ضرب لگاتا ہے اور تنگ نظری سے اپنا خرمن نذر آتش کرتا ہے۔ گفتگو کا سلسلہ اندازہ سے زیادہ دراز ہو گیا مگر خلوص و صمیمیت اور دوستی و محبت اجازت نہیں دیتی تھی کہ طوالت یعنی درازی گفتگو کی باگ ڈور کوتاہی قبول کرے۔ بساط سخن لپیٹ کر رکھ دی جائے، دلکش معذرت نامے پیش کیے جائیں اور محبت آمیز صحیفہ عتاب کو لپیٹ کر رکھ دیا جائے۔ حقیقی محبت سب سے بڑی شفیع ہوتی ہے اور نظر رضا تمام تر عذر خواہی کا اظہار کرتی ہے۔ وحشت کی گرد الفت کے آس پاس نہ اٹھائی۔ ویبقی الود ما بقی العتاب۔ محبت اسی وقت

تک باقی رہتی ہے جب تک عتاب باقی رہتا ہے)۔کی کہاوت کے مطابق بہت زیادہ ملامت اور عتاب کے اظہار سے بندگی اور دوستی کے آئینے پر تاریکی کا زنگ نہیں لگتا اور تبدیلی کی گرد نہیں جمتی۔ بہت زیادہ نالہ وشیون اور دردِ دل کے بعد وصال کے آفتاب کو جب گرہن لگ گیا اور بازار مراد کا دن فتح وکامرانی کی طرف متوجہ ہوا اور باغ انس ومحبت کا میوہ چربی بیچنے والے کی تکلیف کو پہنچا (جس طرح چربی پگھل کر اس کا وزن کم ہو جاتا ہے اور بیچنے والے کو گھاٹا ہو جاتا ہے اسی طرح میوہ بھی زوال پذیر ہوتا ہے)اور غم کی فوج نے حریم جان پر چڑھائی کردی۔آنکھیں اشک بار اور سینہ شعلہ بار ہو کر رخصت ہو گئے۔

باوجودیکہ یہ نیم جاں، جو دائرہ عنا ومشقت کا مرکز اور نائرہ بلا ومصیبت کا آتش دان ہے اور سیکڑوں مشکل واقعات کا شکار ہو کر روندا ہوا اور ہزاروں قسم کے جسمانی اور قلبی رنج وغم کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے، زندگی کے لطف ولذت اور رفاہیت ومسرت سے کچھ زیادہ بہرہ ور نہیں ہے۔ ان دوست احباب کی جدائی جو سرمایہ شادمانی وحاصل زندگانی اور غم سے سرگردانی اور مایہ افتخار ہیں کغیث علیٰ ابالة ۔(کریلے پر نیم چڑھا) کی کہاوت ثابت ہوئی اور جف القلم بما هو کاین ہونے والی بات کو لکھ کر قلم خشک ہو گیا)، انقش نمایاں ہوا، اور حقیقة الفوت اشد من الموت ۔ (احباب کا چھوٹنا موت سے بڑھ کر سخت ہے) کی حقیقت سامنے آئی، آرزو کی آگ شیریں پیالے کی طرح بھڑک اٹھی، دوستی کی کشش تہی دست کی حرص کی طرح تونگری کی طرف متوجہ ہوئی، ہوا وہوس کی فوج نے دل کے عرصے اور زمین کے صحن پر ہلہ بول دیا، جسم کی بھٹی میں اس نے اضطراب وبے چینی اور بے صبری وبے قراری کی آگ روشن کردی اور سینہ کے اندر مہر ومحبت اور شوق وذوق کا عالم بلند کردیا۔

بادنسیم کے جھونکے سے، جس کو اہل دہلی کے قدم کی خاک سے آب حیات کی خاصیت حاصل ہے، اپنے شیخ وپیشوا بلکہ اپنے قبلہ وکعبہ، قدوۂ مشائخ واولیا، کرامت وصفا میں مطلق ممتاز ویگانہ، روضۂ رضائے الٰہی سے متوسل، عروۃ الوثقیٰ سے وابستہ، محمد کوفی، اللہ دین اسلام میں ان کی کاوشوں کا بدلہ انھیں عطا کرے، جو فلک معرفت کے قطب، یمن محبت ومعرفت کے سہیل، آسمان کشف ومشاہدات کے آفتاب، ارباب اجتہاد ومجاہدت کے سرباب، زمرہ ارکان دین کے چہرہ،

جادۂ یقین کے راہرو کی پشت و پناہ ہیں، ان کا دماغ عالم قدس کے جذبات کا عادی ہو چکا ہے اور ان کا دل نفحات ریاض انس کے خوشبو سے معطر ہے، روانگی کا عزم کیا اور ان کا رخ حضرت غزنہ کی طرف، اللہ اس کی حفاظت فرمائے کیا، جسم ناتواں کو مسافرت کی آگ میں اس طرح پگھلایا جس طرح پانی میں نمک اور چاندی کی کارگاہ میں چاندی پگھلتی ہے۔ خیزران (مغز دار نرکل جس کے تنے سے عصا بناتے ہیں یا بید) پیکر قالب تنہائی کی کٹھاری اور جدائی کی بھٹی میں سونے کے ریزے کی طرح نزار و کمزور ہو جاتا ہے، اچانک سعادت کی ہوا چلنے کی جگہ سے بادنسیم چلی اور اقبال کے افق سے ایک بجلی کوندی اور پانی کے بیچ سے آگ روشن ہوئی۔ ایسے مقام میں جہاں صاحب اختیار ہستی کے ہاتھ میں بھی ہوا کے سوا کچھ نہ ہاتھ آتا تھا میں صاحب اختیار ہوتے ہوئے بھی بے اختیار تھا۔ صافیان صفہ خاک کے سر دفتر، قبہ افلاک کے ساکنوں کے پیشوا، موتی کے کان شریعت وطریقت، سونے کے صراف، دریائے حکمت وحقیقت کے موتی کے غواص، اشارات نبویؐ کے لطائف ورموز کے محاسن کے نقاد، کلام الٰہی کی باریکیوں کے غواص، شیخ محمد شیرازی، اللہ مسلمانوں کو ان کی درازی عمر اور برکت انفاس سے فائدہ پہنچائے، بلاشبہ کیمیائے سعادت اور طوطیائے دیدۂ دولت ہیں، ان کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور صدر عالی مجد الملک کی مجلس دلالت سے جو سدا عالی ہے اور آب لطف و آتش محبت اس کے وجود سے سدا روشن ہے اور شجاعت بہادری اور انسانیت و ہمدردی کے میدان میں گذشتہ ہستیوں کے کارنامے کی گرد وغبار منتشر کردی، اور قصب عظیم یعنی عظیم ریشمی لبادہ کے حصول میں ابنائے زمانہ سے بازی لے گئے۔ اس اقبال نے خیر مقدم کیا اور سچ کہا ہے کسی نے:

ہر آن کو مہیا بود دولتی را
اگر او نہ جوید بجویدش دولت

جس کی قسمت سازگار ہوتی ہے وہ اگر اسے نہیں تلاش کرتا ہے تو قسمت خود اسے تلاش کر لیتی ہے۔

اس طلعت نورافزا، اس کے چہرے کی روشنی بڑھتی رہے، کے حسن کا شمار زمانے کی سعادت وخوش بختی اور حسنات وخوبی میں ہوتا تھا، جس کا مسکین جسم اور مسکین کیفیت سر میں آنکھ کی جگہ اور جسم میں روح کی جگہ نہایت بھلی لگتی ہے، اس خدمت کو اقبال و بلندی کا قانون

اور حصول آمال کا عنوان قرار دیا اور اس کا لطف قبول جو نجات کا ذریعہ اور درجات کی بلندی کا سبب ہے، طرز امانی اور فہرست شادمانی ثابت ہوا۔

دل مردہ کا معاملہ تاریکی سے نکل کر روشنی میں پہنچا اور جان مجبور کی حالت بیگانگی سے نکل کر آشنائی کے دائرے میں داخل ہوئی ۔ جو چیز پہلے پہل ناگوار معلوم ہو رہی تھی آخر میں پسندیدہ اور گوارا نظر آئی۔ **وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیرلکم**۔(بقرہ216)۔ ممکن ہے کوئی چیز تم کو ناگوار معلوم ہو جبکہ وہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔ کے معنی کا مصداق ٹھہرا اور **سافروا تصحوا وتغنموا** ۔سفر کرو صحت یاب اور مال دار ہو جاؤ گے۔ کی برکتیں اس پریشان حال کو ملیں۔ بے شمار رنج وغم اور کلفتوں و پریشانیوں کو جھیلنے کے بعد خوشی و مسرت سے بہرہ ور ہوا، اس درد دل کا، جس میں یہ نحیف جسم مبتلا تھا اور کسی سے اس کا تذکرہ کر کے اسے دردسر میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا، مداوا ہوا۔ رنج تن، جس کی وجہ سے یہ دل ضعیف خون جگر پیتا تھا اور کسی بھی رفیق اور دمساز سے اس کی شکایت نہیں کرتا تھا، آرام وراحت میں تبدیل ہوا اور نیم جان جو دریائے بلا میں ڈوب کر ہاتھ پیر مار رہی تھی اور کسی کا سہارا نہیں ڈھونڈتی تھی، ساحل مراد سے آ لگی۔

اچانک زمانہ نے مارے غیرت کے ہجر وجدائی کی ناگوار شربت نوش کرائی، بچھڑنے کے نامبارک ایام کی ناکامی سے دوچار کرایا اور مغز دین وسرور اہل یقین کی جناب سے دوری کی بدنصیبی بڑھائی۔ فلک علم کے اس درنیر اور کوہ حلم کی اس چوٹی کی شخصیت کی خدمت کی سعادت سے محروم رہ گیا، سکون وجمعیت کی لڑی میں تشویش وتفرقہ کو راستہ مل گیا۔ جگر سوز غم اور جاں گداز فکر دل کا سمیر یعنی قصہ گو ٹھہرا۔ جان مشتاق موج طوفان میں غرق ہو گئی اور شعلہ نیران میں جل کر جھلس گئی۔ شادمانی کے ستاروں نے سعادت کی بلندی سے پستی کا رخ کیا۔ چشمہ زندگانی اور چہرۂ امانی تارکول سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا۔ خوش دلی وخوش گزرانی کے گھاٹ پر تیرگی چھا گئی اور ای **نعیم لا یکدرہ الدھر** ۔ایسی کون سی راحت ہے جس کو زمانہ مکدر نہیں کر دیتا، کے راز کو فاش کیا۔

دل، جو خوشی کی سیپ میں پوشیدہ تھا، رنج وغم کے تیر کا نشانہ بنا۔ جان، جو شادمانی کا علم ہاتھ میں اٹھائے تھی، محنت ومشقت کی فوج سے پامال ہوئی۔ بخار کی آگ شعلۂ دل کے بوتہ (مٹی کا وہ برتن جس میں سونا چاندی پگھلاتے ہیں) اور سینے کی بھٹی میں بھڑک اٹھی۔ ملک الموت کا قدم

الحمی رائد الموت ۔ بخار موت کا علم بردار ہے۔ پانی کے چھڑکاؤ کا محل بن گیا۔ سستی کی علامت اور ناتوانی کے آثار قلب وقالب کے صفحات پر نمایاں ہوئے۔ نحیف جسم کا رنج صفت دل درد سے ہم آغوش ہو گیا۔ امہات عناصر، جن کے قلم سے جسم کے جمع وتفریق کا حساب اور اس کے خرچ وتفصیل کا گوشوارہ وابستہ ہے، جو مختلف صورتوں اور شکلوں کو اختیار کرنے والے اور تابعدار ہیں۔ اور جو ان میں باہم مربوط اجزا وابعاض کے نگہبان ہیں، موافقت و دمسازی کے جادہ اور دوست داری کے مرکز سے منحرف ہو گئے۔ حیات غریزی، جو زندگی کے نور اور شعلے کو روشن رکھنے والی ہے، پست ہو گئی۔ اصلی رطوبت، جو زندگی کا مادہ اور سرمایہ ہے، آسیب زدہ ہو گئی اور جو انتہائی برودت (ٹھنڈ) اور یبوست (خشکی) کا تقاضا کرتی ہے، ودیعت حیات کو واپس لینے پر کمر بستہ ہو گئی۔ مزاج، جو پانچویں حالت کا درجہ رکھتا ہے، چاروں ارکان کی باہمی آمیزش سے فساد و بگاڑ کی طرف متوجہ ہوا۔ ان اخلاط اربعہ (خون، بلغم، صفرا و سودا) میں جو بسائط وطبائع کے پیرو ہیں، تشویش اور تغیر نے راہ پائی۔ خون، جو جان کا بوجھ سنبھالے ہوئے تھا اور اخلاط شائستہ کا سرچشمہ تھا، طبعی اعتدال سے منحرف ہو گیا۔ صفرا، جس کو تیزی سے ایک نسبت تھی، عرصہ دماغ پر حملہ آور ہوا۔ بلغم، جسے سکون وآرام حاصل تھا، اپنے اصلی مزاج سے روگرداں ہوا۔ سودا، جس کے اندر گریز کا رجحان تھا جو ہر نفس پر چڑھ بیٹھا۔ چربی اور گوشت جیسے اجزائے بسیط کا، جو آستین محاسن کی آرائش ہے، کوئی نشان پتہ نہ رہا۔

رگ اور پٹھے، جو حس وحرکت کے سرچشمے ہیں، ڈھیلے پن کی آفت اور فساد سے پست وزبوں ہو گئے۔ ہڈی، جو جسم کا پشتیبان اور خانہ حواس کا ستون ہے انی وھن العظم منی ۔ میری ہڈیاں کمزور پڑ گئیں۔ کا مصداق ہو گئی۔ اس کے صفحہ حال پر وھی رمیم ۔ وہ بوسیدہ ہو گئیں۔ کے دلائل وشواہد نمایاں ہوئے۔ اعضائے مرکب میں، جس کے اندر رگوں اور پٹھوں کی طناب کی بدولت استواری پیدا ہوئی تھی، خلل واقع ہوا۔ طبیعت کا خیمہ، جو چار ارکان کی میخوں پر استوار تھا، ایک دو دن میں زیروزبر ہو گیا۔ دل، جو آب حیات کا سرچشمہ اور خورشید زندگانی کا مطلع ہے، تیر وتار ہو گیا۔ دماغ، جو قوت مدرکہ اور قوت عاقلہ کا آلہ ہے ناتواں ہو گیا۔ جگر، جو روح طبیعی کا معدن تھا حقیقی آگ کا مسکن ہو گیا۔ زبان، جو بلبل اور لعل کان گویائی ہے، فصاحت کے زیور

سے عاری ہوگئی۔ پوست یعنی کھال، جس کے تار و پود سے جامہ وجود کو تازگی حاصل تھی، فرسودہ ہو کر کہنہ ہوگئی۔ جسم محزون، جو جان کا محل اور حجرہ تھا، دل مہجور کی طرح، اشتیاق کی کارفرمائی سے ڈھیر ہو کر رہ گیا۔ قوت حیوانی نے جس کے واسطہ سے جسم نور جان کو قبول کرنے والا تھا، سستی قبول کیا۔ قوائے طبیعی خادم و مخدوم اور ضعیف و ناتواں ہو گئے۔ قوت غاذیہ (خوراک دینے والی قوت)، جو میدان غذا کی شہسوار ہے، ضبط و تصرف کی ڈور ہاتھ سے دے بیٹھی۔ قوت نامیہ، جو ولایت نشو و نما کی حاکم تھی، جسم کے کمال تک رسائی سے پہلے ہی نقصان کی طرف متوجہ ہوگئی۔ قوت مولدہ (وجود عطا کرنے والی قوت)، جو مایۂ وجود کی محصل ہے، خامی و کوتاہی کے عنوان سے موسوم ہوئی۔ قوت مصورہ، جو جسمانی روپ عطا کرنے والی ہے اس میں فطور واقع ہوا۔ قوت جاذبہ، جس میں اول غذاؤں کے لیے کشش آسان تھی آخر کار دشوار ہوگئی۔ قوت ماسکہ، جو متناولات (پینے یا کھانے والی چیز) کی نگہداشت میں کمان کی طرح سخت عنان ہوگئی۔ قوت ہاضمہ، جو ہضم کے کام میں تیزی دکھاتی تھی، خواب گراں میں گرفتار ہوگئی۔ قوت دافعہ، جو دوسری قوتوں کو اپنے سے دور رکھنے میں اور جو فضلہ کو دور کرنے میں اہم رول ادا کرتی تھی پیچھے لوٹ آئی۔ قوائے نفسانی میں، جو شہوت کے ہاتھوں گرفتار رہتی تھی فطور واقع ہوا۔ قوت باصرہ، جو خاتم بینائی کا نگینہ تھی، خون کی نہروں میں تیرنے لگی۔ قوت سامعہ، جو شنوائی کے موتی کے سیپ کی حیثیت رکھتی ہے، الفاظ کے سننے سے محروم ہو گئی۔ قوت شامہ، جو خوشبوؤں کی کیفیت معلوم کرنے سے کبھی فرسودہ نہیں ہوتی تھی، خوشبوؤں کے سونگھنے سے عاجز ہوگئی۔ قوت ذائقہ، جو غذاؤں کی کیفیت کی خبر دیتی ہے، قابل اعتماد نہیں رہی۔ قوت لامسہ، جو سرد و گرم اعراض پر اثر انداز ہوتی ہے، حسن احساس کے جادہ سے روگرداں ہوگئی۔ حس مشترک، جو لوح محفوظ کی برابری کی لاف زنی کرتا تھا، بعض صورتوں کو قبول کرنے سے باز رہا۔ قوت مصورہ، جو مختلف پیکروں کی خزانچی ہے، بہت سی صورتوں کی نگہداشت سے عاجز رہ گئی۔ قوت متخیلہ، جو ترکیب و تفصیل کے میدان میں مراد کی گیند اڑا لے جاتی ہے، ہیئتوں کی ایجاد و آفرینش سے عاجز ہوگئی۔ قوت متوہمہ، جو محسوس اور غیر محسوس چیزوں پر حکمرانی کرتی تھی، اکثر احکام کو عملی جامہ پہنانے سے معزول ہو گئی۔ قوت حافظہ، جو جزوی معنی کے مدرکات کا خزانہ تھی، نسیان کی بلا میں گرفتار ہوگئی۔ قوت عقل، جو جسم کی عاقلہ بلکہ بدن کے سپاہی کی

حیثیت رکھتی ہے، شکست کھا گئی۔قوت باعثہ، جو حصول منفعت اور اجتناب نقصان سے توانائی کا مظاہرہ کرتی تھی، آخرست پڑ گئی۔قوت فاعلہ، جو اعضا میں تحریک پیدا کرنے میں ید بیضا کا رول ادا کرتی تھی، از کار افتادہ ہو گئی۔ باہمی انس ومحبت کے دن اور آپسی میل ملاپ کے عہد، جو امیر کے سائے کی طرح ناپائیدار اور برق کی چمک کی طرح بے قرار تھے، خواب وخیال کی بات بن کر رہ گئے۔ بلکہ خواب کا گھوڑا اور خیال کی صورت ان اشکبار آنکھوں سے اڑ گئی۔مہربانی کی کرامت اور پیکر خلوص کا لطف جس پر جو ہر وقت میرے حال پر متوجہ رہتا تھا، موقوف ہو گیا۔

آسمان ستم پیشہ کے ظلم اور سپہر نامہربان کی غیرت سے وہ دولت اور وہ غیر متنازعہ سعادت برقرار نہ رہی۔دیدۂ خونبار (خون کے آنسو بہانے والی آنکھ) چہرۂ وصال کے دیکھنے سے محروم رہ گئی۔عاشقوں کی آنکھ اور مشتاقوں کا دل بے خوابی کا شکار ہو گیا۔گویا یہ جہاں بیں آنکھ چشم عبہر (فربہ انسان یا گھوڑا) کی طرح خواب کی لذت سے عاری یا چشم اختر کی طرح آسمان کا ساتھی اور سپہر کی گردی ہو گئی اور جگر کے راستے دیدہ کی نہر تک حسرت کے گہرے دریا میں رواں ہو گئی۔ پلکوں سے آبی رنگ کے گورے چہرے پر انار کے دانے دوڑنے لگے۔دل کی بھٹی سے افلاک کے چار طاقوں پر آگ کے شعلے نمایاں ہوئے۔آنسوؤں کی باڑھ آنکھ کے چشمے سے نکل کر خاک کے نہاں خانے میں روپوش ہو گئی۔انتظار کی تاریک رات صبح آرزو میں بانجھ ہو کر رہ گئی۔بازار امید کا دن وفا سے زیادہ عزیز اور عنقا سے زیادہ نادر ہو گیا۔اس کا طلعت آرا چاند گرہن کی گرہ میں چھپ گیا، یا اس میں گہن لگ گیا۔انسیت وہمدردی کے عالم افروز آفتاب نے دیوار تیمار کے سر پر ایک پردہ ڈال دیا۔مراد ومقصود کی خوشگوار شراب بیدردی کے درد کے مٹکے میں پہنچ گئی۔غم واندوہ کی فوجیں ثریا صفت دماغ کے نہاں خانے میں اکٹھی ہو گئیں۔سرور ونشاط کی کثرت مسکن سینہ سے نکل کر بنات النعش (سات ستاروں) کی طرح بکھر گئی۔دل وطن سے دوری کی تکلیف سے فریاد کرنے لگا، جان نے کثرت سفر اور درازی مسافت کے رنج سے آہن گداز آہ کو زمین سے آسمان تک پہنچا دیا۔

اس نعمت کے فقدان اور اس سعادت کی محرومی پر اس بات کا اندیشہ تھا کہ غم سے نڈھال دل البنظام عن المالوف شدید۔اپنے وطن مالوف سے دوری بڑا سخت معاملہ

ہے۔ کا صاحب واقعہ ہو کر اس محنت کدہ یعنی آشیانہ سے پرندہ کی طرح پرواز کرتے ہوئے اس بہشت صفت حضرت کا رخ کرے اور مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور اس قالب کو معرض ہلاکت میں ڈال دے۔

حق بات تو دل کے قبضے میں ہی ہوتی ہے، میرا دل ایسے حضرت سے جدا ہونا نہیں چاہتا تھا اور اس خدمت کی یاد کیے بغیر، جو عقل کو مطلوب اور جان کو محبوب ہے، ایک دم کے لیے خوش ہوا اور دریائے حیرت و دہشت میں ڈوبے ہوئے اس نیم جان نے، جو عنا و مشقت کے تیر سے زخمی اور اس علاقے سے وابستہ ہے ولا تاینسوا من رحمة الله ۔اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ کی امید میں عقل و ہوش کا درس ہاتھ سے نہیں دے رکھا ہے اور قد ظفر الداعی بما اراد۔ داعی جس بات کا ارادہ کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے۔ کی خوشخبری پر چشم و گوش لگائے ہے کہ شاید غیب کے نہاں خانے سے ایک لطیفہ رونما ہو اور کامیابی کی صبح مشرق اقبال سے طلوع ہو، امانی و آمال کا شہباز منزل کی خواہش میں اڑان بھرے۔ وصال کی راہ و روش ہموار ہو اور خوشی و شادمانی کے علم بلند ہوں۔ حصول منافع کے ذریعہ عہد قدیم کو تازہ کیا جائے اور آخری دم تک وہ دولت دل کے حسب خواہ اور جان کے حسب استقبال باقی رہے، اور چونکہ اس مقصد کا حصول زمانے کے انقلاب اور کاوشوں کے تنوع کے سبب:

ولولا زمان قیدتنا صروفه

لکان لنا بالوادیین مطاف

اگر زمانے کے انقلاب نے ہمیں پابند نہ کیا ہوتا تو دونوں وادیوں میں ہمارا مطاف ہوتا، یعنی گردش کا سلسلہ جاری رہتا۔

اس وقت پائے تکمیل کو نہیں پہنچا ہے۔ ہر آن ان دو مبارک ہستیوں کا خیال، جو تقویٰ کی کان اور فتویٰ کے مکان ہیں اور علم و عمل کے زیور سے آراستہ ہیں، آنکھوں کو حسن و جمال عطا کرتا ہے۔ اس بے نور حدقہ (روشنی سے خالی غلاف چشم) اور بے روح قالب کو ان سے نئی زندگی اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ دین اسلام کے ان دو قطب کے مفاخر و مآثر کے روزنامچے کی، جو عام اماثل کے سر دفتر اور مجموعۂ فضائل کے نمائندہ ہیں، تجدید ہوتی ہے۔ ان کی دعاؤں اور ثناؤں کا

سلسلہ خلوص و صمیمیت کے ساتھ ہزاروں بار جاری رہتا ہے۔

اس محبت کا سلسلہ ایام گذشتہ اور عہد قدیم کی یاد سے جڑا ہوا ہے۔ انتہائی خوشدلی سے ان ابیات کی تکرار کر کے، جو ورد زبان اور حفظ جان ہیں، تسلی و تشفی میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔

گر جہان از تو دور کرد مرا — مہرت از جان بندہ دور مباد
ور دلی بر فراق صبر کند — بی تو ہرگز دلم صبور مباد
بعد ازین گر ترا نخواہم دید — نیز در چشم بندہ نور مباد

دنیا نے اگر مجھ کو آپ کے آستانے سے دور کر دیا تو خدا کرے آپ کی محبت مجھ بندے سے دور نہ ہو۔

اگر کوئی دل محبوب کی جدائی میں صبر کرے تو کیا کرے، لیکن خدا کرے میرے دل کو آپ کی جدائی پر صبر نہ ہو۔

اس کے بعد اگر آپ کا دیدار نصیب نہ ہوا تو خدا کرے خاکسار کی آنکھ میں روشنی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے دور بیں دل کو، جو حضرت عزت کے قاصد اور عالم غیب وشہادت کے سفیر ہیں، جو ملک وملکوت کے جام جہاں نما ہیں، جو لوح محفوظ کے آفتاب کے ماہ نور پذیر ہیں، جو سپہر معانی پر اتنی سرعت سے گزر جاتے ہیں جتنی سرعت سے ہوا مٹی کے اوپر سے گزر جاتی ہے، جو اپنے کشف کی روشنی سے تاریک دنیا کو پانی کی سی صفائی اور آگ کی سی روشنی عطا کرتے ہیں۔ خدا کرے اسرار معرفت کے خزانے کے حامل ہوں، ان میں سے ہر ایک کے آب یقین کے چشمے اور شمع ضمیر کو، جن کو تحقیق کی شراب ملی ہے، جنھوں نے آتش محبت کے نور کو اپنایا، خاک وباد کی خصوصیت سے، جس میں شک وشبہ کا شائبہ ہے، محفوظ رکھے۔ ان کے حاسد، جو دین کے دشمن ہیں، پانی کی طرح سدا بے سروپا ہو جائیں اور نوائب وشدائد کے برتن میں شقاوت وبدبختی وذلت ورسوائی کی آگ میں جلتے رہیں۔ ان کی عمر کے پھل حوادث کی آندھی کے سبب ذلت ورسوائی کی خاک پر گریں۔ غزنہ کے بہشت آشیاں حضرت (بادشاہ) کی مشایعت کے وقت افاضل واماثل کی ایک ایسی جماعت سے، جو فلک معالی کی قطب اور جہان فضل وہنر کے والی تھے، آشنائی حاصل

ہوئی اوران کی صحبت ورفاقت کی برکت سے خوشی ومسرت کا عہد تازہ ہوا۔انس ومحبت کا ریاض اور شادمانی وسلوت کے باغ شگفتہ ہوئے۔ان میں سے ہرایک کی مجاورت ومجالست وہم نشینی سے، جس میں روح کی شفااوردل مجروح کی غذا نہاں تھی،ان کی محبت صمیم دل اور خلاصہ جان میں پیدا ہوکر جاگزیں ہوگئی۔الفاظ وکلمات کی ترکیب سے اس کو بیان کرنا ممکن نہیں۔

اس حکومت کے دوران اقتدار اس بات کا اندیشہ تھا کہ دوستوں کے دیدار سے ہنوز وہ توشہ جوایام غربت میں سکون وآرام اورخوشی ونشاط کا سبب ہوحاصل نہ ہو۔ایسا نہ ہو کہ غدار زمانہ عنایتوں کوواپس لینے میں آڑے آئے اورجیسا کہ فریبی دنیا کی حالت معلوم ہےاور تقاضائے زمانہ کی روایت چلی آرہی ہے کہ وہ ایسی نعمت اور مصاحبت برقرار نہیں رہنے دیتی۔عقل ان بزرگوں کے محاسن کے آداب اور مکارم اخلاق کے جلو میں غیر معمولی فائدے اٹھاتی اور لطف ولذت لیتی۔

گہی تن پرورش دادی برامش
گہی دل راخوشی دادی بہ دانش

کبھی تو نے سکون وقرار دے کرجسم کی پرورش کی اور کبھی دل کوعلم ودانش کی خوشی ومسرت سے ہمکنار کیا۔

غرض اس طرح شہر دہلی کا رخ کیا جو خطہ کرم اور قبلہ نعم ہے اور تکان دور ہوا۔زمام اختیار میدان گزاراور کوہ نوردسخت اندام اونٹ کے حوالے کی۔گویا اس کے ہاتھ پاؤں راستہ طے کرنے میں ہوا سے باتیں کررہے تھے،اور بادصبااس کی ہم عنان ہوگئی تھی اور مسافت طے کرنے میں وہ بادصرصر کی ہمسری کررہی تھی۔

(اس اونٹنی کے) تیرجیسے ہاتھ پرحیرت ہے جوکہ زمین کے رگ وپے کوزخمی کرکے زمین کے رخسار پرڈھال کی شکل بنادیتا ہےاوراس کے چوگان یعنی بلے جیسے پاؤں پرتعجب ہے، جوسرعت میں قاصد ہوا کی طرح میدان خاک پر بجلی کی طرح ہوا کے دوش پر گزرجاتا ہے اور جو پہاڑی کی بلندی پر چلنے والا حضرت عیسیٰؑ کی طرح ماہ دماہتاب کے ساتھ دمسازی کرتا ہے۔جو زمین کی پستی میں حضرت یونسؑ کی طرح گائے اور مچھلی کا قرین ہوتا ہے۔

چند ایسے بیابانوں سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے خوف سے آسمان پر ستارے راستہ کھو بیٹھے تھے، دلیل یعنی راستہ دکھانے والے اس کی فضا سے بہ ہزار بہانہ جان بچا لے جاتے تھے اور قوت اندیشہ بغیر کسی دمساز اور رفیق کے اس میدان سے نہیں گزری اور قوت وہم ساز گار تقدیر کی رفاقت کے بغیر اس کے ساخت سے باہر نہیں نکلی تھی۔

گرم ہواؤں کی حرارت سے بساط زمین فلک اثیر (کرہ ہوا کے بلند ترین اور درخشاں ترین حصے) کی طرح تپ رہی تھی۔ گرم ہوا کے شر سے کرۂ خاک آگ کی بھٹی کی طرح تپ رہا تھا۔ گرمی کی شدت اور ہوا کی حدت سے جہنم کے دروازے کھلے تھے۔ سلسبیل کا چشمہ (بہشت کے ایک چشمے کا نام) گرم پانی کا مزاج اپنا رہا تھا۔ عالم سفلی (زمین) کی فضا میں بحر مسجور (ابلتے سمندر) کی خاصیت پیدا ہو رہی تھی۔ پتھر عقیق جیسے سرخ رنگ کے آفتاب کی گرمی کے بوتے میں پگھلنے لگا تھا۔ لعل اپنے کان کے رحم میں نطع (چرمی سفرہ) اور حطمہ (جہنم) کی طبیعت اختیار کر رہا تھا موتی سیپ کے سینے اور منہ میں پگھل رہے تھے۔ پانی گھڑیال کے جبڑے میں جوش مار رہا تھا۔ مچھلی کے سفید جانے دریا کی لہر میں جل رہے تھے۔ سمندر کے مسامات سے پسینہ پانی اور ہوا کی طرح جاری تھا۔ کوہ کے دماغ کی آتش دان شیشہ گر کے کارخانے کی طرح تپ رہی تھی۔ درختوں کے شیر خوار بچے یعنی چھوٹے چھوٹے پودے شیر خوری کی وجہ سے دودھ کے فاضل رطوبات دکھا رہے تھے۔ وحشی جانور پہاڑوں اور صحراؤں میں درخت کے سائے کی پناہ پکڑ رہے تھے۔ بلند پرواز شاہین پرندے کے شہپر (بڑا پر) اوج ہوا میں جل رہے تھے۔

جنگل کی شاخیں اس طرح باہم سر جوڑے کھڑی تھیں کہ ان کے درمیان ہوا کی حیثیت قیدی پرندے کی سی ہو گئی تھی۔ بادل اور آفتاب اس زمین کی وظیفہ دائیگی (یعنی دایوں کا کام) ادا نہیں کر سکتے تھے۔ ہر جنگل میں ایک شیر نمودار تھا جس کے دانتوں کے حملے سے زمین میں بھونچال برپا تھا۔ گرد و غبار کی وجہ سے فضا چیتے کی پشت معلوم ہو رہی تھی۔ میدان جنگ میں جنگلی ہاتھی اس کے پنجوں کے زخم سے بیقرار ہو رہے تھے، جنگجو بہادر لوگ اس کی کاوشوں سے عاجز ہو گئے تھے۔

ہر غار اور صحرا میں سانپ سے سابقہ تھا جس کی سانس کا دھواں روز روشن کو تاریک رات میں بدل دیتا تھا، جس کی ہوا کی فطرت میں عدم و نیستی تھی، جس کے دانت کے زخم سے ہاتھی

تک ہلاکت کے بھنور سے نکل نہیں پاتا تھا اور نہ اس کا زہر قاتل دوا و علاج کے قابل اور تریاق (زہرمار) کے لائق تھا۔ گویا اس کی چمکیلی کھال صحرا کے صحن پر چاندی کے خام اوراق تھے جو عجیب شکلوں سے آراستہ اور سنگ مرمر کے صفحات پر عمدہ نقوش کندہ تھے۔

اس کے گزرنے کے وقت ایسا خیال ہوتا تھا کہ عمر کی کشتی اب ساحل حیات سے آ لگی ہے۔ مرغ روح عقاب اجل کے پنجوں سے زخمی ہوا چاہتی ہے۔ قوت باصرہ، جو مرکز خاک کی طرح ساکن تھی، گویا کرہ فلک کی طرح بیقرار ہوگئی ہے۔ کشتی، جو دریا کی سطح پر ہوا کی طرح چل رہی تھی، پہاڑ کی طرح گویا اپنی جگہ برقرار تھی یا ایک بڑے ہاتھی کی طرح ہے جو دریائے نیل سے سر اٹھا رہا ہے۔ اس کی لہریں آسمان نیلگوں کی بلندی اور مینائے گردوں کے دائرے تک اٹھتی ہیں اور برجیس اور کیوان ستاروں کی چوٹی اور سماکان و نسران ستاروں کو پار کر جاتی ہیں۔

ہم مزاج دوست احباب کو، جب اس خوفناک دریا کو میں نے عبور کیا چنداں تعجب نہیں ہوا، اور اس سے اجتناب کو ضروری نہیں سمجھا کیونکہ ان دو اشکبار آنکھوں کے بادل سے ہر وقت اس کو مدد پہنچ رہی تھی۔ کوے جیسی خصوصیت اور رنگ والے ہندوؤں نے راستہ گھاٹ پر قبضہ کر رکھا تھا اور سرعت رفتار میں گورخر اور ہرن سے بھی بازی لے جاتے تھے۔ اور تیز ترین حملے میں وہ ہوا سے بھی سبقت لے جاتے تھے جیسے وہ دیو ہوں جو سانس پر متوجہ ہیں یا شعلے ہوں جن کے چہرے تارکول سے آلودہ ہوں۔

تائید الٰہی سے جب خوفناک بھنور سے نجات ملی اور حضرت دہلی تک ہماری رسائی ہوئی جو ہماری منزل تھی تو مزاج اعتدال طبیعی سے، جو کہ زندگی کے لوازمات میں ہے، دوسری بار تفریط کی طرف مائل ہوا اور زمانے کی کارفرمائی نے جسم ضعیف کو زمیں بوس کر دیا۔

کہ گر در شوم در شگاف قلم
نگر دانم از حال خط دبیر

اگر قلم کے شگاف میں بھی داخل ہو جاؤں تو کاتب کے خط کی حالت سے میں روگرداں نہیں ہوں گا۔

اور خوف دہراس کچھ اس طرح غالب ہوا کہ:

ہمین نہ گنجد انگشتری در انگشتم
کنون ہمو کہ میان مرا کند کمری

میری انگلی میں کوئی انگوٹھی نہیں سما سکتی ہے۔ اب یہی ہو سکتا ہے کہ میری کمر میں کمر بند لگا یا جائے۔

جب لاغری کا اثر کم ہوا اور تندرستی بحال ہوئی تو صدر اعلیٰ شرف الملک، ان کا رتبہ بلند رہے، جن سے ان کی گونا گوں کرامت و شرافت اور محاسن و محامد کی وجہ سے دنیا والے جلتے اور رشک کرتے ہیں، جو اپنے رتبہ عالی کی وجہ سے اپنے خاندان اور برادری کو باہم جوڑے رکھنے کے واسطہ ہیں، جنھوں نے اوصاف پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے اس درجہ تک رسائی حاصل کی کہ لوگ انگلیوں سے ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ایسے رتبے تک رسائی حاصل کی جس پر خنصر (کانی انگلی) باندھی جا سکتی ہے، اپنی ذاتی شرافت کے حسب خواہ اپنی شفقت ومحبت اور لطف وعنایت سے نوازتے ہیں، حسن عہد کے حسب خواہ جو لباس بزرگی کا عنوان نامہ ہے، مکرمت کی شرط، کہ ایک طبقہ ان کے احسانات سے ممنون اور ان کی عنایات کا رہین ہے، بجا لاتا تھا، نیز مردمی اور انسانیت اور جوانمردی اور دریا دلی کے مراسم، والد بزرگوار کے حسب منشاء، جو مروت اور انسانیت کے جوہر اور دریائے فتوت و بہادری کے موتی ہیں، انجام دیتا تھا، اس خاندان جود وکرم کے مناسب حال اور اس دودمان احسان ونیکی کے مطابق مجد و بزرگی کی رفعتوں اور بلندیوں کی احیاء کرتا تھا، اپنے آبا واجداد کے لائق شمائل وفضائل کو اپنی پیشوائی کا دستور بناتا تھا۔ ان کے علم وفضل کی بنیادوں کو جو مرور زمانہ کے ساتھ تیار ہوئی تھیں مضبوط کرتا تھا۔ دوسرے بزرگ حضرات کی غریب نوازی کے شرائط کو پیش کرنے اور پسماندوں کی پرورش کے رسوم کو انجام دینے میں رغبت کا اظہار کرتا تھا۔ لایعنی بحث ومباحثہ سے بچ کر الفت ومحبت کی صورت اختیار کرتا تھا۔ مجاز سے نکل کر حقیقت وواقعیت اور موالات اور دوستی کے حلقے میں داخل ہوتا تھا، اس محبت کی گرہ کا بھی یہ عالم تھا کہ اس کو فظن خیراً ولا تسئل عن الخبر ۔ (اس کو خیر اور بھلائی تصور کیا اور خیر کے بابت دریافت نہ کرو) کی کہاوت سے وابستہ تھا۔

اس درد بے درماں اور غم بے پایاں کی وجہ سے غریب دل کا معاملہ جان تک پہنچا اور ریاکار اور جفا پیشہ دوستوں کی مصاحبت سے الاموات یباع فاشتریہ ۔ موتیں بیچی جارہی ہیں اس کو خریدو،

کی کہاوت پڑھتا اور سوسن (چنبیلی کے پھول) کی طرح دسیوں زبان سے بات کرتا تھا نہ کہ گل کی طرح بدعہدی اور بے وفائی سے بات کرتا تھا۔

بعض مخصوص احباب، جن کی وجہ سے اخلاص کی بنیاد قائم تھی اور محبت و یگانگت کی اساس استوار تھی، نیز ریا و نمود کے صدموں سے محفوظ تھی، یہ اشارہ کیا کہ ایک ایسی فارسی کتاب جس کی طرف اہل زمانہ کی طبیعتیں مائل ہوسکیں، تالیف کی جائے اور ابنائے زمانہ کی مدح وستائش کے طور پر چند بیت نظم کیے جائیں تو موقع و محل کے لحاظ سے مناسب ہوگا اور زمانہ میں ایک مسودہ یادگار کے طور پر باقی رہے گا جو کسی نہ کسی فائدے سے خالی نہیں ہوسکتا۔

ان معروضات کی وجہ سے بشریت کے عوامل اور دواعی حرکت میں آئے لشکر صفرا کارزار دماغ پر حملہ آور ہوا اور عقل گریز پا نے پستی کا رخ کیا۔ اس نے شکست کی طرف پیٹھ پھیر کر کہا:

گهر سفتنم پیشه بود و نبود
خریدار گوهر چرا سفتمی

موتی پرونا میرا پیشہ تھا لیکن اب جبکہ اس کا خریدار نہیں رہا تو کیوں موتی پروؤں۔

سخن گفتنم شیوه بود و نبود
سزاوار مدحت کرا گفتمی

میری سخن سرائی دلکش تھی مگر اب کوئی سزاوار مدح وستائش نہیں رہا تو کس کی تعریف کروں۔

کنون گفتم و سفتم و رفت و خفت
دریغا کزین بیشتر خفتمی

اب میں نے کہا، پرودیا، روانہ ہوا اور سو گیا، افسوس کہ مجھے اس سے کہیں زیادہ سونا تھا۔

اہل زمانہ پر تعجب ہوتا ہے جو کچھ منظومات اور چند فارسی کتابوں کی جمع و تدوین کو حصول علم و دانش کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ سچی بات یہ ہے کہ اہل زمانہ کے حالات میں اس تلون مزاجی کے ساتھ ان کے غم وغصہ کے ہوتے ہوئے کس کو شعر گوئی کی پرواہ اور کس کے اندر شاعری کا سودا ہوسکتا ہے۔

یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فضل وکمال کی کثرت اس زمانے میں بہت ہی کمزور وسیلہ اور لغو دستاویز ہے۔ چنانچہ اس گروہ کی شان میں مدح وستائش لکھنے سے طبیعت ابا کرتی تھی۔ عقل، جو ایک درخشاں چراغ اور تابندہ ستارہ ہے اور جو انسان کا بہترین پیرایہ اور گراں ترین سرمایہ ہے، اس کو یہ امر پیش آیا کہ کس طرح وما انا ممن سار بالشعر ذکرہ۔ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جن کا چرچا اشعار کے ذریعہ ہوتا ہے۔ کے طریقے سے روگردانی کرنی چاہیے۔ اور لولا الشعر بالعلماء یزری۔ اگر شعر کا سرمایہ نہ ہوتا تو علما کو حقیر سمجھا جاتا، کی شرط کو اٹھا کر الگ رکھ دینا چاہیے اور عمر عزیز، جو ایک نفیس جوہر اور سرمایہ سعادت وحسنات ہے، خیالی اور وہمی امور میں اکارت کی جانی چاہیے۔ اس مضمون کے قریب قریب درج ذیل شعر ہے:

برکشتی عمر تکیہ کم کن
کین نیل نشیمن نہنگ است

عمر کی کشتی پر بہت کم بھروسہ کرو، کیونکہ یہ دریائے نیل گھڑیال کا نشیمن ہے۔

صاحب عقل ودانش اور ارباب فضل وکمال کے لیے غم واندوہ سداول کا قصہ گو اور خاطر کا ہمسایہ ثابت ہوا ہے کہ دوں پرور زمانہ کی گردش سے شبیہ الشئی مجذب الیہ۔ کسی چیز کی شبیہ کی طرف بھی آدمی کی کشش ہوتی ہے، اور سپہر بے مہر کی بے تمیزی سے مہر کبود یعنی نیلا مہرہ جو ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے یاقوت احمر (ایک قسم کا قیمتی سرخ پتھر) کے سامنے آتا ہے اور شبہ (سیاہ چمکیلا پتھر) شب افروز موتی کے ساتھ ایک ہی لڑی میں پرویا جاتا ہے۔ بدنصیبی کے علامات آرزوؤں کے دریائے نیل کے رخسار پر ظاہر ہوتے ہیں۔ بدقسمتی کے نشانات زندگی کے دریائے فرات کے صفحات (سطح) پر نمایاں ہوتے ہیں۔ پھوٹی قسمت کی خرابی کے آثار چہرۂ احوال پر پوری طرح نمودار ہوتے ہیں۔ ستارے کی نحوست کے علامات چہرۂ امید وآمال پر نمایاں ہوتے ہیں۔ جوانمردی وفیاضی اور انسانیت ومردمی کے رسوم مٹ جاتے ہیں۔ وفاداری وفتوت کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔ علم وحکمت کے ارکان کی بنیادوں میں خلل پڑ جاتا ہے۔ ہنر کا ربع مسکون (چوتھائی آبادی) اہل ادب وصاحب عقل حضرات سے خالی ہو جاتا ہے۔ ربع معمور اہل فضل وکمال سے عاری ہو جاتا ہے اور صدق معنی کا آفتاب نورانی تلوار کو تورانی غلاف میں

چھپادیتا ہے۔

صبح کاذب علم شہرت کے دعوئ کو مکاری وحیلہ سازی کے افق سے بڑھا دیتا ہے۔ ہر کام کی رسم وترتیب صحیح راستے اور اصلی قالب سے ہٹ جاتی ہے۔

غرض کہ قصہ دراز ہے۔ باوجود اس غم واندوہ کے باریک بیں عقل، جس کے وجود پر مجھے گمان ہے، دلِ خستہ سے، جو خون کا ایک قطرہ ہے اور ہزاروں اندیشے کا حامل ہے، یہ درخواست کرتی ہے کہ ایک بار ناساز گار زمانے کی مذمت میں، جس کی عقلمندوں سے عداوت ایک طبعی عادت اور عزیز خصلت ہے، مشغول ہو اور دنیائے سفید کار کے لطف وعنایت سے، جس کے کالے پیالے سے خون جگر کے بغیر پانی نہیں ٹپکتا ہے، بیہودہ امید نہ باندھے۔ اس کے بعد زمانہ کسی مجبور کو تیر ملامت وغرامت کا نشانہ نہ بنائے، اور وہ اس امر کا شکوہ نہ کرے جس کا خطور مذہب خرد میں ہوتا ہے اور جو راہ عدل وانصاف سے دور ہے۔ ان عتاب آمیز الفاظ کے ذریعہ خود کو تسلی دیتے ہیں اور ان دلآویز اشعار کو بار بار کہہ کر دل کو روح کو آرام پہنچاتے ہیں:

عروس بخت را گر زیوری ہست
درین نہ قبہ آئینہ گون نیست

عروس قسمت کا اگر کوئی زیور ہے تو اس آئینہ گوں یعنی صاف وشفاف گنبدوں یعنی سات آسمانوں میں نہیں ہے۔

چنین میگذار دنیا را ہمان گیر
کہ ان کژدم درین طاس نگون نیست

دنیا کو یوں ہی تیاگ دو کیونکہ یہ بچھو یعنی دنیا اس طاس نگوں (جھکے ہوئے سرنگوں طشت) یعنی آسمان میں باقی نہیں رہے گی۔

غم سے نڈھال دل روزانہ ہزاروں فریاد کرتا ہے کہ ایسے تاریک عیش کے ساتھ انسیت کی کیا صورت ہو سکتی ہے اور ایسے پراگندہ سروکار سے خوشدلی کی امید کیسے ہو سکتی ہے۔ اس سست حمایت صبر یعنی سستی سے حمایت کیے جانے والے صبر کے سامنے فراغت وخوشحالی اور رفاہیت و بہبودی کا چہرہ کہاں ٹھہر سکتا ہے اور چرخ مشقت آفریں کی دستبردی کے ہوتے ہوئے نحیف جسم کو

توانائی کہاں سے حاصل ہوسکتی ہے۔ خصوصیت سے وہ سرِ فہرست دوست احباب جو عتاب کے سزاوار ہیں اور فنکاروں کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک نے یسـر حشـواً فـی ارتقاء۔ ہماری ترقی میں اضافہ سے خوش ہوتا ہے، کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ یـدب الضراء ویمشی الحمر۔ تکلیف کو دور کرتا ہے اور گدھے کی سواری کرتا ہے۔ کی راہ روش اپنائی ہے اور بدعہدی و پیمان شکنی پر کمر بستہ ہے۔ از راہِ جور و جفا بے شرمی کا تیر چلاتا ہے، بوالعجبی کے کمان سے ظلم و بیداد کا تیر رواں رکھتا ہے وقاحت و بے شرمی اور شوخ چشمی کا ڈھال چہرے پر ڈالے رکھتا ہے۔ بے رحمی اور قطع تعلق کی تلوار نیام سے نکالتا ہے۔ عہد گذشتہ کی صحبت اور قول و قرار کو لات مارتا ہے۔ خلوص و دوستی کے رخ اور شرم و حیا کے چہرے پر خراش لگاتا ہے۔ مہر و محبت کے کوچے اور وفاداری کی راہ و روش سے دل برداشتہ رہتا ہے۔ دنیائے ستم پیشہ کی سازگاری میں پیکار کی آستین چڑھاتا ہے۔ جفا پیشہ فلک کے ساتھ معاضدت (باہمی مدد) کے دامن میں گرہ لگاتا ہے۔ نامہربان آسمان کے ہاتھ میں مساعدت و سازگاری کا ہاتھ دیتا ہے۔ ایسی شکل و سیرت والے لوگوں کا یار و دوست ہو گیا، جنھوں نے سدا فریب دہی اور مکاری و دغا بازی کے گھات میں بیٹھنے کو روا رکھا اور باہمی عداوت اور خصومت کی راہ و روش اختیار کیا ہے۔ حسد و جلن کے دامن سے چپٹے رہے۔ طعن و تشنیع کی سنان صفت زبان کو، رخنہ ڈالے والنے اور حاسد کی زبان خدا کرے کٹ جائے، اغراض کی قینچی بنادی ہے۔ غرض کہ معاصر حضرات کی بے اعتنائی، جہالت اور حسد کے لوازم میں داخل ہے، کیونکہ درد کے علاج تک رسائی اس کی دوا کے بغیر عقل و ہوش کے خلاف ہے۔ اس کے جان لیوا زہر کے تریاق کا حصول دست آرزو کو میسر نہیں ہوا۔ تو ضرورتاً یہ فیصلہ:

و دارهـم مـا دمـت فی دارهـم

وارضهـم مـا دمـت فـی ارضهـم

(ان کا گھر اسی وقت تک ہے جب تک تو ان کے گھر میں ہے اور ان کی سرزمین اسی وقت تک ہے جب تک تو ان کی سرزمین میں ہے)۔ تسلیم کر لیا گیا۔ ان کی جہالت و حسد کا صحیفہ، اللہ انھیں معاف کرے، پانی سے دھو ڈالا گیا۔ سپہر صبر کی آڑ میں، جو حوادث و نوائب کے تیر باراں کے سامنے بہترین بچاؤ ہے، فرار کر گیا۔ چونکہ حاسدوں کی زبان سے کسی کے علم و فضل کی شہرت بہت جلد

ہوتی ہے۔ جس طرح نافہ یعنی مشک کی خوشبو سل بٹے پر گھسنے کی وجہ سے مشام دماغ تک زیادہ پہنچتی ہے۔ خصوصیت سے اس عہد میں کہ بازار براعت وفصاحت اور رواج فن و ہنر رو بہ فساد ہے اور علم و دانش کی فضیلت اور فضل و شرف کی طرف رجحان بھول چوک اور لغزش کی علامت اور خطا وبکواس کی نشانی بن گئی ہے، اور ابنائے زمانہ کی نگاہ کج انداز میں جہالت کی صورت اور علم کا حسن و جمال برابر ہو کر رہ گیا ہے۔ ع:

شد عقل عقیلہ، خط خطا، فضل فضول

عقل و ہوش بانجھ، خط و کتابت خطا اور علم وفضل فضول کام ہو کر رہ گیا ہے۔

اس کے باوجود زمانے کی بے نمکی اور اپنی بدنصیبی کی وجہ سے ایسی تلخ اور ناگوار شربت بسا اوقات پینا ہی پڑتا ہے۔ حسب تقاضائے حال صبر وشکیبائی کے رخ کو تسلیم ورضا کی روش اپنانی ہوگی۔ قدم تسلیم نے ضرور ناصبر کی راہ اختیار کی اور عجز و بے بسی اور ضعف و ناتوانی کا دامن تھاما۔

علی تحت القوافی من معانیها

وما علی اذا لم یفهم البقر

قوافی یعنی شعر کی صورت میں معانی کا بیان کرنا میری ذمہ داری ہے لیکن اگر گائے یعنی جانور نہ سمجھے تو اس کی ذمہ داری میرے سر نہیں ہے۔

ابنائے زمانہ کو پڑھ کر سنایا اور کہا کہ آخر اس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے؟ آخر کار دل نے اس مشکل واقعہ کو جو سراسر رنج تن اور دردسر ہے، قبول کرلیا، ابنائے زمانہ کی مذمت و ہجو گوئی میں خوش ہوتا رہا، اور سچی بات یہ ہے کہ اگر از راہ انصاف پوچھو تو:

دل بہ اندوہ مبتلاست مرا

ثبت العرش دل کجاست مرا

(میرا دل تو غم واندوہ میں گرفتار ہے، عرش اپنی جگہ برقرار ہے پر دل میرا کہاں ہے۔) آخر ایسی پراگندہ صورت حال میں صبر وشکیبائی اور خوشی وشادمانی کی روش اپنائی، اور ہر گھڑی بلکہ ہر آن، صحیفہ سینہ سے جو نہاں خانہ شفقت ومحبت اور آشیانہ رنج وغم ہے، صفحہ زبان پر یہ شعر جاری رہتا ہے:

مرا ز دانش من نیست بہرہ ای چہ عجب

ز رنگ خویش نباشد نصیب حنا را

(اگر میں علم ودانش سے بے بہرہ ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے مہندی کو بھی آخر اپنے رنگ کا کوئی حصہ نہیں ملتا)۔

اس بے ہنری کا عذر، کہ یہ حیرت انگیز دولت نصیب نہ ہوئی اور بے دانشی کی نعمت، کہ وہ عظیم سعادت ہے، میری قسمت میں نہ تھی مطلوب ہوتی ہے۔ اس لطیف نظم کو، جو دردکی نظم سے بہتر، موتی کے ہار سے خوشتر، شیریں پانی سے باریک تر اور سحر حلال یعنی بلند پایہ شعر یا نثر سے زیادہ دقیق تر ہے، اظہار حال کے دلنشین اور گلو بند کا واسطہ قرار دیا۔

گر چہ پیشت نہ کرد کس تعریف — کہ مرا چیست مایہ و مقدار
سخنم خود معترف ہنراست — چون نسیمی کہ آید از گلزار
زان چو تیغم زبان کشادہ کہ من — گوہر خویشتن کنم اظہار
من یکی گوہرم فتادہ بخاک — از سر تربیت مرا بردار
گر چہ باشد بہ نزد ہمت تو — گوہر از خاک برگرفتن عار

اگر چہ کسی نے میری تعریف تیرے منہ پر نہیں کی کہ میرے پاس کیا علمی سرمایہ ہے اور میری کیا حیثیت ہے۔ پر میرا کلام خود میرے فن کا معترف ہے جس طرح باد نسیم باغ سے نکل کر اپنا تعارف کرتی ہے۔ میں نے تلوار کی طرح اپنی زبان اس لیے کھولی کہ اپنے گوہر کا اظہار خود میں کروں۔ میں خاک میں پڑا ایک گوہر ہوں میری تربیت کے لیے مجھے اٹھا لے، اگر چہ تیری ہمت کے سامنے گوہر کو خاک سے اٹھانا شرم و عار کی بات ہو۔

شکر و شکایت کا ترک کرنا، جس کا لوگوں میں بہت کہنہ اور سوقیانہ رواج ہے اور کہاوت :ما نسجت علیہ العنکبوت ۔جس پر مکڑی نے جالا تن دیا ہے۔ کی قبیل سے تعلق رکھتا ہے اور عادت کی رو سے، جو پانچویں درجہ طبیعت ہے، بہت کم اس کا اتفاق ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے:

این فخر بس مرا کہ ندیدست ہیچ کس — در نثر من مذمت و در نظم من ہجا
لیکن چو صد ہزار جفا بینم از کسی — ناچار اندکی بنمایم ز ماجرا

یہ فخر مجھے کافی ہے کہ کسی نے میری نثر میں مذمت کی اور نہ شعر میں ہجو گوئی کی۔ لیکن

جب کسی سے لاکھوں ظلم و جبر کا مشاہدہ کرتا ہے تو مجبوراً تھوڑا بہت قصہ اس کا بیان کرنا ہی پڑتا ہے۔
اگر چہ لمبی گفتگو، کہاوت کثرة السماع مضلة للفهم۔ کثرت سے باتیں سننا فہم کے لیے گمراہ کن ہے۔ کے مطابق طبیعت کی ملالت اور اکتاہٹ اور قوت سامعہ کی ثقالت کا سبب ہوتی ہے۔

مرا شکایت بسیار و شکر اندک است
اگر چہ می نہ زنم دم ز اندک و بسیار
میان عالم و جاہل تفاوت ایں قدر است
کہ ایں کشیدہ عنان است وآن گسستہ مہار

مجھے گلہ شکایت کا موقع بہت ہے لیکن شکر کا مقام تھوڑا اگر چہ میں کمی بیشی کا دم نہیں بھرتا یا دعویٰ نہیں کرتا۔ عالم و جاہل میں بس اسی قدر فرق ہے کہ اس نے باگ کھینچ رکھی ہے اور اس نے مہار توڑ دی ہے۔

الفاسد بالفاسد و دفع الشر بمثله۔ فاسد کی فاسد سے اور شر کی دفع اسی طرح کے شر سے کرنا چاہیے۔ کے مطابق مقابلے کی راہ وروش سے انحراف کرنا پڑتا ہے اور باوجودیکہ دانشوروں نے اس سلسلے میں حسب ضرورت رخصت کا پہلو بھی نکالا ہے، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فوائے کلام کے مطابق، جو درحقیقت حکمت کا خزانہ اور تربیت کی کان ہے کہ الغدر لاهل الغدر وفاء عندالله و الوفاء لاهل الغدر غدر عندالله۔ غداروں کے ساتھ غداری کرنا اللہ کے نزدیک وفاداری ہے، اور غداروں کے ساتھ وفاداری کرنا اللہ کے نزدیک غداری ہے۔ آئینہ رائے ورویت کی صیقل ہوگئی ہے۔ جو باتیں اس مقولے کے مصداق اور اس حالت کے مناسب ہو سکتی تھیں میدان نظم و نثر کے ہوشیار سواروں کے قلائد وفرائد (نفیس مجموعوں) میں پائی گئی ہیں۔

با مرد دغا نرد دغا باید باخت
تیغ کژ را نیام کژ باید ساخت

دغاباز انسانوں کے ساتھ دغا کا شطرنج کھیلنا چاہیے اور ٹیڑھی تلوار کا غلاف بھی ٹیڑھا ہی ہونا چاہیے۔ لیکن میں نے حلم و بردباری اور تواضع وانکساری کا دامن تھامے رکھا، جو ایک پسندیدہ صفت اور مطلوبہ خصلت ہے اور جو فضیلت و متانت، حزم و احتیاط اور رزانت وثبات سے زیادہ

مناسبت رکھتی ہے جو انما اعلم ندام السفیہ ۔البتہ میں بیوقوف نادم سے واقف ہوں۔ وعظمو اقدار کم بالتواضع ۔تواضع وانکساری کے ذریعہ اپنی قدر ومنزلت بڑھاؤ۔کی کہاوت کے مطابق معقول راہ وروش نظر آئی۔و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلما ۔(جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں سلام) کے نص قرآنی کی آواز گوش عقل کو سنائی دی۔ وجرح العجماء جبار شفیع ۔گونگوں کے زخموں پر پلاسٹر یا پھاہے رکھنا ان کے حق میں شفیع ہے۔توانا وتندرست عذر خواہ، جو غفلت کی علامت اور غباوت وکند ذہنی کی نشانی سے موسوم ہے، علم ودانش کے آب حیات کے چشمہ اور خورشید فضل کے انوار کو دیکھنے سے محروم ہے۔ کیونکہ جس کی عقل کا ناتواں پرندہ نقصان تقلید کی پستی سے نکل کر کمال بینش کی بلندی اور فلک دانش کی چوٹی پر نہیں پہنچا اور اس کے دل کا طفل رضیع یعنی شیر خوار بچہ جو مادر ذکاء وزیرکی کے پستان اور دایہ فطانت وذہانت سے مکمل طور پر دودھ نہیں چھوڑا، علم وفضل کی بو اور فن وہنر کا ذوق اس کے مشام دل اور مذاق جان تک نہیں پہنچا۔ اگر دانشمندی کے حق کو، جو معانی کے ابواب پر غلبہ وبالا تری کے اسباب کا حصول ہے اور انواع واقسام کے آداب پر توانائی کے آلات کی جمع آوری ہے، ضروری اور لازمی نہ سمجھے اور علم کے محاسن سے قیمۃ کل امرء ما کان یحسنہ ۔ ہر آدمی کی قدر وقیمت اسی چیز سے ہوتی ہے جو اسے حسین وجمیل بنادے، اور شرافت گویائی المرء فی طی لسانہ لا فی طیلسانہ ۔انسان کی شناخت اس کی زبان سے ہوتی ہے ۔لباس و پوشاک سے نہیں۔کی کہاوتوں کے مطابق بے خبر ہو تو اہل دانش کے نزدیک معذور ہوسکتا ہے۔

عتاب وملامت کے شکوہ میں طوالت اور مبالغہ آرائی کے بعد اپنے جی میں کہا اہل بصیرت پر سر المرء باصغریہ ۔انسان کا راز اس دو چھوٹی چیزوں میں نہاں ہوتا ہے ۔کے مطابق پوشیدہ نہیں ہے، اور عندالامتحان یکرم الرجل او یھان ۔امتحان کے وقت آدمی کی یا عزت ہوتی ہے یا اسے ذلت ہوتی ہے۔کا فائدہ واضح ہے مع الحدیث فاعربی ۔اپنی بات بیان کرو کے اصول پر کاربند ہونا چاہیے۔خصوصیت سے مبارک دولت قاہرہ کے مقامات کی شرح وبیان کا حکم، اللہ اس کے ارکان کو استوار کرے اور اس کی بنیادوں کو قائم ودائم رکھے، نافذ ہوا۔عذر

وتاخیر کی گنجائش اور ٹال مٹول کرنے کے پٹے میں تنگی پیدا ہوگئی ہے۔ اس کے فرمان کو، اللہ اس کے حکم کو نافذ کرے۔ بجالایا جائے۔ خوش دلی سے مبارک بادشاہ کے مقام ومرتبے اور مآثر ومفاخر کی جمع آوری وتالیف اور اس کے رزم وبزم کی تحریر وتقریر کا رخ کیا جائے۔ کیونکہ اس کے فضائل کے انوار ومحاسن کے آثار، آفتاب کی فیض رسانی کی طرح، ساری دنیا میں مشہور ومعروف ہیں اور تسبیح کی طرح عوام کی نوک زبان ہیں۔ اس خدمت کو جو مکمل قسمت اور عظیم ترین سعادت ہے، اسلاف کی شرافت کا پیرایہ اور اعقاب واخلاف کا سرمایہ بنایا۔ معانی کے عروس کو لطیف عبارات اور حسین وجمیل استعارات میں جلوہ گر کیا۔ زمانے کے کان اور گردن کو ایسی نثر کے زیور سے، جو منظوم گرہ کی طرح ہے اور جس پر جانوں کو نچھاور ہونا چاہیے اور ایسی نظم کے زیور سے جو بکھرے ہوئے موتی کی طرح ہیں اور جو سلک فضائل میں پروئے جانے کے قابل ہیں، اس طرح آراستہ کیا کہ مختلف طبیعتیں ان نتائج فکر ونسائج ضمیر کی شیفتہ وگرویدہ ہو جائیں اور انوکھے ونرالے افکار وخیالات وحی کی خبروں سے مشابہت رکھیں۔ طبیعتوں کے موتی اور مدائح وستائش کے غرر (نفیس پیشانی)، خاص وعام لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف جذب کریں۔ انوکھے معانی کی باریکی اچھے الفاظ سے حسین وجمیل ہو جاتی ہے اور شیریں الفاظ کی سہولت دقیق معانی سے پایہ کمال کو پہنچتی ہے۔ لطیف مطلع اور حسن مقطع کے درمیان باہمی ربط اور نسبت برقرار رہتی ہے۔ نظام سخن کو لفظ کے اختصار اور معانی کی روشنی سے بڑی زینت اور بیکراں آرائش حاصل ہوتی ہے۔ انواع واقسام کی فصاحت وبلاغت میں دنیا والوں کی آنکھ حیرت زدہ رہ جاتی ہے، اور ان مــــن البيــــان لســـحـــرا۔ بعض بیانات میں جادو کا سا اثر ہوتا ہے۔ کا برہان شبہ کا پردہ جہاں والوں کی آنکھوں سے اٹھا دیتا ہے۔ مہارت وقدرت اور علم وفضل کی توانائی اس صنعت والوں کے نزدیک کھل کر سامنے آتی ہے۔ اس خدمت کی ابتدا 620ھ میں کی گئی۔

بطالعی کہ تولا بدو کند تقویم

اس طالع کے ساتھ، جس سے دوستی کو استحکام نصیب ہوتی ہے۔ اس درگاہ ہمایونی اور ہمت عالی کی رائے نے، جبکہ تمام مخلوق صور پھونکے جانے تک اس کے کرم کے مہمان ہوں گے، کسی بھی درمیانی آدمی اور شفیع کو وسیلہ نہیں بنایا۔

امید نوید دیتی اور آسمان خوش خبری سناتا ہے کہ اس دولت خورشید کے سایہ تلے افق اقبال سے کامیابی ضرور رونما ہوگی۔ عروس مراد آمال کے پردے سے باہر آئے گی، آرزو کا پوشیدہ چہرہ نقاب توقف میں نہیں رہے گا۔ عاجزانہ کاوش اپنے حسب علم و دانش نہ کہ شاہانہ مآثر و مفاخر کے حسب خواہ پیش ہوگی۔ حتی الامکان شاہانہ مفاخر کی قصیدہ سرائی زبان کوتاہ سے ادا ہوگی، جہاں دار بادشاہ کی مدح و ستائش کے ہار سے روز و شب کے گوش و گردن کو آراستہ کیا جائے گا اور شہر یار یعنی بادشاہ سلامت کی فتوحات کا ذکر کر کے نفس صبا اور دم سحر کو مشکیں بنایا جائے گا۔

اس حکومت کی دعا، جو بقا کے زیور سے آراستہ اور ہمیشگی کے زیور سے پیوستہ ہے، جب کمر بستہ ہوئی تو عزم جزم کیا اور عہد و پیمان کے قواعد کی از سر نو تاکید ہوئی، اور مواثیق یعنی وعدوں کی اساس از سر نو پختہ ہوئی کہ اس مقالے کو کہاوت المومنون عند شروطھم۔ (مومن اپنی شرطوں پر پورا اترتا ہے) کے مطابق رشتہ تحریر میں لایا جائے اور آخر دم تک ناظم فکر شاہانہ موتیوں کے سوا کوئی چیز سلک عبارت میں نہ پروئے اور غواص طبع شاہانہ مآثر کے دریا کے سوا کسی اور جگہ شناوری نہ کرے۔

کامرانی کی امید پختہ ہے اور یقین کی صبح صادق ہے کہ جب حکومت قاہرہ، اللہ اس کے ستون کو بلند کرے اور اس کی بلندیوں کو دوام عطا کرے، کی ہمت و حوصلہ اور صبر و شکر کی بدولت یہ کتاب زیور تحریر سے آراستہ ہوئی، تخت شاہی کے سامنے، اللہ اسے برکات سے بھر دے، استماع کے شرف اور قبول کی عزت سے سرفراز ہوئی۔ اس خدمت کی ثنا کا ستارہ ہمیشگی کے افق پر، مرکز خاک پر فلک کی گردش کی مدت تک چمکتا رہے اور بادشاہ سلامت کا نام والقاب اس مدحت و ستائش کے سکے پر دنیا کے خاتمہ اور بنی آدم کے انتہائی عمر تک باقی رہے۔ باری تعالیٰ و تقدس اس دولت و مملکت کو، جب تک باد صبا روئے زمین پر چلتی رہے اور اس عجائبات کے آسمان کے نیچے آتش آفتاب نور افشانی کرتی رہے، پائندہ رکھے اور آفتاب سلطنت مشرق اقبال و مطلع جلال سے چمکتا رہے۔

☆☆☆

فتح اجمیر

دنیا والوں نے بہ چشم خود مشاہدہ کیا کہ خداوند عالم، سلطان السلاطین، معز الدنیا والدین کو اللہ اس کے فرامین کو سربلندی نصیب کرے۔ دنیا کے مختلف ممالک موروثی اور حسبی طور پر دستیاب ہوئے، اور نسبی اور کسبی طور پر بھی ہاتھ لگے۔ دولت قاہرہ کی شان وشوکت سے، اللہ اسے دائم وقائم رکھے، تاج وتخت کو زینت ملی، ملک وملت کو جاہ وجلال نصیب ہوا، قدر ومنزلت کا پایہ رفعت وبلندی کی بنا پر کیوان کے تارک یعنی زحل ستارہ کی پیشانی پر نصب ہوا۔ زرفشاں یعنی سونا لٹانے والے ہاتھ سے بحر وکان ذخائر کے خرچ کیے۔ خاص وعام اور کمین وشریف سب شاہانہ عنایت ومہربانی کے زیر سایہ السلطان ظل الله فی ارضہ۔ بادشاہ اللہ کی زمین میں اس کا سایہ ہوتا ہے۔ کے مطابق خوشحال وفراغ بال ہوئے ہیں اور شاہی عدل وانصاف اور احسان واکرام کے گہوارے میں آسودہ حال ہوئے ہیں۔ اس امر کی برکت سے، دولت قاہرہ کا آفتاب معالی دنیا کے مشرق ومغرب تک ضیا پاشی کر رہا ہے۔ اقبال کے بڑے خیمہ فلک کمال کی چوٹی پر نصب کیے اور عرصہ مملکت امکانی حد تک وسیع اور کشادہ ہو گیا ہے۔ اس حکومت کے فرماں روا کا ہما پرندہ اپنے پر و بال اور فر وشکوہ اور اقبال وسربلندی دنیا والوں پر لگاتار کشادہ کرتا رہا ہے۔ اس کے رعب ودبدبے سے فتنہ نے سیمرغ کی طرح دنیا سے منہ چھپا لیا ہے، ظلم وجبر نے الو کی طرح گوشہ نشینی کی

خلوت اختیار کرلی ہے اور بگلا کی طرح ویران گوشے میں سر چھپالیا ہے۔ چکور باز کے پنجے کی ایذا رسانی سے محفوظ ہوگیا ہے۔ جان کا شکار کرنے والے عقاب پرندے نے فاختہ کی طرح وفاداری کا طوق گردن میں حمائل کرلیا ہے اور ناتواں کنجشک (چھوٹی چڑیا) بلبل کی طرح شاہین کی شاخ پر چہچہارہی ہے۔

اس مشتری سیرت اور خورشید طلعت (آفتاب جیسے چمکدار صورت والے) بادشاہ کی ایک خصوصیت اور فضیلت یہ ہے کہ جو آدمی اس کیوان مرتبہ درگاہ کی خدمت میں پیشانی کے بل پر پرکار کی طرح کھڑا نہ ہوا اور اس آسمان رفعت حضرت کی بندگی میں مرکز زمین کی طرح ثابت قدم نہیں رہا وہ بالآخر قہر کی تلوار سے اس دائرے کی طرح ہوگیا جس کا کوئی سرا نہ ہو۔

اس خورشید صفت ذات کے اوصاف کا بیان، جس کی عنایت اور مہربانی کا نور روز بروز دنیا کے مشرق ومغرب میں پھیلتا جارہا ہے اور جس کے شریفانہ خصائل اور محاسن کا چرچا دنیا کے گوشہ وکنار میں پہنچ رہا ہے، دوزبانی قلم کے ذریعہ محال اور عبارت آرائی کے ذریعہ ناممکن ہے۔ عام طور پر یہ معمول رہا ہے کہ دین ودولت کی مصلحت کی خاطر جس مہم کے لیے بھی انھوں نے باگ ڈور سنبھالے اور وقوع حوادث اور حدوث وقائع کی خاطر اپنے عزم مبارک کو عملی شکل دی۔ مــن صـحيح العـزيمت صاعده التوفيق ۔(صحیح عزم وارادہ توفیق بخش ہوتا) کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں اور هـو الـذي ايـدک بـنـصـره وبـالـمومنين ۔(وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مومنوں سے آپ کی تائید کی) کے دلائل سامنے آئے ہیں اور فتح وظفر کی امداد مبارک علم کے قرین وہمراہ ہوئی ہے۔اس مقدمے کی صداقت کی دلیل یہ ہے کہ جب سعید اور مبارک قسمت سے، رکاب شاہی نے ،سدا بلند رہے، اقبال کی ضمانت اور کامیابی کے زیر سایہ، 587ہجری کے شہور میں دارالملک غزنہ سے۔ اللہ اسے آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھیں ۔حرکت کی اور اسلامی لشکر تیار کیا، نصرت کے علم تائید کے ہاتھوں لہرایا اور ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ دولت اقبال کا سراپردہ یعنی بڑا خیمہ ،سدا جلال سے ملفوف رہے، بظاہر لاہور کی طرف بڑھا، اور اس علاقے کی خواہش پرشکوہ سواریوں اور ان کے معطر نعل کے گرد انگڑائی لینے لگی۔ صدر اعظم، قوام الملک، رکن الدین حمزہ کا، جو حکومت کے رکن اور مشہور ومعروف شخص ہیں اور سفارت کے رسوم

وآداب سے واقف ہیں، شاہی دربار میں، اللہ اسے مزید جلال سے آراستہ کرے، مقرر و موجود ہونا پسند آیا۔ حسن سیرت اور کمال فن میں لوگ اس کی طرف اشارہ کرتے تھے اور سب لوگوں کا اس امر پر اتفاق تھا۔ عقل کی شعاع اور ذہانت کی روشنی سے ان کو حظ وافر ملا ہوا تھا۔ وہ اجمیر کی رسالت (سفارت) پر مامور ہوئے۔ تاکہ شاید اس علاقے کے راجہ اسلحے کے بغیر ہی ہدایت پائیں اور فتنہ وفساد کی راہ وروش چھوڑ کر صلاح ودستی کی راہ اپنائے، ہوا پرستی سے نکل کر خدا شناسی کے اصول کو اپنائے، کلمۂ شہادت کے اقرار اور احکام شریعت کے قبول کو لازم تصور کرے، کفر وضلالت سے جس میں دنیا وآخرت کا گھاٹا ہے باز آجائے، درگاہ عالی، اللہ اسے سربلند کرے جو عدل وانصاف کا مدار اور سلاطین عالم کا مرکز ہے کے حلقہ بندگی کو کان میں آویزاں کرے اور اس ذریعہ سے اپنے عیش وآرام کے مواقع کو کدورت کے شائبہ سے خالی کرے۔

یہ سفیر جب خطہ اجمیر پہنچا تو حسب حکم شاہی بادشاہ سلامت کا پیغام اسے پہنچایا اور گفتگو میں خوش اسلوبی کے لوازم کی رعایت رکھی۔ لطیف ونفیس معانی سے اسے آراستہ کیا، پند ونصیحت کے موتی حسین وجمیل عبارت کی لڑی میں پروئے، وعدہ ووعید کے الفاظ کسی بھی طرح اس کافر راجہ کے دل میں جاگزیں نہ ہوئے۔ دلکش انذار (ڈرانا) واعذار (مشکل بنانا) لقد اعذر من انذر۔ (جس کو تم نے ڈرایا اسے مشکل میں ڈال دیا) کی کہاوت کے مطابق اس ظالم کے کان میں اثر انداز نہ ہوا۔ اپنی تعداد اور شان وشوکت کی وجہ سے اس کے خیال میں جہانداری کے نقوش کی آرزو کروٹ لے رہی تھی، اور ما ینفع العدۃ اذا انقضت المدۃ۔ (جب حکومت کی مدت ختم ہو جائے تو تعداد کچھ کام نہیں آتی) کے نکتہ سے غافل رہا، اور اذا جاء القضاء ضاق الفضاء۔ (جب موت کا وقت آتا ہے تو ماحول اس پر تنگ ہو جاتا ہے) کا ملطفہ (مختصر روداد نامہ) طاق نسیاں میں رکھا اور نص قرآنی وکان حق علینا نصر المومنین۔ (میرے ذمہ ہے مومنوں کی مدد کرنا) کی تلاوت نہیں کی۔ اس کی کافرانہ نگاہ میں احکام شریعت، بدعت کے خواب وخیال معلوم ہوئے اور ہدایت وضلالت کی تاریکی نظر آئی۔

جب بادشاہ سلامت کی اعلیٰ رائے پر، جو کہ عالم قدس سے موید ہوتی ہے اور اس کا نور مہر وماہ کے نور پر غالب ہے یہ بات پیش کی گئی اور اس مخذول (ذلیل ورسوا راجہ) کی باتوں کا

مضمون بادشاہ کے گوش عالی تک پہنچا تو ان کے چہرے بشرے پر تبدیلی کا اثر نمایاں ہوا، شاہانہ عزم وارادہ جو قضا وقدر کا قرین اور فتح وظفر کا ہمنشیں ہے، شرع کے فتویٰ اور عقل کے تقاضے کے مطابق، جہاد کرنے پر کمر بستہ ہوا، بادل کی طرح تیز رفتار اور ہوا سے باتیں کرنے والے کوہ پیکر گھوڑے پر سوار ہوا۔ یہ گھوڑا ایسا سبک رفتار تھا کہ کبھی پہاڑ کی چوٹی پر شکار کی طرح تیز دوڑتا اور کبھی دریا میں مچھلی کی طرح شناوری کرتا، دوڑ میں باد صبا اس کی باگ تک پہنچی تھی اور نہ رفتار میں نکبا (چوطرفی ہوا) اس کے رکاب تک رسائی حاصل کرتی۔

نصرت کی فوج داہنی جانب اور کامیابی کا حصول بائیں جانب ہمراہ لے کر اس نے اجمیر کا رخ کیا، تا کہ گوہر خنجر کو اس بدگوہر یا بد باطن کافر کے خون سے رنگین کرے، اور سنان صفت زبان سے الا ان حزب الشیطان هم الخسرون ۔ (سنو! شیطان کی جماعت ہی گھاٹے میں ہے) کے نیزہ کی صدا اس کے کان تک پہنچائی اور تیغ آتش فعل (آگ جیسا کام کرنے والی تلوار) کی آب وتاب اور چمک دمک سے اس کے جسم کو، جس کے سر میں نخوت وغرور کی ہوا بھری ہوئی تھی، خاک مذلت کے سپرد کر دیا۔ لڑائی کے دن جب غبار کا زنگ آئینہ کامرانی سے دور ہو جاتا ہے اور عروس فتح اپنے چہرے سے نقاب سرکاتی ہے، تو اہل شرک وضلالت کو معلوم ہو جاتا کہ ظلم کو دوام اور باطل کو نظام حاصل نہیں ہوسکتا۔

اہل خرد سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جسمانی طور پر کمزور تیتر شکار کرنے والے عقاب کی برابری نہیں کرسکتا، حقیر الجثہ کنجشک (ایک بہت ہی چھوٹی چڑیا باز اشہب) (سیاہ رنگ کا باز یعنی تیز رفتار) کے برابر نہیں ہوسکتی، عاجز لومڑی بپھرے ہوئے شیر کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ راتوں کو گردش کرنے والی چمگادڑ خورشید روشن تاب کے چشمۂ پرنور کی تاب نہیں لاسکتی۔

اجمیر کے راجہ کولا (اجمیر کے راجا کا نام) کو جس کی جنگجوئی اور بہادری کا چرچا دور ونزدیک تک لوگوں کے کان میں پہنچ چکا تھا، جب بادشاہ کے مبارک علم اور منصور ومظفر سواریوں کے پہنچنے کی خبر ملی، فوراً ہی جنگ وجدل اور مقابلے کی غرض سے پیش قدمی کی۔ جنگی پوشاک اور ہتھیار سے لیس ہو کر میدان کارزار سے متعلق اسباب اور امور کو ترتیب دے کر ایک ایسے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا جس کی تعداد خیال کے نگارخانے میں نہیں سما سکتی اور جس کے سپاہیوں کی تعداد کی

تصویر قوت واہمہ نہیں کھینچ سکتی تھی، جس کے میدان جنگ کے صحن کو توڑنے کی شکل سے فہم وفراست کا مہندس یعنی انجینئر عاجز تھا، جس کے معرکہ کے طول وعرض کی شاہراہ پر اس کے فکر کی گز نہیں ہوتی تھی۔ سارے فوجی، آلات جنگ، اسلحے کی کثرت اور شان وشوکت کی بدولت مارے غرور کے پھولے نہیں سماتے تھے۔ کثرت تعداد کی بدولت انھوں نے کوہ وصحرا پر قبضہ کر رکھا تھا۔ صبا کی سانس سینہ فضا میں ٹوٹ کر رہ گئی۔ کچھ لوگ دریا کی طرح زرہ پوش تھے تو کچھ لوگ آسمان کی طرح جوشن (زرہ بکتر) پہنے تھے۔ سب زحل ستارہ کی طرح کینہ وعداوت سے بھرے، مشتری کی طرح مغفر یعنی آہنی خود پہنے، برجیس کی طرح کمان لیے، بہرام کی طرح تلوار ہاتھ میں لیے، خورشید کی طرح ڈھال لیے، زہرہ کی طرح رود باجا ساتھ لیے تھے، ان کا رود باجا روئین (آہنی بانسری) کی طرح تھا، عطارد کی طرح قلم لیے لیکن ہر ایک کا قلم تیر وزوبین (دوشاخوں والا چھوٹا نیزہ) تھا، ماہ کی طرح دور افتادہ لیکن لشکرگاہ کی صف پر موجود تھے۔

کوے جیسے سیاہ چہرے والے دشمنوں نے سفید ہاتھیوں کے کوہان پر سوار ہو کر انکس مارنا شروع کیا، گویا تارکول کے دریا سے نیل پہاڑ پر لہریں اٹھ رہی ہوں یا سیاہ بادل ہوا کے براق کی پشت پر سوار ہو کر رعد کی طرح گرج رہا ہو، اور صندوق سے شل یعنی چھوٹے نیزے رزم گاہ کی فضا میں اڑ رہے تھے، تیر کمان سے اولہ اور بارش کی طرح چلا رہے تھے، آبی رنگ کے پیکان یعنی برچھی اور بھالے کی انی کے زخم سے سنگ دسندان (لوہا) کے دل میں آگ لگا رہے تھے، جنگی ہاتھیوں کے آئینے بجلی کی طرح آنکھوں کو چکاچوند کر رہے تھے اور ان کی چنگھاڑ سے بجلی سی چمک رہی تھی۔

ایسے جرار لشکر اور انگنت سپاہیوں کے مقابلے پر اسلام کے انصار ومددگار نے، جس کا ہر ایک فرد پیکان کی نوک سے کیوان ستارہ کے سر سے ٹوپی اتار لیتا تھا اور بھالے کے سرے سے سیمائی قبے والے آسمان کے سر سے سنہرے آفتاب کو اچک رہا تھا، ہوا کے جھونکے کی طرح، ایک ہی جنبش میں کفر کے قلعوں کو خاک بوس کر رہے تھے اور آگ کی طرح، ایک ضرب میں پہاڑ کی چوٹی سے پانی کا چشمہ جاری کر رہے تھے۔ میدان جنگ کے صحن پر آہنی پہاڑ کی طرح ان کو کھینچتے تھے اور ابر پیکر ژندہ پیل (بڑے ڈیل ڈول والے ہاتھی) تھے، جن میں سے ہر ایک میدان جنگ میں ہوا اور آگ کی طرح دوڑ رہا تھا۔ بہادروں کے خون سے بلور نما لشکر کے

ساتھ یاقوت مذاب (پگھلا ہوایاقوت) کو بہا رہا تھا،اورزبرجد صفت سبز سونڈ کولعل ومرجان کی طرح سرخ کر رہا تھا۔ یہ لوگ یعنی اسلامی لشکر جھول اورعماری یعنی ہودج سجائے ہوئے تھے اور ہرلحہ انتہائی خشم اور غصے وعداوت سے کمندخرطوم سیم سیما یعنی چاندی جیسے زرہ کے نیچے سے نمایاں کر رہے تھے۔کبھی چوگان کی طرح،گویا آسمان کا گیندا چک لیں گے اور کبھی کنڈلی مارے ہوئے اجگر کی طرح گویا آسمان کواپنے سانس سے کھینچ لیں گے۔

فوج کے میمنہ میسرہ یعنی دائیں بائیں بازو اور قلب یعنی وسطی بازو جنگجو اور بہادر سپاہیوں سے آراستہ تھے۔ میدان کارزار میں سبز چھتریاں سنہری معلوم ہو رہی تھیں۔علم کا سرا آتشیں بھالے کی طرح چمک رہا تھا۔ نشان کے اژدہے ہوا کے جھونکے سے جنگی شیروں (سورماؤں) کی طرح خودآپ پر پیچ وتاب کھا رہے تھے،علم مقابلہ کرنے والوں کی طرح کینہ وعداوت کا پوشاک زیب تن کیے ہوئے تھے۔گویا میدان جنگ گھوڑوں کی ٹاپ سے سیلاب کی طرح رواں تھا۔معرکہ کارزار کا ماحول جوشن پوش یعنی جنگی لباس پہننے والوں اور زرہ پوش فوجیوں سے سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔نقارے کی آواز اور بگل کی پھونک سے اس بات کا اندیشہ ہو رہا تھا کہ دائرہ فلک اپنی حرکت موقوف کردے گا اور مرکز خاک جاری پانی کی طرح بہنے لگے گا۔ جنگ کی آگ سے بپھرے ہوئے شیر کا پتہ پانی ہو رہا تھا۔نبردگاہ کی گرد سے فضا کا چہرہ لپٹے ہوئے سانپ کی طرح ہوگیا تھا۔عقاب اجل دشمنوں کے مرغ روح کوقہر کے پنجوں سے اچک رہا تھا،اور مارے دہشت کے بہادروں کی جان ان کے جسم میں اسی طرح کانپ رہی تھی جس طرح بید کا پتہ ہوا سے اور آفتاب کا عکس پانی میں کانپتا ہے۔

اسلامی فوج کے سرداروں نے مخالفان دین کے سامنے نعرۂ تکبیر بلند کیا،اور آیت نصر من اللہ وفتح قریب ۔اللہ کی طرف سے مدد اور فتح قریب ہے۔سے مدد لے کر اپنی کاوشوں کا سلسلہ جاری رکھا۔کچھ روئے زمین پرآگ کی طرح تیر برسا رہے تھے،کچھ جس طرح ہوا سے پانی کا چھڑکاؤ ہوتا ہے کمان برسا رہے تھے، مجاہدوں کی تلوار کی چمک سے بادل کی طرح خون برس رہا تھا، اور زمرد پیکر خنجر دشمنوں کی رگوں سے بسد یعنی مرجان کی طرح سرخ خون بہا رہے تھے اور مینائی چہرہ سرخ شراب سے آلودہ ہو رہا تھا۔گویا نیلوفر (ایک قسم کا پھول جو دوا کے طور

پر استعمال ہوتا ہے) پر عرق قم (ایک بڑا درخت جس کا پتہ زخم بھرنے میں لگایا جاتا ہے) نے ہلہ بول دیا ہے۔ یا سبزے کا رخ لالہ رنگ کے سرخ آنسوؤں سے ڈھل گیا ہے اس کے دلوں سے ارغوان یعنی لال رنگ کا خون ظاہر ہو رہا تھا، اور طوطی کے شہپر پر کبک دری (پہاڑی چکور) کی آنکھ نمایاں ہو رہی تھی۔ زخم کی آگ سے صاعقہ کی طرح انسانوں اور ہاتھیوں کو نذر آتش کر رہا تھا۔ خون کی بارش سے جنگجوؤں کی خاک سیراب ہو رہی تھی۔ فضا کا آئینہ نبرد گرد و غبار سے صاف ہو رہا تھا۔ خنجر، جو دشمنوں کی روح کا مقناطیس تھا، چمک دار گوہر کی وجہ سے الماس شکل جیسے سخت پیکروں پر چیونٹی کے پاؤں جیسے معلوم ہو رہے تھے اور صفحہ مینا نشان پر مکھی کے پر جیسے لگ رہے تھے۔

نیزہ کے خوف سے جو گویا سنہرا سانپ ہے، مچھلیاں دریا کی گہرائیوں میں سیمیں جوشن (سفید جنگی لباس) پہنے تھیں۔ بھالا، جو گویا اژدہے کی زبان ہے، منہ پر ڈھال لگائے زرہ کی آنکھ سے خون کے چشمے بہا رہا تھا اور جگر دوز (جگر کو سی ڈالنے والا) تیر، دشمن دین کو ترکش بنائے ہوئے تھا۔ جب نگاہ آنکھ میں اور عقل دماغ میں جاں گزیں ہوتی ہے، ورزی صفت سوار کو زین پر اور پیادہ کو زمین پر سے ڈال رہا تھا (ڈھیر کیے دے رہا تھا)، اور خارہ صفت (انی کے کانٹے سے جنگی ہاتھیوں کے جسم کو خار پشت (جنگلی خاردار چوہا) کی طرح کیے ڈال رہا تھا۔ معصفر یعنی زرد رنگ کا چشمہ کوہ نیل سے رواں کر رہا تھا، گرز گراں (بھاری بھرکم گرز) کے زخم سے پیٹھ کی ہڈی کا منکا بھاری بھرکم ہاتھیوں کی پشت سے پیٹ میں داخل کر رہا تھا۔

ہندوستان کے باغی میدان کارزار سے پشت پھیر کر بھاگ رہے تھے اور تابڑ توڑ حملے کی وجہ سے کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ تیز رفتار گھوڑوں کے نعل اپنی ٹھوکروں سے سخت پتھر سے آگ بھڑکا رہے تھے، زمین جزع (سیاہ و سفید رنگ کے پتھر جس پر مختلف رنگ کے نقطے ہوتے ہیں) رنگ یعنی مختلف رنگ کی زمین سے گرد اڑا کر فیروزہ فام آسمان پر پہنچا رہے تھے، گھوڑوں کے کھر رات جیسے سیاہ رنگ ہندوؤں کے خون سے، جو مرے ہوئے کوؤں کی طرح ایک دوسرے پر پڑے تھے، لعل پیکر یعنی سرخ ہو رہے تھے۔ گویا زبر جد رنگ کے عقیق کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھے۔ لوہا سرمئی رنگ کا ہو گیا تھا اور جان دماغ میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔ خدائی تقویت اور آسمانی تائید سے شاہجہانی اقبال کا علم بلندی پر لہرانے لگا تھا۔ ہدایت کے نور بخش اجسام روشن

ہوئے اور اسلام کے سایہ گستر جھنڈے بلند ہوئے اور پردہ غیب سے وما النصر الا من عند الله العزیز الحکیم۔ مدد تو خدائے عزیز وحکیم کی طرف سے ہی آتی ہے۔ کالطیف مفہوم نمایاں ہوا۔

ایک لاکھ تیز رفتار اور ہواؤں سے باتیں کرنے والے سوار تیغ آبدار کے ذریعہ جہنم رسید ہوئے۔ خنجر کا نیلوفری صفحہ یعنی سفید حصہ بدگو ہر دشمن کے خون سے آلودہ ہوا۔ دشمنی وعداوت کا میدان اور زمین کے نشیب وفراز لالہ پھول کے باغ کی طرح سرخ پوش ہو گئے۔ اس لشکر جرار کا حال کچھ ایسا ہوا جن کو باری تعالٰی نے قرآن پاک میں ذکر کیا ہے اور جس کی اپنی کتاب مصحف مجید میں اس کی خبر دی ہے۔ فجعلناها حصیدا کان لم تغن بالامس۔ (ہم نے اسے ایسا چورہ چورہ کر دیا گویا کل وہاں کوئی آبادی ہی نہ تھی)۔

اجمیر کا راجہ، جس نے اپنے دل میں کبر وغرور کی روش اپنا رکھی تھی، عناد ودشمنی پر کمر بستہ تھا اور سرکشی کی باگ ڈور شیطان کے ہاتھ میں دے رکھی تھی، جنگ کے دوران قید ہوا اور اپنے کرتوت کا وبال اس کی جان پر پڑا۔ فذاقت وبال امرها وکان عاقبة امرها خسرا۔ یعنی اس نے اپنے کرتوت کے وبال کا مزہ چکھا اور اس کا آخری انجام گھاٹا تھا، اور شاہی فرمان کے دبدبہ وشکوہ سے، جو صدا نافذ ہوتے رہیں، شاہی خدمت میں جزیہ دینا قبول کیا۔

شاہی لطف وعنایت چونکہ غیر محدود اور بیکراں ہے قیدیوں کی بے بسی کے بعد آیت لا تثریب علیکم الیوم۔ آج تم سے کوئی بدلہ نہیں لینا ہے۔ کا خط قیدیوں کے صفحات احوال پر کھینچا۔ ہر ایک کے جرم کو عفو ودرگذری کے دامن میں چھپایا، اور اذا ملکت فاسمح۔ جب تم مالک ہو جاؤ تو معاف کر دو، کے حسب حکم سب کو حریم عدل اور نعیم احسان میں جگہ دی (یعنی انصاف سے پیش آیا اور ان پر احسان کیا) اور از راہ صدق وصفا وخلوص وصمیمیت خدائے تعالٰی کا، اس کی قدرت عظیمہ اور اس کی قدرت عام ہو، ایسی عظیم فتح کے حصول اور زبردست عطیہ کی دستیابی پر، جس سے باغ حکومت کا پودا تر وتازہ ہو گیا اور بوستان مملکت کا سرو سرسبز وشاداب ہو گیا، سجدہ شکر ادا کیا اور خشوع وخضوع کے وظائف میں اضافہ کیا۔ بندگی اور رسوم پاسداری کی ادائیگی میں اپنی کمزوری کے اقرار پر، جو فضل الٰہی کے فیض کا مثمر اور مزید انعام واحسان کا موجب ہے لئن شکرتم

لازیدنکم۔ تم شکر کرو گے تو اور زیادہ عطا کریں گے، پر ثابت قدم رہا۔

یقیناً ان پسندیدہ خصائل اور حمیدہ شمائل کی برکت سے، جن کی وجہ سے دنیا کے سلاطین سے ممتاز ہی نہیں بلکہ ان فرمانرواؤں کا مقتدا اور پیشوا ہے، ملک کے احوال میں روزانہ خدائی لطف وعنایت کے آثار نمایاں ہیں۔ خاص وعام سب اس کے عدل وانصاف اور احسان واکرام کے گلستاں میں بلبل کی طرح ثناگستری کر رہے ہیں، سوسن کی طرح سیکڑوں زبان سے مملکت کو دعائیں دے رہے ہیں اور نرگس اور پیل گوش (گلِ سوسن وگلِ نیلوفر) کی طرح آنکھیں کھولے اور کان لگائے ہیں تاکہ اس کے قہر وغضب کی آندھی دشمن کے پیراہن وجود کو قبائے گل کی طرح پارہ پارہ کردے، اس کی زندگی کے میوہ کو، شگوفہ کی طرح زمین پر گرائے۔ اگرچہ چند روز باغ مراد میں لالہ پھول کے روپ میں چہرے سے خوشی کی آگ روشن کرے (خوشی ومسرت کا اظہار کرے) اور نیلوفر پھول کی طرح غفلت کے دریا میں غوطہ لگائے، آخر کار شہاب صفت بھالے سے اس کی زبان کے نیزے کو بنفشہ کی طرح گدی سے باہر کھینچ نکالے گا، اور ضمیرانی تلوار سے اس کے شنبلید (ایک قسم کا پودا جس کے پتے پیاز کی طرح ہوتے ہیں) جیسے چہرے سے خون کا چشمۂ ارغوانی رواں کردے گا۔

اس عظیم حکومت کے حصول کے بعد، جسے ایزد سبحانہ تعالیٰ نے عطا کی منصور ومظفر لشکر نے، اللہ اس کی مدد کرے، مراد کی باگ ڈور اجمیر کی طرف موڑ دی اور روزافزوں خدائی اقبال سے، اللہ اس کے جلال کے سائے کو مشرق ومغرب تک پھیلائے، تیز رفتار اور آتشیں نعل والے گھوڑوں پر، جو چٹان کو توڑنے والے نعل سے زمین میں شگاف ڈال رہے تھے اور پانی کی لہروں سے اوج افلاک پر گرد اڑا رہے تھے، چند ایسے بیاباں طے کیے کہ براق باد اس کی بساط خاک کو آسانی سے طے نہیں کرسکتا تھا اور تیز پرواز شاہین شہپر کے زخم کی وجہ سے اس کی آتشیں فضا سے دشواری سے گزر سکتا تھا، انتہائی حرارت کی وجہ سے پانی مچھلی کی آنکھوں میں ابل رہا تھا، زمین آفتاب کی تمازت سے گرم زہریلی پوشاک پہنے تھی۔ ہوا کی گرمی ہاویہ (جہنم کی چنگاریوں) کی خبر دے رہی تھی۔ پانی کی حرارت حمیم یعنی گرم پانی کے مزاج کو بیان کررہی تھی۔ گویا زمین جل کر آذر یعنی آگ کی طبیعت اختیار کرچکی تھی، تپتی ہوئی ریت نے اجمیر کے یاقوت کا رنگ اپنالیا تھا۔

مبارک علم کا چاند، جس سے شاہ گردوں یعنی آفتاب عاریتاً کسب نور کرتا ہے، جب

طالع سعید اور اختر مبارک کے ساتھ خطہ اجمیر پر طلوع ہوا، تو غنائم کی کثرت سے ایسا لگ رہا تھا کہ گویا سمندر اور پہاڑوں کے پوشیدہ خزانوں کے دروازے کھل گئے ہیں، اور یہ علاقہ خورشید قدر اور جمشید فر بادشاہ کے جود و کرم سے تونگر ہو گیا ہے۔

باغ و راغ کے صحن نے سترنگی ریشمی لباس زیب تن کر رکھا تھا، کوہ و صحرا کے چہرے نگار خانہ چین کے لیے باعث رشک ہو گئے تھے۔ گویا مے نوش نرگس محبوب کے سامنے نشاط و سرور کا ساغر ہاتھ میں لیے کھڑی ہو، پھلوں سے لدے ہوئے پھولوں نے محبوب کی مشکبار زلف کی خوشبو چرالی ہو، گلزار کی تر و تازگی کے آثار نعیم جنت کو احسان مند کیے ہو۔ سداب (باریک پتے والے پودے) رنگ کے آسمان نے نرگس کی طرح اس کے نظارے پر آنکھیں وا کر رکھی تھیں۔ رضوان یعنی داروغۂ جنت، تر و تازہ پھولوں کی لطافت کی بدولت حیرت سے دانتوں تلے انگلی کاٹ رہے تھے۔ حوریں پورے سرسبزہ والی مینا کی عنایت کی وجہ سے، مہد بصر یعنی آنکھ کے ڈھیلے سے، یاقوت رواں کیے ہوئے تھیں (یعنی خون کے آنسو رو رہی تھیں)۔ گویا کلیوں کے زیور سے باغ و راغ کے صحن کی سجاوٹ کردی ہو، اور انواع و اقسام کے لطائف و بدائع سے سعود فلک (آسمان کی خوش بختیاں) ایک جگہ ملے ہیں۔ انواع و اقسام کے خوشبودار پودوں کی بدولت، بہشت کا ایک روضہ اس دنیا میں بھیج دیا ہو۔

صبح کی باد نسیم نے صحن باغ کو خوشبو سے بسا دیا، باد صبا نے چمن باغ میں عود جلا دی، جان پرور شمالی ہوا ٹیلے سے اپنے دامن اور آستین میں یاسمین پھول اور عنبر تر (ایک خوشبو کا نام) لیے جاری ہے، اور نسرین (سفید خوشبودار پھول) کے کنارے سے نرگس کے زریں ساغر اور سرخ پیالے میں لالہ عبیر (ایک خوشبو جو صندل اور گلاب سے ملا کر بناتے ہیں) گرا رہی تھی۔ صحرا کا لباس سنبل (خوشبودار گھاس) اور بنفشہ پھول کی زلف سے مشکیں یعنی سیاہ رنگ کا ہو گیا تھا صبح کی صدری گل و لالہ کے قبا سے رنگین ہو رہی تھی سوسن آزاد (آسمانی رنگ کا ایک سفید و نیلا پھول)، دین و دولت کے دشمنوں پر سیمیں خنجر چلا رہا تھا، صحرا نشیں لالہ آتشیں زبان سے روئے زمین کے بادشاہ سلامت کی مدح و ستائش کر رہا تھا، گویا کسی لعل پیکر کا چہرہ سرخ شراب سے دھو دیا ہو اور ابر درفشاں (موتی بکھیرنے والے بادل) نے ساقی کے ہاتھ سے گراں شراب نوش کیا ہو۔ موسم بہار

کی خوشبو سے ہوا محبوب کی زلف کی طرح معطر ہو رہی تھی، بساط خاک ہرن کی ناف کی طرح مشکیں یعنی سیاہ رنگ مشک خوشبو سے بسی ہوئی تھی۔ دست قدرت نے مشاطہ (بناؤ سنگار کرنے والی عورت) کی طرح عروس باغ کو حسن و جمال کے زیور سے بنا سنوار دیا تھا اور باغ کے لعبتوں (گڑیوں) کو زنگاری پوشاک میں جلوہ گر کر رکھا تھا، گویا پرندے اس کے باغ میں سبحان من احسن کل شئی خلقه۔ (پاک ہے وہ ذات جس نے جو چیز بنائی کیا خوب بنائی) کی داستان سرائی کر رہے تھے اور کمال شوق سے زبان صدق بیان، معانی کو نظم کا روپ دے رہی تھی، اور زلال یعنی شیریں پانی کے چشمے نظافت میں کوثر کی خصوصیت بیان کر رہے تھے، انتہائی صفائی کی وجہ سے تاریک رات میں سنگریزے اس کی گہرائی میں نظر آتے تھے۔ گویا انتہائی عذوبت و شیرینی کی وجہ سے اس کے چشمے سلسبیل کا مزاج اپنائے تھے، اور انتہائی موافقت کی وجہ سے آب حیات کی خاصیت اس میں پیدا ہو گئی تھی۔ کبھی چشم بادل سبزہ کے فرش پر موتی اور گوہر نچھاور کر رہی تھی اور کبھی دست ہوا تالاب پر جوش خطابی یعنی بناوٹی لہر پیدا کر رہے تھے اور جعد زنگی (حبشی کی گھنگریالی زلف) کی طرح داؤدی زرہ نمایاں کر رہے تھے۔

شہر اور اس کے اطراف و نواحی اگرچہ حسن انوار اور لطف ازہار سے بیحد آراستہ تھے، آب و ہوا کی تازگی اور درختوں اور چشموں کی بہتات کی وجہ سے بڑا لطف آ رہا تھا۔ بادشاہ سلامت کی تشریف آوری اور موجودگی کے نور سے وہ اور زیادہ سج دھج گئے تھے اور اس کی رونق و بہجت اور تازگی و طراوت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ صبح کامرانی کی سفیدی افق مراد سے نمایاں ہونے لگی۔ میکدوں کی بنیادوں میں خرابی پیدا ہوئی، بتوں کے معابد مساجد اور مدارس میں بدل گئے، اسلامی احکام اور شرعی رسوم کا چلن ہونے لگا۔ خلیج العذار یعنی بے لگام گھوڑا جیسا فتنہ کبریت احمر یعنی خالص سونا اور اکسیر اعظم کی طرح ناپید ہو گیا، دنیا میں گردش کرنے والے حادثہ کو عرصہ ہند سے منہ کی کھانی پڑی، جفا پیشہ لوگوں کا ظلم وفا اور عنقا کی طرح اس علاقے سے روگرداں ہوا، اور بیدادگر عقاب نے جور و ستم کے نشیمن خالی کر دئے۔ ویرانے کے عادی الو نے شہباز قہر کے جلاجل (گھنٹیوں) کی آواز سن کر کنارہ کشی کر لی، دلکشا عدل و انصاف نے امن و سلامت کی باگ ڈور سنبھالی اور سبک روح انصاف نے مرکب مسرت کی رکاب تھام کرا سے دوام کے زیور سے

آراستہ کیا اور کسی مخلوق میں شر وفساد کی قوت اور عناد وعداوت کی سکت نہ رہی۔

اجمیر کے راجا نے اگر چہ لطیف حیلے بہانوں سے دہاڑنے والے شیر یعنی بادشاہ سلامت کی شوکت وصولت سے رہائی حاصل کر لی تھی، اپنے باریک مکروفریب سے شاہ جہانگیر کے تلوار سے امن وامان کا خواستگار ہوا۔ لیکن قدیم عدول حکمی اور دشمنی کے دواعی دل میں چھپائے بیٹھا تھا۔ ظاہری ریاکاری، منافقت اور مکروفریب کی راہ سے باطن کے خلاف اپنے کو پیش کیا، سینہ کی ڈبیا میں مسلمانوں کے کعبتین یعنی پانسے کو ٹیڑھا رکھا (ایسا منصوبہ بنایا جو مسلمانوں کو نقصان پہنچائے)، عجز و بے بسی کی حیرت میں دغا و بے وفائی کا نرد (گوٹ) گنوا بیٹھا، خون ہونے کے بدلے میں بے انتہا مال دیا اور نیرنگ سازی کے پردے میں نقد نفاق چھپائے رکھا۔

اس تاریک دل راجا کا جب ضلالت پر اصرار واضح ہو گیا، کینہ وعداوت کے وہ آثار جو سینہ میں چھپائے بیٹھا تھا اس کے چہرے بشرے سے نمایاں ہوئے اور اس کے خبث عقیدت کی کیفیت کی خبر بادشاہ سلامت کے کان تک پہنچی، تو فرمان اعلیٰ، اللہ اس کے فرمان کو بلندی بخشے، سزا کے اجرا کا جاری ہوا، اور الماس رنگ کی تلوار سے اس کا سرتن سے جدا کر دیا گیا، ظلم وشرک کا وہ پودا جو اس نے گمراہی کی زمین میں لگایا تھا اور ایک مدت تک آب غفلت سے اس کی سنچائی کی تھی، اس کا پھل اسے ملا اور مکروفریب اور بغاوت وسرکشی کا انجام اسے بھگتنا پڑا، کہ حکم ہے۔ **ولا یحیق المکر السئی الا باھلہ**۔

سچی بات یہ ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں اگر ایک بدخواہ دشمن:

پیکان بہ قبضہ در کشد از بہر کین او
از سوی زہ خدنگ بیرون پرد از کمان

کینہ وعداوت کی خاطر اگر وہ قبضے کے اندر انی لگاتا ہے تو دوسری طرف تیر کمان سے باہر آجاتا ہے۔

راجہ کا بیٹا رائے پتھورا، جس کے آداب واطوار میں مردانگی کے دلائل اور فرزانگی ودانشوری کے آثار نمایاں ہو رہے تھے اور اس کی حرکات وسکنات سے رشد وہدایت اور خیر وصلاح کی علامتیں نمایاں ہو رہی تھیں۔ اجمیر کی صوبہ داری پر مامور ہوا۔ باپ کا منصب اس کے حوالے

کرنے میں، باوجودیکہ فرشتہ اور شیطان میں فرق کرنا ضروری ہے اور نور وظلمت کے درمیان تمیز کرنا لازم ہے، نص قرآنی: ماننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها۔ (سورہ بقر آیت: 106) ''ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے یا اسے نہیں بھلاتے مگر یہ کہ اس سے بہتر یا اسی جیسی آیت لاتے ہیں۔'' کے حسب اقتضا عمل کیا جانے لگا اور مجلس اعلیٰ میں، سدا سر بلند ہوتی رہے، اسے انواع واقسام کے مزید اعزاز واکرام سے نوازا گیا۔ تاکہ ابواب عدل وانصاف کی کشادگی میں ان خاص بندوں کی اقتدا کریں جن کے احوال پر مبارک حکومت اور مشتری سعادت کے سائے میں نظر رکھتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے وجود سے قدر خورشید اور مرتبہ کیوان پایا ہے۔

شاہی عنایت ومہربانی کے فیض سے وہ ہر روز بیش از بیش بہرہ مند ہوتا تھا۔ درگاہ معظم اور بارگاہ مکرم، اللہ اس کی عظمت وکرامت کو برقرار رکھے، کا پرورش یافتہ اور شاہی اخلاق حمیدہ اور آداب پسندیدہ سے، جو دنیا والوں کے واسطے ایک مکتوب قصہ اور ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں، آراستہ ہوا نیز عمدہ شاہی آداب واطوار سے، جس کی تاریخ مرور زمانہ کے ساتھ سدا چہرۂ روزگار پر باقی رہے گی اور مجد وبزرگی کی کتابوں اور رسالوں میں اس کا چرچا ہوگا، آراستہ ہوا اور اسے دھیرے دھیرے بندگی کے موقف سے نکل کر شہر یاری کے درجے اور جہاں داری کے مرتبے پر پہنچایا اور زمانے کے سرداروں اور بادشاہوں کے سامنے ترقی کی منزلیں طے کیں اور ان کی پیشانی تاجدار کی زمین خدمت اور آسمان طاعت پر رگڑی۔

☆☆☆

فتح دہلی

(اللہ اس کے اقبال کی حفاظت فرمائے)

بادشاہ سلامت کا خاطر خطیر، اللہ اسے سکون سے رکھے، ادھر کے مہم اور اس کے نظم ونسق سے جب فارغ ہوا تو اقبال وحکومت کی ضمانت اور تائید ونصرت کے سائے میں مراجعت کی اور مظفر ومنصور سواریاں، جو پروانے کی طرح جنگ کی شمع کی حریص تھیں اور سمندر (کیڑے) کی طرح آتش جنگ کی شیفتہ تھیں دہلی کی سمت میں، جو ہندوستانی علاقوں میں ام البلاد کی حیثیت رکھتی ہے، متوجہ ہوئیں۔

☆☆☆

صفت قلعہ

شاہی علم، اللہ اسے بلند رکھے، جب دہلی کے قلعہ تک پہنچا، اس قلعہ کی رفعت بادشاہی قدر و منزلت کی طرح کیوان یعنی زحل ستارہ کی بلندی سے بھی آگے نکل گئی تھی اور اس کی بنیاد دولت قاہرہ کی اساس کی طرح پختہ تھی تو عقل کا مہندس اس کی ساخت کا اندازہ لگانے سے عاجز رہ گیا، تماشائی کی آنکھ نے اقالیم سبعہ یعنی سات براعظموں کے طول وعرض میں اس کی نظیر نہیں دیکھی۔ اس کی بلندی سے پروین کے ہار کی کیفیت دائرہ سپہر سے آئینے کی طرح نمایاں ہو رہی تھی۔ مہرہ ہائے کواکب کی صورتوں کی حقیقت سیمائی بساط یعنی سفید فرش پر دکھائی دے رہی تھی۔

اسلامی فوج نے فتح و نصرت کا علم اٹھا رکھا تھا اور کامیابی کی تلوار سوت رکھی تھی، دائرے کی طرح قلعہ کا گھیراؤ کر لیا تھا، نقطے کی طرح مخالف فوج کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا، اور قہر کے کمان سے عقاب کی طرح جگر دوز تیر کو میدان کارزار کی فضا میں پرواز دے رہی تھی، دشمنوں سے مرغ روح کا تعلق قالب کے قفس سے جدا کر رہی تھی اور آسمانی رنگ کے بھالے سے خون کا سیلاب معرکہ کارزار میں بہا رکھا تھا۔

اس قلعے کے سرداروں کو اچھی طرح سمجھ میں آ گیا کہ بادشاہ کی تلوار سے اگر امن طلب نہ کی اور اختیار و مصلحت کی باگ ڈور شیطان کے ہاتھ میں دے دیا، تو فساد و بگاڑ کے دواعی کا تدارک

ممکن نہیں اور دہلی کی صورت حال بھی اجمیر کی طرح ایسی ہو جائے گی جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

اذا رئت اختها بالامس قد خربت

کان الخراب لها اعداء من الجرب

جب اس نے اپنی بہن کو کل ویران ہوتے ہوئے دیکھا تو اسے بھی ویرانی دشمن نظر آئی۔

شاہی رعب وداب اور شوکت وصلابت کی وجہ سے دہلی کے راجا اور اس کے اراکین نے اپنا سر بندگی کی لائن اور اپنا قدم فرماں برداری کے دائرے میں رکھ دیا اور مال گزاری یعنی زمین کا لگان ادا کرنے کے شرائط اور خدمت گزاری کے مراسم انجام دیے۔

خدائے عزاسمہ کی تائید سے مشرق اقبال سے صبح پیروزی نمودار ہوئی اور کامیابی کے پرچم چاند کی بلندی تک لہرانے لگے، تیر دبیر ستارہ عطارد جو منشی کی حیثیت رکھتا ہے) نے ناہید (زہرہ ستارہ) اور خورشید کے گورے رخ پر فتح نامہ کندہ کر دیے، اور مریخ فام خنجر سے، جو سعد ونحس اکبر کے موافق مخالف سمت پر واقع ہے، سپاہیوں کے سر طاعت وفرماں برداری کے حلقے میں آ گئے یعنی بندگی کا طوق گردن میں ڈال لیے، آبدار تلوار سے شر وفساد کی آگ فرو کر دی اور کینہ وعناد کی گرد بٹھا دی۔

عنان صواب اب حضرت غزنہ کی طرف موڑ دیا، اللہ اسے سعادتوں سے شاداب کرے اور اپنی عنایتوں سے نوازے اور منصور ومظفر پرچم کا رخ سریر سلطنت کے مستقر اور عز د جلالت کے مرکز یعنی راجدھانی غزنہ کی طرف کر دیا گیا، روز افزوں اقبال وسازگاری کے مقام میں فروکش ہوا اور مساعد قسمت نے ہفت اقلیم کے ممالک اس کے حوالے کر دیے۔

دہلی کے حدود میں واقع موضع اندپت کے مقام پر فوجی پڑاؤ بنایا گیا، بہت سے فوجیوں کی مزاحمت کی وجہ سے اس کشادہ زمین کا میدان حلقہ خاتم اور سوئی کے ناکے سے زیادہ تنگ معلوم ہوتا تھا۔ بے شمار لشکر کے ٹکراؤ سے اس عظیم صحرا کا صحن چیونٹی کی آنکھ اور سانپ کے غلاف چشم سے چھوٹا نظر آتا تھا۔

☆☆☆

صوبہ کہرام اور سامانہ کا تذکرہ

قلعہ کہرام اور سامانہ کا صوبہ، جس کی سرحدوں کے مصالح کی بادشاہ سلامت کے منور ضمیر کو زیادہ فکر سوار تھی اور ان کے خاطر عاطر کی توجہ وہاں کے حالات میں نظم ونسق پیدا کرنے پر مرکوز تھی، سپہر مملکت کے خورشید، افق رفعت وبلندی کے ماہ، فلک دولت کے مشتری، نگین سعادت وخوش بختی کے واسطۃ العقد (بڑی موتیوں کی لڑی) صدف کامگاری کے موتی، خداوند سلطان معظم، صاحبقران عالم، شہریار داد گستر، جہاندار بندہ پرور، خسرو جمشید فر، شاہ فرید السیر، قطب الدنیا والدین، اللہ اسے عالی قدر و بلند مرتبہ بنائے اور مشرق ومغرب میں ان کے حکم کو نافذ فرمائے، جن کی مبارک پیشانی اور مسعود خاندان میں جہانگیری کے انوار اور کشور کشائی کے آثار روشن ہیں، کے حوالے ہوا، اور اس برمحل عنایتوں اور شفقتوں کے جن میں اصطناع بہ موضع وضع الحصناء بہ مواضع النقب اور خسروی استقلال وآزادی کی پوشاک کو اس ترتیب سے مزید رونق بخشی۔

اپنی بلند ہمتی اور پاک اعتقادی کی وجہ سے وہ بلاشبہ بادشاہت کا اہل اور سریر سلطنت کا سزاوار ہوا، یمنی تلوار اور ہندستانی خنجر کی برکتوں سے ہندستان کی ریاستوں کا فرماں روا ہوا، اور شاہی

آفتاب عنایت و مہربانی کے سائے میں فرمانبری کی حد سے نکل کر فرمان وہی کی منزل میں پہنچا، طاعت گزاری کے مرکز سے جہاں بانی کے اعلیٰ درجے پر ترقی کی۔ مفاخر و مآثر (قابل افتخار و اعزاز امور) کو اپنی ذات میں جمع کر کے سرداروں اور بادشاہوں سے آگے نکل گیا۔ اور بیابان مباہات یعنی باہمی فخر اور مباہات یعنی مقابلہ کے میدان میں دنیا کے سرکشوں اور بہادروں سے گوئے سبقت لے گیا۔

اس کے شاہانہ شمائل و خصائل کی شہرت دنیا کے گوشہ و کنار میں پھیل گئی، اس نے اپنی ملکی خصائل اور فلکی ہمت کی بدولت بادشاہوں کے درمیان ممتاز مقام حاصل کر لیا، اس کی قدر و منزلت کا چرچا اس قدر ہوا کہ ملک و حکومت کے دشمن بھی اس کے علوئے مناقب اور رفعت مراتب کا اعتراف کرنے لگے۔ دور اندیش و تیز فہم اور دور بین سفیر ضمیر، جو فلکی اسرار و رموز کے مخبر اور عالم علوی و سفلی کے جاسوس ہیں، اس کی مدح و ستائش کے تصور سے عاجز رہ گئے۔

اور زبان کو جود ل کی ترجمان ہے حدث عن البحر ولا حرج۔ بلا مضائقہ سمندر کی باتیں کہیں...... کی تلقین کی، اور حیرت و استعجاب کے مقام پر اس مفہوم کو عبارت کے بھیس میں پیش کیا:

گرت زمانہ ندارد نظیر شاید از آنک
تو از خدای بہ رحمت زمانہ را نظری

زمانہ کے پاس اگر تیری نظیر نہیں ہے تو شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ تو خدا کی طرف سے زمانہ کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

غرض اس سے بڑی کون سی شرافت اور منقبت ہو سکتی ہے جسے اللہ جل شانہ و تقدس اسمائہ اپنی لطیف قدرت سے بندے کو اس بات کی توفیق بخشے کہ دین کی راہ میں اپنی کاوشوں کا سلسلہ جاری رکھے اور اس کے لیے سدا کمر بستہ رہے اور فرمان الٰہی کی بجا آوری کے لیے جی جان سے کھڑا رہے۔ انفروا خفافاً و ثقالاً و جاهدوا باموالكم وانفسكم فى

سبیـــل اللہ ۔ ہلکے بھاری ہر حال میں نکلو اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اور ایک ایسے طبقے کا پیشوا ہو جائے جس کو یہ کرامت اور شرافت نصیب ہوئی ہے۔ اولٰئک لھم مغفرۃ ورزق کریم۔ انہی لوگوں کے لیے مغفرت اور شریفانہ روزی ہے۔

جہاد کی فضیلت اور اہمیت اہل علم و دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ باری تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن مجید میں بعض مومنوں کے حالات میں بیان کیا ہے کہ جب اسباب طہارت کے حصول کی کوشش اور آلائش و آلودگی کو دور کرنے کی خاطر پانی اور کلوخ یعنی مٹی کا ڈھیلا دونوں کا استعمال کرکے مبالغہ سے کام لیتے تھے تو اس ادب کا پاس و لحاظ کرکے وہ محبت الٰہی کے دائرے میں قدم رنجہ ہوئے۔ چنانچہ ارشاد ہے: فیہ رجال یحبون عن یتطھروا واللہ یحب المتطھرین ۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک صاف ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہاں سے ایسے صاحب حکومت کی قدر کا قیاس کیا جا سکتا ہے جس نے آب تیغ سے خاک ہند کو کفر و ضلالت کی نجاست سے پاک کیا، پوری سر زمین کو شرک کی شوکت اور بت پرستی کی خباثت سے صاف کیا، شاہانہ سطوت و صولت سے اس ملک میں ایک بت خانہ کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ تاکہ شدائد و تکالیف کے برداشت کی وجہ سے محبت الٰہی سے اس کا اختصاص مزید روشن ہو جائے۔ کیونکہ کہا جاتا ہے۔ افضـل العبـادات احمرھا ۔ بہترین عبادت سرخ ترین ہے، اور اہل ہمت کی قدر و منزلت ان کی کوششوں کے درجہ کے مطابق مختلف ہوتی ہے۔ عـلـیٰ قدر اھل العزم تاتی العزائم۔ اہل عزم و ارادہ کے عزم کی سطح کے مطابق عزائم سامنے آتے ہیں۔

بادشاہ کے ماہ پیکر علم، جو رتبے میں پائے رفعت کیوان ستارہ کی چوٹی پر رکھتے ہیں اور جس کی ہمت کے ہاتھوں آسمان کے سر سے کلاہ آفتاب گر جاتی ہے کہرام قلعہ پر سایہ فگن ہوئے، بادشاہ جہاں آرا کی برکت سے وہاں کے حالات بے انتہا سدھر گئے، اور اس کے خاطر مبارک کے حسن توجہ سے پوری طرح سنور گئے، اقبال و دولت کو اپنے ٹھکانے میں استحکام نصیب ہوا، موتی برسانے والے ہاتھ کے بادل سے جو حاضرین کو بحر و بر کے خزانے بخشتے ہیں، وہ علاقہ اس کے جود

وکرم کا منشاو مصداق بن گیا۔

ابر اگر ز دست تو یک خاصیت نہند
دستی تہی برون نہ دمد ہرگز از جنان

بادل اگر تیرے ہاتھ ایک خاصیت پیدا کرے تو جنان یعنی جنت سے دست تہی باہر نہیں آئے گا۔

بندہ پروری کے آداب اور چاکر نوازی کے رسوم بجالانے اور فوج اور رعایا کے حقوق کی رعایت رکھنے کے سلسلے میں حدیث کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ ۔تم سب چرواہے ہو اور تم سے تمھاری رعیت کے بابت باز پرس ہوگی، کا اشارہ پیش نظر رکھا گیا، ملک وملت کی بنیاد اس طرح استوار ہوگئی کہ اس کی سستی کا تصور کرنا بھی محال معلوم ہونے لگا، دین و دولت کی اساس اس درجہ آباد ہوگئی کہ اس کی خرابی کا تصور دائرہ عقل سے باہر ہوگیا شریعت کے احکام واوامر ضلالت وگمراہی اور بدعت کی آلودگی سے محفوظ ہو گئے۔ نور عدل کی بجلی اور صبح انصاف کی روشنی سے فتنہ وفساد کی آگ بجھ گئی اور ظلم وجبر کی تاریکی ممالک کے میدان سے چھٹ گئی۔

شاہی آستانے کی خدمت میں، جس کے محل کے طاق پر فرقدان (خط شمالی کے نزدیک دو ستارے) اپنی پیشانی ٹیکتے ہیں اور جس کے سامنے فیروزہ فام یعنی نیلے آسمان کی چوٹی ذرہ کی حیثیت رکھتی ہے، اطراف عالم سے انواع واقسام کے طبقے متوجہ ہوئے۔ اطراف ونواحی کے امیروں اور بادشاہوں نے بارگاہ معظم کے حریم حرمت میں پہنچ کر، جو سدا اپنی نوع انسان کی زیارت گاہ ہے، طواف کرنے لگے۔ شاہانہ ہمت اور ملوکانہ نظر کی بدولت پرچم آئے دن بلند ہوتا رہا اور مقام جلالت اونچا ہوتا رہا۔ تھوڑی ہی مدت میں ایک پہاڑ سے لے کر دوسرے پہاڑ تک فوج اکٹھی ہوگئی اور زمین سے آسمان تک فتح کی صدا اور آسمان سے زمین تک کامیابی کی آواز بلند ہونے لگی۔

امیروں اور نوابوں نے اپنے سر اگرچہ اس درگاہ کی بندگی کے چوکھٹے پر رکھ دیے ہیں اور حکمراں اس درگاہ کی خدمت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں مگر انس ومحبت کی مجلس میں لطف

ومہربانی وتواضع وخاکساری کا طریقہ ایسا ستودہ ہوتا ہے کہ غیر معمولی بندہ نوازی کی وجہ سے مالک اور مملوک میں فرق نظر نہیں آتا۔ مکنت وقدرت کے اسباب کے باوجود جہانداری کی نخوت کے آثار جبین مبارک سے نمایاں نہیں ہوتے، خسروی تخت پر باریابی کے دن یوں فرمان جاری کرتا ہے کہ اگر روم کا قیصر اور چین کا فغفور بھی وہاں ہوتے تو اس کے رعب داب اور سیاست کی وجہ سے غلاموں کی صف میں دست بستہ کھڑے ہوتے۔

جیسا کہ شاہی شمائل وخصائل کا وہ خوگر ہے۔ وہ مسند عز وجلال پر رونق افروز ہوکر سدا احسان ونیکی کا ہاتھ کھولے رکھتا تھا، اور عدل وانصاف کا دروازہ وا رکھتا، احسان کے مقناطیس سے جبلت القلوب علیٰ حب من احسن الیھا۔ جو لوگ احسان کرتے رہتے ہیں ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ کے مطابق دنیا والوں کے دل موہ لیتا ہے۔ نیز نوشیرواں کا نام اور حاتم طائی کا چرچا طاق نسیاں کی زینت بنا دیتا ہے۔

خوشی کا گلزار نامرادی کے کانٹے سے سدا پیراستہ اور مجلس بزم پری چہرہ موسیقاروں سے سدا آراستہ رہتی تھی، اس حد تک کہ آنکھ، جو حسینوں کے حسن جمال کی آئینہ دار ہے، ان کے آفتاب رخسار کو دیکھ کر اشک بار ہو جاتی، اور اس کے دل فروز عارض کے باغ سے ہر ایک آدمی گل ونسیرین کے پھول توڑتا، ان کی زلف دوتا کا ہر تار ایک کمند تھا، اور اس کی ہر شکن اور تاب ایک زنجیر تھی، ان ماہوش حسینوں میں کوئی مہوش ایسا نظر نہ آیا جو حسن وجمال کی لاف زنی کرے، کسی زہرہ جبیں میں یہ توانائی نہ تھی کہ ان کے سامنے اپنا ہاتھ زہر پر رکھتا دریا کے نالہ اور بلبل کے سرود کی آواز سے وجود کا جامہ بادصبا قبائے گل کی طرح چاک کرتی اور سنگریزے پانی کی گہرائی میں اسی طرح رقص کرتے جس طرح ذرہ ہوا میں رقص کرتا ہے۔

زلف ساقی کا عقرب یعنی چاند کے گوشے میں حلقہ بنائے بیٹھا تھا۔ اس کے سلسلہ مو سے خورشید میں عنبریں کمند پڑی ہوئی تھی، اور اس کے پرتاب جعد (بکھرے ہوئے گھنگھریالے بال) کے سائے سے رخسار کے گلنار پر بنفشہ زادے نمایاں تھے۔

کبھی زلف بستہ سے مشک خالص کا نافہ کھولتا اور کبھی سنبل تا فتہ (چمکتی ہوئی زلف) سے چوگان سے ٹھڈی کے سیمیں گنبد کو اچک لیتا اس کے تر و تازہ لعل یعنی ہونٹ چشمہ نوش سے آب حیات کی مدد کرتے اور اس کی نیم خواب نرگسی آنکھ کمان ابرو کے تیر غمزہ سے جانوں کو زخمی کر رہی تھی۔

اس کے حسین و جمیل رخسار کے منشور کو غالیہ رنگ (مرکب خوشبو) کے خط کے طغرئی سے جمال و کمال حاصل ہوا، اس کے ماہ عذار کا آئینہ مشک سیاہ کا رنگ اپنا تا تھا، گویا اس کی بہار رخسار میں دست فتنہ بنفشہ کی پتیوں پر گھس رہا ہے یا عارض نسرین پر سنبل یعنی بالچھڑ گھاس سجا تا ہے۔

عنبر اور عبیر خوشبو کے بخارات کی جگہ گلرنگ شراب کی بو فضا میں پھیل گئی تھی۔ مجلس کا ماحول دلبروں کی زلف اور گھنگھریالے بال کی طرح معطر اور معنبر ہو گیا۔ شرابی کے منہ آہوئے ختن کے ناف کی طرح مشک آلود ہو گئے، بادہ نوش کے دماغ کو ریحانی شراب کی بدولت ریاض بہشت کی باد نسیم کا لطف ملا، بلوریں جام (بلوری شیشے کا پیالہ) بھی سرخ شراب کی بدولت جام گل کی طرح عقیق کی مثال سرخ ہو گیا، قدح سیمیں یعنی سفید پیالہ مئے لعل یعنی سرخ شراب کی وجہ سے قدح لالہ کی طرح یاقوت پیکر ہو گیا۔ گویا زمین نے اس کی جرعہ نوشی سے ارغوانی لباس زیب تن کر لیا ہے اور ہوا نے اس کے فروغ و چمک سے بہرمانی کی پوشاک پہن لی ہے۔

اس کا نور شامی آبگینہ میں دل و جان کے اندر شوق کی آگ روشن کر رہا تھا، صحن چمن کو ختن کی حسینوں کے عارض کی طرح منور کر رہا تھا، لال رنگ کے سرخ آنسو چشم صراحی سے یاقوت احمر کی طرح ٹپک رہے تھے، اس کا عقیق سیما پیکر ساغر کے منہ سے شعلہ آذر کی طرح بھڑک رہا تھا۔ بادشاہ کا ندیم مجلس افروز اور بزم آرا ساقی کے ہاتھوں آب آتش افشاں کا پیالہ دمادم چڑھائے جا رہا تھا۔ سنہرے ساغر اور بلوریں جام سے یاقوت رواں بلکہ قوت رواں کا دمادم کش لیے جا رہا تھا۔ نوشیں یعنی شیریں ساقیوں کے ہاتھ سے لبالب جام گل گوں یعنی سرخ شراب اور ریحانی شراب پری چہرہ محبوبوں کے سامنے کثرت سے پی کر آرزوؤں کی صبح جیب مراد سے نمودار کرتا اور آفتاب

عیش مشرق خرمی وشادمانی سے نمایاں ہوا۔لشکر شراب جو سدا خوشی وشادمانی کا سرمایہ تھا دماغ کے عرصے پر حملہ کرتا اور غم واندوہ کے بازار کو تہس نہس کرتا تھا۔شادمانی کے باغ اور عیش وآرام کے پودے کو تازگی بخشتا اور آئینہ دل پر موانست کے صیقل سے وحشت کا زنگ مٹاتا۔نزہت وتازگی کے مواد میں اضافہ کرتا اور نفرت وکراہت کے اسباب برطرف کرتا۔

ایسے بہشت صفت جشن کو حور عین سے آراستہ کرتا، چین وختن کے گلرخوں سے باغ ارم جیسی مجلس سجاتا۔ہر تیر مراد جو آرزوؤں کی جھولی میں تھا چلایا جا چکا تھا۔کیوان قدر بادشاہ کے جشن پر نچھاور ہونے کے لیے، جس کی محبت اور عداوت مشتری اور بہرام کی طرح سعد ونحس کا سبب ہوتی ہے زرگر آفتاب کنکریوں کو کان کی تہہ میں سونے کے رنگ سے رنگتا تھا اور مطرب زہرہ سبز گنبد پر رقص کرتا تھا، عطارد انتہائی خوشی کے عالم میں چاند کو نوش کی آواز لگا رہا تھا، خوش نوا بلبل رود باجا کے بجانے والے کی مدد کر رہی تھی اور عاشقوں کی طرح پھول کے پیڑ پر چہچہا رہی تھی کیونکہ موسم گل میں مست کے سوا کوئی ہوشیار نہیں رہتا۔زمرد پیکر طوطی سرخ ہونٹوں والے لالہ کی زبان سے باغ کی گڑیوں کو پیغام دیتا تھا کہ عقل مند آدمی موسم بہار میں خوشگوار شراب کا جام چڑھاتا ہے اور دانشمند آدمی خمار کو دور کرنے کے لیے گل نرگس کی طرح جام عقیق اور قدح زریں کا خواہاں ہوتا ہے، عاشق دوست کی زلف کی بو پر تازہ بنفشہ کے حصول سے ہاتھ کو خالی نہیں جانے دیتا ،اور دوست کی یاد میں ارغوانی شراب کے سوا کوئی دوسری شراب نہیں پیتا ہے،سوسن آزاد (چنبیلی پھول) غلاموں کی صف میں سیکڑوں زبان سے کہتی تھی کہ بادشاہ کی بے مثال ذات باغ عشرت میں شہریاری کا سرو رواں اور جہاں داری کے چمن کا پودا ہے،سیر وشکار کے شوقین بادشاہ نے شراب کے سرور ونشاط کے بعد شکار کا عزم فرمایا،ہوا سے باتیں کرنے والے تیز رفتار گھوڑے پر ہوا کی طرح سوار ہوا،اور باگ آب سیر یعنی پانی کی سی روانی رکھنے والے اور آتش گہر یعنی آگ جیسی بے قراری والی خصوصیت والے گھوڑے کے حوالے کی۔گویا سلیمان نے آندھی کو اپنے قبضے میں کر لی ہو،اور خورشید چرخ

فلک پر سوار ہو گیا ہے، زبرجدیں یعنی سبز رنگ کے کھر والا گھوڑا فیروزہ رنگ کے گنبد یعنی آسمان کو گرد اڑا کر جزع فام کر رہا ہے۔ آتش افشاں نعل کے ذریعہ سخت پتھروں میں ہلال کی شکل بناتا تھا۔

سیمیں جسم پر زرہ پوش باز، تیر کے عنبر آلود پیکر کی بدولت مچھلی کی شکل وصورت کا معلوم ہوتا تھا، بادلوں کی اوٹ سے جرم خورشید نمایاں ہو رہا تھا۔ گویا پر شکن زلف چینی حسینہ کے رخ پر پڑی ہوئی تھی یا مشکیں یعنی سیاہ جال گل نسریں پر سایہ فگن ہو گیا تھا، وہ باز تیر کی طرح شاہ جہانگیر کے انگلیوں سے پرواز کرتا اور اپنی پرواز میں وہ آسمان کا ہمراز ہو جاتا تھا، اپنے گھنگھروؤں کی آواز سے کوہ وصحرا میں غلغلہ اندازی کرتا، تیز پرواز پرندے کے شہپر یعنی بڑے پر کے زخم سے آسمان کی بلندی سے گراتا، اس کے قہر وغضب کا پنجہ، جو موت کا اسلحہ اور قضاوقدر کا خنجر تھا، شکار کے سینہ ودل میں پستے کے اندر مغز کی طرح اور کلی کے اندر پھول کی طرح جاگزیں ہو جاتا تھا اور الماس فعل یعنی الماس جیسے سخت پتھر کی سی چونچ سے، جو شکار کی روحوں کے لیے نشتر کا حکم رکھتی تھی، چمن کے پرندوں کے جسم کو خانۂ زنبور اور چشمۂ پروین کی طرح زخمی کرتا تھا۔

یوز (ایک درندہ جانور) شکار دیکھنے کی حرص میں پروین ستارہ کی طرح ہمہ تن آنکھ ہو گیا تھا اور خونخواری کی بدولت اس کی آنکھ چکور پرندہ اور مرغ کی آنکھ کی طرح خون کا مسکن ہو گئی تھی، شرابی آدمی اور جلاد کی آنکھ کی طرح لال بدخشاں کا رنگ وروپ اختیار کر لیا تھا اور بچوں کی طرح اس کی آنکھ کا سرمہ پھسل کر چہرے پر آپڑا تھا۔ گویا رات میں سونے کی آمیزش کر دی ہو یا گل زرد کی پتیوں پر بنفشہ رنگ کا خط کھینچ دیا ہو، اور مچھلی کے چانے جیسے مشکیں یعنی سیاہ تل اس کے زریں پیکر پر ایسے لگ رہے تھے گویا زعفران کے ڈھیر پر عنبریں گوٹیاں رکھ دیے ہوں یا دیناری ریشم کو روشنائی سے نقطہ دار کر دیا ہو۔

گھات سے وہ بجلی کی طرح جست لگاتا، چاند کو گرد کے گنبد سے ڈھک دیتا، نشیب وفراز میں شیر کی طرح اچھل پھاند لگاتا، سیاہ ہرنیں کافوری یعنی سفید ناف دائیں بائیں گراتی جاتی

تھیں، پیکان پیکر یعنی انی جیسے دانتوں کے زخم سے آگ برساتا، یمیں ہنسیوں سے جنھیں زریں پنجوں میں چھپائے تھا شکار کے سر کو جدا کر دیتا، اور دو ہاتھ سے دوڑ کے وقت دو پیکر والے تارک یعنی پیشانی پر مار کر خون سے لت پت کر دیتا، چہرۂ خاک کو عنابی رنگ کا کپڑا پہناتا اور زمین کی پشت کو شنگرف یعنی سرخ روشنائی سے اور انار دانہ کے پانی سے دھوتا۔

عربی نسل کا کتا شکار کے لالچ میں ہوا کی طرح بے چین اور آسمان کی طرح زمین پیمائی کرنے لگا تھا، دوڑ کے دوران ہوا کے حلے کو گرد کا سرمہ لگاتا، دانتوں کے نشتر سے شکار کی رگ کھول دیتا، جرم خاک کو خون سے رنگ دیتا، آتش شمشیر کے خوف سے ببر اور شیر کے سروں میں دماغ پانی پانی ہو جاتا تھا، آبی رنگ کے خنجر کے خوف سے درندوں اور وحوش کے جسم میں دل سراپا خون ہو جاتا تھا۔

بادشاہ سلامت کے غلام ابر کی طرح ہوا پر سوار ہو رہے تھے اور حملہ کرنے میں گردش کرنے والے آسمان پر چاند کی طرح بے چینی کا مظاہرہ کر رہے تھے، آنکھوں کو سی دینے والے تیر کے زخم سے تیر بھی حیرت کی انگلی دانتوں تلے کاٹتے تھے اور غزل سرا ناہید ستارہ سوئی کے ناکے کی طرح مدح وستائش میں لب کشائی کرتا، اور صف گردوں کا شہسوار خدمت و بندگی کے لیے کمر بستہ ہوا اور ترک فلک نے طاعت و فرمانبرداری کا تیر کمان کی طرح طوق کی جگہ گردن میں ڈال دیا، اور برجیس نے نشانہ لگانے اور کھولنے پر آیت ان یکاد، الخ۔ یعنی قریب تھا کہ کافر آپ کو اپنی نظروں سے پھسلا دیتے۔ پڑھتا، اور کیوان (زحل) نے عقاب تیر اور زاغ کمان (کمان کے کوے) کی آواز پر چرخ بریں تک تحسین کی صدا پہنچائی۔

گھوڑوں کی کھر پتھر کے دل سے بجلی کی طرح آگ روشن کرتی تھی، نعل جو گویا ہلال کے کمان ہیں، چنگاریوں کے سنہرے تیر برسا رہے تھے، اس کی وجہ سے زمین نے ریشمی لباس کا روپ دھار لیا تھا، بساط خاک ہوا کی وجہ سے پانی کی طرح زرہ کی شکل اپنا رہی تھی،

جست لگانے میں تیز رفتار گھوڑوں کے ہاتھ چوگان کی طرح خورشید کا گیند اچک رہے تھے، بدر نعل یعنی نعل کا چاند ہلال کی طرح ہر ایک کا بوسہ لے رہا تھا، چار پروں والا تیر جو جان لیوا عقاب تھا، شکار کے جگر کو سیے ڈالتا تھا، پری کی شکل کی نوک پیکان شکار کی آنکھ سے خون کا چشمہ بہا رہی تھی، نیلوفری تلوار کی الماس جیسی تختی گورخر یعنی جنگلی گدھے کے جسم میں ارغوانی سیلاب بہا رہی تھی، خنجر کا رخسار اپنے بنفشہ ای رنگ کے خط سے لالہ اور خیری (سدا بہار پھول) کو رنگین کر رہا تھا، گویا آسمانی خنجر کے زخم سے گورخر کا چشمۂ چشم کفگیر کی طرح بہت خون بہانے والا ہو گیا تھا، اور پیکان الماس کی نوک سے اس کے آنتوں کے اندر کی چیزوں کا نعل سیپ کی طرح معدن فولاد ہو گیا تھا۔

☆☆☆

جنگ میں چتوان کی شکست

اور اس کے مارے جانے کا ذکر

رمضان المبارک 580 ہجری میں جو موسم رحمت اور وعدہ گاہ مغفرت ہے۔ شاہی دربار میں ایک تازہ خبر یہ پہنچی کہ چتوان کے دماغ میں شیطانی غرور سما گیا ہے، اس نے سرکشی اور سرداری کی ٹوپی پہن رکھی ہے اور قلعہ ہانسی کے دامن میں نصرت الدین سالاری کے ساتھ، ایسے لشکر کے ہمراہ جنگ کے لیے آمادہ ہے جو یک دل و زبان تھے اور جو جاں ستائی اور سواری کے وقت:

بار تازی را بر عرصہ خاکی رانند
آب ہندی را در شعلۂ آذر گیرند

عربی گھوڑے کو خاکی میدان میں دوڑاتے ہیں اور ہندستانی دریاؤں کو آگ کے شعلے میں بدل دیتے ہیں۔

جنگجوؤں کی بدولت اس علاقے کی فضا تنگ و تاریک ہو چکی تھی اور کوہ وصحرا ان کی کثرت تعداد اور کروفر کی بدولت جاں بہ لب ہو گئے تھے۔ مینائی رنگ کی تلوار کے عکس سے پیکر دریا آتش کی طرح عقیق سیما یعنی عقیق پتھر کی طرح سرخ ہو گیا تھا، خنجر کی وحشت کی بدولت الماسی

رنگ کی آگ پتھر اور لوہا کے قلب میں پانی میں بدل گئی تھی، گویا موت کے پیامبر نے ہر ایک تیغ و خنجر کی تہ میں اپنی جگہ بنالی تھی اور قضا وقدر کے تیر نے ان کے شل یعنی دو پر والے چھوٹے نیزے اور بہلہ کے چلانے میں اتفاق کرلیا تھا۔

اس خبر کے ملتے ہی شیر دل بادشاہ کے دل میں حمیت کی آگ بھڑک اٹھی، اس گوہر شجاعت نے خصوصیت سے اپنا رنگ دکھایا، دین اسلام کی نصرت کی خاطر سوسن (ایک قسم کے آسمانی رنگ کے سفید و نیلے رنگ کے پھول) کی طرح کمر بستہ ہوا، تازہ پھول کی طرح خوشی سے کھل اٹھا، ہوا کی طرح معرکہ کارزار کا رخ کیا، اس کے تیز رفتار گھوڑے نے اپنی گرد وغبار میں چشمہ خون کو نہاں کیا، خاک کو چاند کے ہمراہ کیا۔ سلطنت کے غلاموں کی جہاد میں رغبت اتنی ہی سچی تھی کہ گویا زندگی سے وہ اوب گئے ہوں، جنگ کے لیے ان کی عزیمت کا یہ عالم تھا کہ موت کے حریص اور لالچی ہو رہے تھے۔ **حرص علی الموت توهب لک الحیات** ۔ موت کی حرص تجھے زندگی سے ہمکنار کرے گی، پڑھا کرتے تھے، اور **واللہ ما الموت الا فی حیاتکم مقھورین وما الحیاۃ الا فی موتکم قاھرین** ۔ قسم ہے اللہ کی موت اسی کا نام ہے کہ اپنی زندگی میں پسماندہ ومغلوب ہوکر رہے، اور زندگی اسی کا نام ہے کہ موت کے عالم میں غالب اور سر بلند ہوکر رہے۔ (ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے) پر ان کا یقین تھا۔

شیر فلک ان کی تلوار کے سامنے عود لکڑی کے شیر کی طرح اور جنگل کا شیر غسل خانے کے شیر کی طرح بے وقعت نظر آتا تھا، ان کے عقاب تیر سے گدھ پہلو تہی کرتا، تلوار کے ہم رنگ آسمان کا سرگرداں زریں قبہ یعنی سورج خار پشت یعنی کانٹے دار مرغی کے جسم کی طرح کانٹوں سے بھرا پیکان ہو گیا تھا، سپہر دولابی یعنی رہٹ جیسے آسمان کی مچھلی کچھوا کی طرح سر چھپائے تھی۔ اس آبی کش (آسمان) کا عقرب یعنی بچھو اپنا نیش سانس میں نہاں کئے تھا۔ نارنگی رنگ کے آسمان کے خر چنگ یعنی کیکڑا کے جسم میں انار کی طرح دراڑ پیدا ہو گیا۔ ہر ایک سپاہی اور فوجی تیر کی نوک سے اندھری رات میں چیونٹی کے سینے اور سانپ کی آنکھ کو سئے ڈال رہا تھا، بلا تکلف آنکھ کی سیاہی سے سفید نقطہ، چاند کے چہرے سے داغ اور سیاہ چہرے سے تل اچکے لیے جاتا تھا، آب شمشیر سے برق ظفر یعنی کامیابی کی بجلی گراتا تھا۔ ان کے گوہر خنجر سے نصرت کا آفتاب چمکتا، فضائیں نیستان

کے خطی نیزے نمایاں کرتا۔ اس کے سائے میں زمین مار پیچاں یعنی کنڈلی مارنے والے سانپ سے بھری معلوم ہوتی تھی، آتش افشاں سنان کے خوف سے تیر وماہ وزہرا وبرجیس کے جگر خالص خون میں بدل رہے تھے، شیر سوار فلک کا گلنار رخسار چہرۂ آبی کی طرح زرد فام ہو گیا تھا، خونریز بہرام نے زحل کی طرح زنگاری سپہر کے پیچھے زرہ پہن رکھا تھا۔ گویا بعض بہادر مچھلی کی طرح زرہ پوش اور بعض سانپ کی طرح زرہ ور ہو گئے، انتہائی حرارت کی وجہ سے پانی اور ہوا باد سموم کی طرح گرم ہو گئی تھی اور زمین کی گرمی سے گھوڑوں کے نعل جو نوک نون سے نو آسمان کو پار کر رہے تھے، رنگ لعل بدخشاں اختیار کر لیا۔

شاہی علم کے چاند سے تاج خورشید میں رخنہ پڑ گیا، اس کی کالی چھتری کے گوشے کا سایہ آسمان پر پڑا، خاک مواکب یعنی زمین کی سواری کرنے والا بادل اور اس کی فوج نے آنکھوں میں پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ رخش گھوڑے پر سوار ہوا اس کی آتش کو کاندھوں پر لیے لیے پھر رہی تھی۔ قسمت اس کے صفحۂ خنجر سے فتح وظفر کی آیت تلاوت کر رہی تھی، اقبال اس کے چشمۂ تیغ کے گوہر میں آئینہ کی طرح کامیابی کا نقش دیکھ رہا تھا۔ ملک ہندوستان سواروں کی غارت گری سے میدان حشر کا منظر پیش کر رہا تھا، مرکز خاک فلک کی بیقراری و بے چینی سے دگرگوں ہو گیا تھا، گویا آسمان تیغ وخنجر کے عکس کی وجہ سے سبز دریا میں بدل گیا تھا، فضا کا چہرہ سرخ وزرد علم کی وجہ سے سونے سے پر ریشمی کپڑا لگ رہا تھا۔ فلک کے اژدہے علم کے اژدہے کے خوف سے سرنگوں تھے، شیر فلک شیر علم سے جان کی امان چاہتا تھا۔

خسرو یعنی بادشاہ سلامت نے اس لشکر جرار کے ساتھ میدان جنگ کا رخ کیا، کارزار کے لالچ اور پیکان کے شوق میں وہ بادل و ہوا سے بھی زیادہ جلد بازی سے آسمان کے رخ اور جنگل کے صحن پر گھپ اندھیری رات میں روانہ ہوا۔ آفتاب کا سیمرغ کوہ قاف کی اوٹ میں چھپ گیا، دن کا باز اشہب (سیاہ سفید رنگ کے گھوڑے جیسا باز) تاریکی کے آشیانے میں نظروں سے اوجھل ہو گیا، رات کے شب رنگ کوے نے آسمان کے زریں بیضے کو اپنے بازوؤں کے درمیان اٹھا لیا، فضا نے آفتاب کی جدائی میں کوے کے پر کے رنگ کا ماتمی لباس پہن لیا۔ گویا عاشقوں کی دھواں جیسی آہ کا خیمہ دنیا کی فضا میں گاڑ دیا اور زمانے کا رخ روز محشر

میں نامۂ عاصی کی طرح سیاہ کر دیا۔

کہکشاں کا خط سیمیں اس گل نما بوستاں کی بدولت نسرین یعنی سیوتی کے پھول کے رخسار کی طرح چمک رہا تھا، پروین ستارہ کا ہاتھ زنگاری آسمان کی بدولت شگوفہ کی شاخ کی طرح سبزہ زار کے بیچ نظر آ رہا تھا، بنات نعش (سات ستاروں کا جھمکھا یعنی عقد ثریا) زنگاری آسمان کے افق سے رونما ہو رہے تھے، سیمیں شمشیر کی کمر کی طرح فلک کے زبر جدیں یعنی سبز صحن پر نمایاں ہوئے۔ گویا ہاتھی دانت جیسے سفید پانسے آسمان کے نیلے تخت پر رواں ہو گئے ہیں یا بلوری مہریں آسمان کے آبی بساط پر رواں ہو رہے ہیں۔

ہلال نے میدان سپہر سے زریں ناچخ یعنی چھوٹے نیزے کو بلند کیا، اور زعفرانی چوگان سے زہرہ کے چاندی سے بھرے گنبد کو اچک لیا، اس کا سیمابی مہرہ زرد کمان سے تیر چلا رہا تھا، کبھی خالص سونے کی ہنسیا کا روپ دھار کر کے فلک کے مرغزار پر ظاہر ہوتا، کبھی مچھلی کی شکل میں آسمان کی سیمائی لوح پر آب زر سے لکھا ہوا نمایاں ہوتا، انتہائی ضعف و لاغری کی وجہ سے ملول و غمگین آدمی کی طرح افسردگی اور پژمردگی کی راہ پر لاتا تھا، اور انتہائی نقصان سے مدقوق یعنی دق کے مریض کی طرح لاغری میں مبتلا ہوتا۔ گویا اس کے پیکر سے بادشاہ کی بزم کی خاطر کمانچہ، کرنا (بگل) اور رباب (چنگ) باجے وغیرہ بنایا ہے۔ اور اس کے جرم سے شبستان افلاک کی خاتون کے لیے دست بند اور زریں پازیب بنایا ہے۔ آئینہ دار صبح نے تارکول جیسے نقاب کو آسمان کے رخ سے سرکایا، سیمائی سفید چھتری آسمان کے بنفشہ رنگ کے گہوارے پر کھول دیا، گل نسرین نیلوفری بساط پر گرایا، اور غالیہ رنگ کی زلف شب کا فور میں ملایا، قلم سیم سے آیت نور اس صحیفہ نفس پر لکھتا تھا رات کی زلف دل افروز رخسار سے ہٹایا، سفید علم سرمئی آسمان پر آنکھ کے سامنے بلند کیا، آبی رنگ کے خنجر کو نیلے طارم یعنی آسمان کے غلاف سے باہر نکلا، الماس پیکر تیغ گردش کرنے والے آسمان کے چہرے سے گذارا، شہاب صفت بھالے کی زبان تاریک راتوں کے منہ سے باہر نکالی، مچھلی کی خصوصیت والی پشت کو دریائے فلک کے گھڑیال کے منہ سے باہر نکالی، اور چالاکی سے دامن افق سے تیز رفتار چرخ کے گریباں کھولا، اس گنبد دوالک (مکر و فریب کے گنبد) کے مداریوں کی شمع روشن کی اور رات کے زاغ جیسے چہرے کے کالے تل کو پروانے کی طرح جلا دیا۔

رومی جیسے چہرے والے دن سے دنیا روشن ہوگئی۔ سفیدہ دم ترک یعنی گورے محبوبوں کی مسکان سے خاک کا سیپ موتی کی ڈبیا ہوگئی، آفتاب کے زریں ڈھال نے پہاڑ کی چوٹی سے سر اوپر اٹھایا، بھالے کی طرح اس کے نور کی لکیریں آفاق میں رواں ہوئیں، آئینہ ہوا نے اس کے عکس سے آگ کا رنگ اختیار کرلیا، جرم خاک نے اس کی چمک سے پانی کی سی صفائی قبول کی۔ خسرو فیروز جنگ، اس کی افسر گاہ قمر و ماہ کے گنبد سے سدا برتر رہے، ایک رات میں بارہ فرسنگ راستے طے کرتا کہ پرندہ بھی اس کے پہاڑوں کی بلندی سے بہ مشکل گذر سکتا، ہوا اس کے دشت کی پیائش سے عاجز ہوگئی، گویا اس کا آتش افشاں پانی حمیم یعنی گرم پانی کا نمودار ہے اور اس کی ہادیہ یعنی جہنم جیسی ہوا عذاب الیم کی ایک نشانی ہے۔

چتوان کو جب کامیاب شاہی سواروں کی آمد کی خبر ملی تو فوراً قلعہ کے دامن سے بوریا بستر باندھا اور نامرادی کی بدولت جنگ سے عنان کش ہوگیا اور وحیل بینھم وبین مایشتھون۔ ان کے اور اس چیز کے بیچ جودہ چاہتے تھے حائل ہوگیا۔ کا صاحب واقعہ بن گیا، اور بادشاہ کے قہر کی آندھی سے دیو صفت فوجیوں کی جماعت کے ساتھ سلیمان صفت بادشاہ کے سامنے سے راہِ فرار اختیار کیا، دہاڑنے والے شیر اور گرجنے والے ببر کے رعب ودبدبہ سے جس طرح جنگلی گدھا بھاگتا ہے وہ بھاگ رہا تھا، بھالے کے خوف سے اژدہے کی زبان کی طرح اژدہا صفت کنڈلی بنا رہا تھا، مچھلی جیسی پشت والی پیکان کے ڈر سے مچھلی کی طرح خشکی پر تڑپ رہا تھا، سانپ جیسی رفتار والے تیر کے ڈر سے جس طرح سانپ اپنی کیچلی گراتا ہے وہ زرہ یعنی آہنی لباس گرا رہا تھا۔ سانپ جیسی سطوت والی فوج کے ڈر سے چیونٹی کی آنکھ میں راستہ ڈھونڈ رہا تھا، چیونٹی کی تعداد والے لشکر کے خوف سے اس سے چیونٹی کے پر کی طرح فرار کر رہا تھا۔ شکست کی وجہ سے ہوا کی طرح بساط خاک طے کر رہا تھا، پستی و بلندی سے آب و آتش کی طرح اڑا چلا جا رہا تھا، آبی رنگ کے تلوار کے خوف سے آتش پیکر ہوا کی طرح مرکز خاک پر آسانی سے گزر رہا تھا اور سیم سیما خنجر کے شکوہ سے سیماب کی طرح کانپ رہا تھا۔

انتہائی خوف وہراس کے عالم میں اس کی رگوں میں خون منجمد ہو رہا تھا اور انتہائی دہشت کی وجہ سے دماغ اس کی ہڈیوں اور کلے کی تہوں میں پگھلا جا رہا تھا، گویا اس کے خونخوار

بھالے کا خیال اس نے خواب میں دیکھا ہو، یا اس کی آبدار تلوار کا بیداری میں مشاہدہ کیا ہو۔

خسرو شیر دل جنگل میں گھڑیال اور بغل میں اژدہے کی طرح اس کا پیچھا کر رہا تھا، اور اس کا شبرنگ براق اندام گھوڑا ہوا اور بجلی کی طرح گرم رفتار تھا، تیز چلنے والے آسمان کی طرح زمین کو طے کر رہا تھا، جست لگانے میں کھر کے زخم سے حلقہ فلک کو توڑ رہا تھا، شہاب کی طرح ہوا پر تیزی سے گزر رہا تھا، اور بادل کی طرح گردش کرنے والے آسمان کا پڑوسی بن رہا تھا، اس کے نعل کے ہلال نے ستارے کی کیلیں لگا کر خود کو چاند کا سائبان بنا دیا تھا۔ آفتاب سایۂ خاک کے لب سے اس کے کھر کا بوسہ لے رہا تھا اور لطف رفتار سے سائے کی طرح دیوار پر رواں تھا، انتہائی سرعت کی وجہ سے اپنے سائے سے بھی سبقت لیے جا رہا تھا، تیر کی طرح خاک کے ہدف سے ہر حارس فلک یعنی فلک کے نگہبان کے اندر پیوست ہو رہا تھا، باد صبا کی سرعت اس باوصفت اور ابر حرکت گھوڑے کی دوڑ سے شرمندہ ہو رہی تھی۔ کوہ وصحرا گھوڑے کی آواز کی کڑک سے گونج رہے تھے اور اس کی نعل کی بجلی سے چنگاریوں سے بھر گئے تھے۔

اسلامی فوج کا ہندوستانی فوج سے آمنا سامنا ہوا۔ باوجودیکہ چتون میں جنگ کرنے اور مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی لیکن جب اس نے خود کو جنگ کے اژدہا کے حلق میں بے بس دیکھا، شکست وفرار کی راہ اسے مسدود نظر آئی، شاہی کامرانی وسلطنت کے جھنڈے لہراتے نظر آئے تو مجبوراً کینہ وعداوت کا خنجر نیام سے نکال لیا اور ہوا کی طرح فتنے کی گرد اڑائی اور تیغ آبدار سے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔

جنگ وجدل کے شور سے گوزن یعنی بارہ سنگھا کے چمڑے کے نقارے پر شور برپا ہوا، بندوق کی آواز اور مہرہ جان کی سفید صدا فضا میں بکھر گئی اور نقارہ اور بگل کے کڑک کی آواز عیوق (روشن ستارہ جو کہکشاں کے قریب ہے) تک جا پہنچی۔ آہنین بانسری کی آواز نے صور پھونکنے کی کیفیت پیدا کر دی۔ باد نسیم کے چہرے کے خوف سے پیکر ماہ نے زعفرانی رنگ اختیار کر لی، تیر کا سنہرا کلک یعنی نوک چلنے سے باز رہا۔ آسمان کے شہسوار نے ناہید ستارے کی طرح آہ وشیون کرنا شروع کر دیا۔ اور برجیس وبہرام کا پتہ پانی ہو گیا۔ کیوان زحل کے جسم میں دل خالص خون کا روپ اختیار کر گیا۔

دونوں فوجوں سے دوردریائے اخضر کی طرح لہریں اٹھنے لگیں، دو فولادی پہاڑوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئیں۔ میدان جنگ کی فضا سپاہیوں کی گرد سے سیاہ ہوگئی۔ نبردگاہ سورماؤں کے خون سے لعل پوش یعنی سرخ ہوگیا، یمنی تلوار کی بارش نے جنگ کے صحن کو خون سے سیراب کر دیا۔ ہندستانی خنجر کے گھوٹ نے معرکہ کارزار کی خاک کو مست کر دیا، تلوار اور خنجر کی بجلی جنگجوؤں کی جان پر قہقہے لگاتی اور بھلہ یعنی چری دستانے سے کشتوں کے جسم پر گریہ وزاری کرتی تھی اور بادل جیسی تلوار مورد (ایک سدابہار درخت) کی شاخ سے عنابی آنسو بہاتی، اور سداب (ہرمل درخت) کے پتے پر ارغوانی سیلاب کا منظر پیش کرتی۔ گندنا (ایک مشہور سبزی) کا چہرہ لالہ کے پانی سے دھوتی تھی، بنفشہ کی زلف سرخ شراب سے رنگتی تھی، گویا صفحہ فولاد سے بے جادہ (ایک قسم کا قیمتی پتھر) برس رہا ہو، یا چشمہ الماس سے یاقوت پیدا ہورہا ہو۔ اس کے زنگار پیکر خون کے قطرے ایسے لگ رہے تھے گویا شنگرف کے قطرے ہیں جو سبز مینا پر ٹپک رہے ہیں یا انار کے دانے ہیں جو برگ انار پر لٹکے ہوئے ہیں۔

جس طرح دھواں کے بیچ آگ کے شعلے لپٹیں مارتے ہیں خنجر کا رخ بھی گرد وغبار کے درمیان اسی طرح تگ ودو کررہا تھا اور میدان جنگ میں صحرائے نیل پر یاقوت گرارہا تھا۔ زخم کو مرجان (سرخ موتی) کا رنگ بخش رہا تھا، خون سے گنبد فیروزہ کو لعل فام کر رہا تھا۔ اس کے نیلوفری صفحہ پر گوہر اسی طرح چمک رہا تھا، جس طرح پانی میں ثریا کا عکس چمکتا ہے گویا مروارید کے ٹکڑے مینا میں جڑ دئے ہیں۔ یا الماس کے ٹکڑے پرنیاں پر بکھیر دیے ہیں۔ بھالے کا شہاب صفت پیکر زخمی کرنے میں ہلال کے نون کی طرح اور تیغ کا قد الف ضرب لگانے میں نعال کی عین کی طرح کجی قبول کرتا تھا۔

ہر ایک سپاہی کا خون آلود جسم شعلہ آتش کی طرح چمک رہا تھا، گویا سوسن پھول کا سیمیں صفت خنجر عرق بقم (ایک درخت کا نام ہے) اور روبین (ایک رنگین گھاس) سے دھلا ہوا ہو، زمرد رنگ کے پیکان نے سرخ شراب کا خضاب لگایا ہو، جگر دوز تر کی تیر نے سرکشوں کی پیشانی کو سی دیا ہو، تاریک رات میں شہاب کی طرح فضا میں روشن ہو رہا ہو، گرد وغبار کے بادل میں برق اور صاعقہ یعنی بجلی اور کڑک کی طرح چمک رہا ہو۔ آتش زخم سے آبی آسمان سے

ستارے گرا رہا ہو، پیکان کی نوک سے جنگجوؤں کے دماغ میں لوہا سا محسوس ہو رہا ہو، دلیروں کے جسم میں خواب کی طرح آنکھ میں جاری ہو رہا ہو اور جنگجوؤں کے سینے میں راز کی طرح دل میں مخفی ہو رہا ہو۔

جنگ میں کامیاب خسرو بادل اور ہوا کی طرح حملے کر رہا تھا۔ پہنائے زمین اس باد پا ،آتش طبع اور آب سیر گھوڑے کی تگ ودو سے تنگ ہو رہی تھی۔ اس کے گھوڑے کے کھر کا ستارہ صفت غبار خورشید کا تاج بن رہا تھا۔ اس کے شب رنگ نعل کا ہلال پارہ ناہید کی تلاش میں سرگرداں تھا، گویا دن نے اس کی پیشانی کی سفیدی سے نور کا استفادہ کیا ہو اور شب نے اس کوہ ہیکل یا کوہ صورت کے سواد سے تاریکی میں اضافہ کیا ہو۔

شیر کا شکار کرنے والے شہریار نے تلوار کے زخم سے سخت پتھر سے آگ روشن کی ،کشتوں اور زخمیوں سے ہوا کی گذر گاہ کو مسدود کر دیا، ان کے خون سے گھوڑے کے نعل کو لعل بدخشاں کا روپ دے دیا۔ سرداروں کا سر بادرفتار گھوڑوں کی ٹاپ سے بلے کے خم میں گیند کے گرنے کی طرح گرا رہا تھا، اور ترکی خنجر کے الماس (تختی) سے دشمنان دین کی پیشانی میں شگاف ڈالے دے رہا تھا۔ سورماؤں کے دل کو قبائے لالہ کی طرح چاک کئے دے رہا تھا۔ بنفشہ رنگ کے جسم کو ارغوانی یعنی سرخ کر رہا تھا۔ پرنیاں رنگ کے پیکر کو زعفرانی رنگ کے پانی سے دھو رہا تھا، اس کے خون آلود صفحہ کے عکس سے تارکول جیسا سیاہ ڈھال سرخ ہو رہا تھا، اور آسمان کا زنگاری زرہ ہرمانی میں بدل رہا تھا۔ جس طرح بجلی بادل سے کڑکتی ہے تلوار آگ کی بارش کر رہی تھی، رزمگاہ کی گرد خون کی بارش سے بٹھا رہا تھا، دہاڑنے والے شیر یعنی سورماؤں کے جگر سے خون کا چشمہ جاری کئے تھا۔ زندہ پیلوں یعنی بڑے بڑے ہاتھیوں کی آنکھ سے خالص یاقوت اور پگھلا ہوا عقیق ٹپکا رہا تھا۔ گویا اس کے فوجی کا ابر تیغ آگ اگلنے والی بجلی ہے اور اس کے خونخوار خنجر کا گھڑیال جان لینے والا شیر ہے۔ نیزہ کے اژدہوں سے جنگی شیر یعنی بہادر لوگ گھوڑے کی پشت سے فرار کر رہے تھے اور پرچم کی طرح بہادروں کے سر بھالے کی نوک سے آویزاں کر رہے تھے۔ اس کے آبدار بھالے کی زبان سے جنگ کی آگ بھڑک رہی تھی۔ بجلی کی چمک سے وہ شہاب کی طرح فضا کا چہرہ روشن کر رہا تھا۔ خون سے پتھر اور بالو کو یاقوت رمانی اور لعل بدخشانی کا رنگ عطا کر رہا تھا۔ مارے

خوف کے زہرہ کا بے رنگ چہرہ زرا اور زریر (زرد رنگ کی گھاس) رنگ کا ہو گیا۔ تیغ زن بہرام اپنا سر جوشن نما آسمان کے ڈھال میں چھپا رہا تھا۔ بادل کی طرح تیر کی بارش سے اپنی آنکھ کو چھپا رہا تھا۔ دائرۂ گردوں سے ستاروں کے سیمیں مہرے گوٹ بساط خاک پر بکھیر رہا تھا۔ مخالف دین کے جسم کو نشانہ بنا کر خاک بوس کر رہا تھا۔ زریں پیکان کی نوک مہر و ماہ کے آسمان میں گڑا رہا تھا۔ بھاری گرز سے باغیوں کی پیشانی سے گرد جھاڑ رہا تھا۔ شیطانی جماعتوں کے سر بادپا گھوڑوں کے کھر تلے زمیں بوس کر رہا تھا۔ اور گرز اور طبرزن (وہ تیر جسے جنگجو استعمال کرتے ہیں) کے زخم سے صاعقہ کی طرح پانی میں آگ روشن کر رہا تھا۔ سورماؤں کے دماغ جس طرح بادل سے اولے گرتے ہیں کارزار میدان میں گر رہے تھے۔ پیکان یعنی تیر کی انی زخمیوں کے خون آلود جسم سے لعل بدخشاں کا رنگ اختیار کر رہی تھی، بھالے کی نوک زراندود چہرے کے عکس کی وجہ سے کہربا کی زردی قبول کر رہی تھی گویا فنا کا خنجر غیر مسلموں کے شبرنگ چہرے پر پڑ رہا تھا، اور اجل کا ہاتھ ان کے تارکول جیسے سیاہ جسم پر زعفران گرا رہا تھا۔

چتون جو شر و فساد اور کفر و عناد کی جڑ تھا، غم کا ہمنشیں اور ندامت کا ندیم بنا، اس کے شرک و ضلالت کے جھنڈے شاہی قہر کے ہاتھوں سرنگوں ہوئے، دوائر بلا کے حصار اور نوائر عنا یعنی مشقت کی آگ کے قبضے میں گرفتار ہو کر اور جنگ اور لڑائی کے بھنور میں ہوا کی طرح بے بس ہو کر جان مالک کے حوالے کی، اور آخر کار الف صفت تلوار نے اس کی پیشانی کوٹ ڈالی۔

نون جیسی شکل کے اس کمان کی وجہ سے اس کی دال جیسی خفت والی قامت خم ہو گئی، گوہر آبدار خنجر کی وجہ سے معرکہ کارزار کی خاک اس رسوا و ذلیل کے خون سے لت پت ہو گئی۔ عرصہ ممالک اس کے شرک کی نجاست سے پاک ہو گیا۔ گوہر نگار تلوار سے سبزہ زار پر گویا شبنم کے قطرے سجا دئے ہوں۔ یا شاخ مینا کو شاہوار موتی سے جڑ دیا ہو، ملک و حکومت کا چہرہ اور فتح و نصرت کا رخسار سدا ہرا بھرا اور تر و تازہ رہے، بادشاہ کی جنگوں کی شہرت اور شاہانہ مساعی کا ذکر اطراف عالم میں پھیل گیا۔ مفاخر و مآثر یعنی فخر و اعزاز کی باتوں کی خبر دنیا کے گوشہ و کنار میں پہنچ گئی، مجد و بزرگی اور معالی کا نام مدح و ثنا کے صحیفہ ابکار (سادہ صفحات) پر ثبت ہو گیا، حکومت کے کارندے بہت سا مال غنیمت لے کر واپس ہوئے، بحر دکان کی طرح سونے اور جواہرات سے

مالدار ہو گئے ۔ نرگس وسوسن پھولوں کی طرح کمر سیم (چاندی کی کمر) وتاج زر یعنی سونے کا تاج ہو گئے ۔ خسروے فیروز جنگ کو بہ آسانی یہ عظیم فتح حاصل ہوئی، جو فتوح ملک کی زینت اور عروس دولت کا زیور ہے، زمانے کی ماں نے اس بانجھ جیسے لطف ایزدی اور سعادت آسمانی کے نتائج سے پہچانا۔

خسروئے دیں پرور کی رائے انور پر یہ بات واضح ہوئی کہ اگر انسان امتداد زمانہ کے ساتھ باقی رہے اور لیل ونہار کے تعاقب میں خدائے عز اسمہ کی نعمتوں کے شکرانے میں مشغول ہوتا بھی رہے تو آخر کار دنیوی عمر کی مدت ایک دن ختم ہوگی، اور اس کے شکر کا پٹہ انواع واقسام کی نعمتوں اور بخششوں کو اپنی آغوش میں نہیں سمیٹے گا، لہٰذا مقام اخلاص میں بندگی کے طاقت کے بقدر ضعف وبیچارگی کا اظہار کیا، اور عجز وقصور سے انا لا احصی ثناءً علیک ۔ (میں تیری مدح وستائش کی شمار نہیں کر سکتا، جس طرح اے اللہ تو نے اپنی تعریف آپ کر لی)، کا اعتراف کیا، اور لیس لی فی ھذ المضمار حصان وبمجازات نعمائه یدان ۔ (اس مضمار یعنی گھوڑ دوڑ کے میدان میں میرے پاس کوئی گھوڑا نہیں ہے اور اس کی نعمتوں کا بدلہ دینے کے لیے میرے پاس صرف دو ہاتھ ہیں)۔ پڑھا، عدل وانصاف کی اساس رکھنے اور ارکان شرع کو مستحکم کرنے کی انتہائی کاوش کی، اس صریح تجارت کی طلب میں کامیاب پونجی لگانے کی جدوجہد کی، ربع مسکوں کو عدل وانصاف کے معمار سے آباد کیا، عالی ہمتی کی برکتوں سے بازار علم وفضل کے چہرے پر رونق واپس لایا، علمائے دین کے احترام واکرام کو، جو انبیاء کے وارث علوم شریعت وحقیقت کے خزانچی اور قربت ومزیت کے شرف سے مخصوص ہیں ضروری اور لازم سمجھا۔ ان کے اعزاز واکرام کو کتاب وسنت کے مطابق خوش نصیبی کا پیش خیمہ اور جہاں داری کا عمدہ اصول تصور کیا۔ جیسا کہ اللہ نے آیات زواہر میں اس کو بیان کیا اور جواہر کلمات میں اس کی تفصیل پیش کی: یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوالعلم درجات ۔ (سورہ مجادلہ ۔ 11) "تمھارے بیچ میں ایمان والوں کو اللہ سر بلند کرتا ہے اور جن کو علم ملا ہے ان کے درجے ہیں"۔

سید البشر ﷺ سے منقول صحیح روایات میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اکرموا العلماء فانھم ورثة الانبیاء فمن اکرمھم فقد اکرم اللہ ورسوله ۔ علماء کا اکرام کرو کہ

وہ انبیاء کے وارث ہیں جس نے ان کا اکرام کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اکرام کیا۔اور آپؐ نے فرمایا کن عالماً او متعلماً او مستمعاً ولا تکن الرابع فتھلک ۔یا عالم ہو جاؤ یا متعلم یعنی طالب علم بنو یا سننے والے بنو اور چوتھی قسم نہ بننا نہیں تو ہلاک ہو جاؤ گے۔اس ستودہ عقیدت کی برکت اور اس پسندیدہ سیرت کی خوبی سے ملک کے حالات پر لطف الٰہی کے انوار و آثار روزانہ ظاہر ہو رہے ہیں۔اس کے لامتناہی فضل و کرم اور فیوض و برکات کی مدد آئے دن بڑھتی جا رہی ہے۔تمام لوگ اس کے گھر بار کف کا چرچا سن کر اس درگاہ جلال کی طرف جو دنیا والوں کا قبلہ اقبال اور کعبہ اعمال ہے رخ کیے ہیں اور ہمت کی باگ ڈور انھوں نے علاقے کی دوری کے باوجود اس بارگاہ آسمان رفعت کی طرف موڑ دی ہے،خود کو اس حضرت جنت صفت کے آفتاب کے سامنے ذرہ صفت ہو کر پیش کیا ہے۔

یہ لوگ مبارک شاہی بساط کا بوسہ لینے کی خاطر، جو دنیا کے ناموروں کی بوسہ گاہ ہے اصلی عزت وکلی سعادت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں،گرانمایہ تشریفات والقاب اور فاخرہ خلعت سے نوازے جاتے ہیں۔ان کی بلند پائیگی اور اعلیٰ مقامی کی وجہ سے چاند کی پیشانی پر قدم رکھتے ہیں، بلندیوں اور رفعتوں کے میدان میں آسمان کے شہ سواروں سے بھی گوئے سبقت لے جاتے ہیں اور حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ خیمہ جہانداری کے طناب کو دوام کی میخوں سے باندھ دے،شہر یاری کے مروارید کو ابدیت کی لڑی میں پرو دے،خوشی کے گلزار کو نامرادی کے کانٹے سے بچائے۔مکنت اور ثبات کے علم کو فتح و نصرت کی آیات سے سجائے، آفتاب اقبال کو درجہ شرافت اور نقطہ عروج پر ثابت قدم رکھے،گہن کے چشم زخم کے نقصان کی آفت سے محفوظ رکھے،ماہ جلال کو سعد اکبر اور ناہید رامشگر (مطرب) کی نظر سے جوڑے رکھے۔گہن کے نقصان کے پنجے اور محاق (قمری مہینے کی آخری راتیں جب چاند نظر نہیں آتا ہے) کے خطرے سے مصون رہے اولیائے دین وارکان دولت کامیاب رہیں،اور ملک کے دشمن اور ملت کے حاسد کو برے دن دیکھنے پڑے۔

شادمانی کی امداد اور کامرانی کی کثرت جب یکجا ہوئی اور انواع واقسام کی برکتیں اور سعادتیں رونما ہوئیں تو شاہی رکاب،سدا بلند رہے،کامیابی کے سائے تلے ہانسی کی جانب روانہ

ہوا۔ وہاں حصار یعنی قلعہ کی خاطر چندروز قیام کیا، اس کے بعد عزیمت کی باگ ڈور کہرام کی طرف موڑ دی، بادشاہ کے بابرکت قدوم کی وجہ سے اس علاقے کو تازہ زیب وزینت حاصل ہوئی، شاہی علم کے ماہ کی شان وشوکت سے معالی کا آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہوا اور اقبال کی بلندی پر پہنچ کر فضل وشرف کے نقطہ اور سعادت کے مرکز پر پہنچا۔ عوام کے سرور ونشاط اور فراغ ورفاہیت کے اسباب اکٹھے ہوئے، خاص وعام سب لوگ شاہی عنایات کے سائے میں آسودہ حال ہوئے، امن کی پناہ اور سلامت کے پڑوس میں رہ کر حوادث کے پنجے سے رہائی پائی، انصاف کا نور ظہور ملک کے اطراف ونواحی اور بسیط عالم کے اقطار واکناف میں پھیل گیا، آفتاب معدلت وانصاف کی شعاع تمام رعایا اور زیردستوں پر چمکی، انواع واقسام کی برکتیں دین ودولت کے صفحات پر ظاہر ہوئیں، شمشیر وخنجر کے محاسن ملک وملت کے رخسار پر نمایاں ہوئے۔

اس مبارک فتح اور عظیم خوش خبری کی خبر عرصہ گیتی میں پھیل گئی، اس کا چرچا ہندوستان اور سندھ کے دور ونزدیک علاقے تک ہونے لگا۔ اولیائے حکومت کی مدد اور اعدائے مملکت کے قہر کی کیفیت پر فتح نامے لکھے گئے، اور وہ حضرت غزنہ اللہ اسے دولت واقبال سے آباد کرے بھیجے گئے۔ تاکہ رائے انور پر، اللہ سدا اسے روشن رکھے، واضح ہو جائے کہ مرور زمانہ کے ساتھ جو مقاصد پورے ہوتے ہیں، امیدیں برآتی ہیں اور مطالب شرمندۂ تعبیر ہوتے ہیں ان سب کی بنیاد بادشاہ کی ہمت عالی، عقیدہ پاک، امانی کی فہرست شادمانی کا سر دفتر، کرامات کا فاتحہ، مقدمۂ سعادت اور غیر متناہی لطف وانعام ہے۔

☆☆☆

میرٹھ اور دہلی کی فتح

نیر اعظم جب برج میزان پر سایہ فگن ہوا اور تیر ماہ (ستارہ عطارد اور فصل خزاں) کی فوج نے باغ و راغ کے صحن میں کرشمہ سازی شروع کی، درختوں کے سبز و شاداب حلے عاشقوں کے چہرے کی طرح زرد پڑ گئے، باغ و بوستاں کے چمن کے مینا نے کہربا (ایک قسم کا سخت گوند جو پیلے لال اور سفید رنگ کا ہوتا ہے) کا روپ دھار لیا، گرمی کی فوج کی شکست سے باد نسیم میں اعتدال آیا، ہوا دریا کی سطح پر خسرو کے کفِ راد (داد و دہش والی ہتھیلی) کی طرح زرفشاں ہو گئی، ایسے موسم میں شاہانہ ہمت دین و دولت کے امور میں نظم و نسق کی طرف متوجہ ہوئی اور کہرام سے ایسی قسمت کے ساتھ، جس کی وجہ سے قضا فتح کی نوید سناتی ہے، روانگی کی باگ ڈور میرٹھ کی طرف موڑ دی اور تاخت و تاراج کی خاطر وہ ہوا کی طرح روانہ ہوئی، منصور و مظفر خادم اور غلام شمشیر نصرت آویزاں کر کے اور سرکاری جھنڈے بلند کر کے روانہ ہوئے۔ شریف و نجیب اور سورما بہادر لوگوں کی بدولت عرصہ ہند تنگ ہو گیا۔ زمانہ کے سورماؤں اور میدان کارزار پر اس علاقے کی فضا تنگ ثابت ہوئی۔

میرٹھ کے حصار پر، جو ملک ہندوستان کے مشہور قلعوں میں ہے اور جس کی بنیادیں اور ارکان اپنی استواری اور استحکام کے لیے معروف ہیں، فروکش ہوا، ملک و دولت کے تابعداروں کی ایک فوج نے، جو کمال شجاعت اور بہادری سے متصف ہے اور انتہائی خدمت کے جذبے سے سرشار ہے، جنگ چھیڑ

دی۔ شاہی سطوت وشوکت اور شدت ومہابت کی وجہ سے اس قلعہ کے اہالی کا معاملہ میدان کارزار میں نازک ہوگیا۔ مقابلے کے وقت ان کے ہاتھ پیراز کار افتادہ ہوگئے۔ ایسا مضبوط قلعہ، جس کی دیواریں بلند وبالا پہاڑ کی طرح اپنی جگہ مضبوطی سے جمی ہوئی تھیں اور جس کا خندق بحر محیط کی طرح لمبا چوڑا تھا، نہ تو تیز پرواز شاہین اس کی بلندی سے گزر سکتا تھا، نہ آنکھ کی شعاع پستی سے اس کی بلندی پر پہنچ سکتی تھی، فتح ہوا۔ بادشاہ کے غلاموں کی، جن کی تلوار کی حدت سے فتح وظفر کا رخسار سرخ ہوتا رہتا ہے، اس کے مخالفوں کے ساتھ معرکہ آرائی کی کوشش کارآمد ثابت ہوئی، آہنی قلعہ اور حصار مجاہدین دین کے بھالے کے سامنے رکاوٹ نہ بن سکے۔ ایک بڑی جماعت نے ہوا پرستی کی تاریکی سے نکل کر خدا شناسی کے نور تک رسائی حاصل کی، اور حقیقی مسجود اور بے مثال معبود یعنی خدائے تعالیٰ سبحانہ کو پاکی اور یگانگی کے ساتھ یاد کیا (یعنی مسلمان ہوگئے)۔ کفر وگمراہی کی بنیاد اور شرک کی نہاد ویران ہوئی۔ بتوں کے معابد اہل توحید وایمان کا مسکن بنے۔ دین کے شعار اور اسلام کے شعائر پوری طرح نمایاں ہوئے۔

میرٹھ کے قلعہ میں ایک کوتوال مقرر ہوا، مبارک شاہی علم تائید ونصرت کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے، اور جہاد عظیم کے ارادے سے قلعہ دہلی کو آزاد کرانے چلے، روانگی کے وقت اس علاقے کے سوار شاہی دولت واقبال میں خیمہ زن ہوئے اور بادشاہ کے سراپردہ یعنی بڑے خیمے کے پاس اترے۔ آتش جیسی ہیبت رکھنے والی اور ہوا جیسی رفتار والی فوج سطح زمین پر پانی کی طرح رواں ہوئی۔ ہندستانی تلوار کی چمک سے زخم آتش زخم میں زخمہ (مضراب جس سے ستار بجاتے ہیں) ناہید ستارہ کی انگلی میں اور قلم تیر ستارہ کی پوروں میں جل کر رہ گیا۔ تیز رفتار عربی گھوڑے کی ٹاپ سے چشمہ خورشید گرد میں اٹ گیا۔ اس آسمان جیسے بلند قلعہ کے گرد سپاہ کا قافلہ چاند کے گرد ہالہ کے گھراؤ اور پھل کے گرد اکمام کے گھراؤ کی طرح اکٹھا ہوگیا۔

قلعہ کے باشندوں نے آکر جنگ چھیڑ دی، جدال وقتال کا سلسلہ جاری کیا، سرکشی پر اتر آئے، اپنی کثرت تعداد اور شان وشوکت پر پھولے نہ سمائے اور **وان یخذلکم الله فمن الذی ینصرکم من بعدہ** (آل عمران آیت 160)۔ اگر اللہ تمھیں رسوا کرنے پر اتر آئے تو کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرے۔ کے مفہوم سے غافل ہوگئے، اسلامی فوج طاقتور شیروں اور خوفناک سیلاب کی طرح رزم گاہ میں دوڑ پڑی۔ انھوں نے جنگ میں شکاری پرندے باز کی طرح ٹوپی کی جگہ آہنی خود پہن رکھا تھا۔ ہدہد کی طرح چینی خود کو اپنے سر کا تاج بنا دیا تھا، پانی کی لہروں سے باغ کی جو کیفیت ہو جاتی ہے اس کی طرح سیم اندود

یعنی سفید جوشن (جنگی لباس زرہ) پہن رکھا تھا، کبوتر کے جال کی طرح تنگ حلقے والے زرہ میں خود کو ڈھک لیا تھا، بلکہ مچھلی کے جانے کی شکل میں خطائی جوشن زیب تن کر رکھا تھا۔ سانپ کی آنکھ اور ٹڈی کے جسم کی شکل کا داؤدی زرہ پہن رکھا تھا۔ جنگلی خاردار چوہا کی طرح خار صفت نوک پیکان کو جنگ کی سان کے پتھر پر تیز کر رکھا تھا، پھوؤں کی طرح تیر کے رد میں جنگ کی سختی نے سخت پتھر کی نوعیت اختیار کر لی۔ اسلامی حدود کی حفاظت اور دین کی حمایت کی خاطر جہاد پر کمر بستہ ہوئے، چمکنے والی بجلی اور رواں پانی کی طرح انھوں نے جنگ کو طول دیا، گویا ان کے ضمیرانی تلوار (ضمیران ایک شہر کا نام ہے) کا صفحہ لوگوں کے بچھڑنے کی جگہ میں بدل گیا، اور ہر ایک سپاہی کے نیلوفری خنجر کا چہرہ موت کی طرف تیزی سے لے جانے والا ہو گیا۔

بادشاہ کی شان و شکوہ اور رعب دبدبہ کی وجہ سے، کیونکہ رعب کے ذریعہ ہونے والی نصرت جنگ کی سختی میں اضافہ کر دیتی ہے، اعدائے دین کی خمیر میں اختلاف پڑ گیا، ترس و بیم کا پرندہ ان کے صحن سینے میں آمد و رفت کرنے لگا، بادشاہ کے قہر و غضب کی وجہ سے مالک بنے رہنے اور قبضے کو برقرار رکھنے کی باگ ان کے دست تصرف سے نکل گئی، علم پر فتح مبین کے انوار اور نصرت عزیز کے آثار نمایاں ہوئے، کامیابی کی علامات اور پیروزی کے نشانات نمایاں ہوئے۔ صبح کامیابی کی سفیدی عام قانون کے مطابق مطلع کار و مبدأ پیکار سے ظاہر ہوئی۔ سنة الله التى قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا ۔(سورہ فتح آیت 23) اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی آپ کو نظر نہیں آئے گی۔

ایک گھنٹے کے اندر دیوار قلعہ کا سرا اور پایہ وہم رفتار تیر اور اژدہا صفت نیزہ کی بدولت جنگجوؤں سے خالی ہو گئے۔ ایسا قلعہ جو دو پیکر والے برج کے سرے کو چھوتا تھا اور انتہائی مضبوطی کی وجہ سے اس کی کشائش کا تصور خانہ ضمیر کے ہوس میں ممکن نہ تھا۔ سلاطین کی ہمائے ہمت اور فرط رسوخ کی بدولت اس کا آزاد کرنا ممکن نہ تھا، دوربیں فہم کا مخبر اس کی بلندی کی خبر نہیں دیتا اور تیز رفتار وہم بھی اس کے طول و عرض سے نہیں گزر سکتا تھا، آزاد ہوا۔ ایسے مشہور قلعہ کا جس کا چرچا ہر جگہ ہے، جو ہندوستان کے علاقوں کا واسطہ اور نقطہ ہے عرصہ مملکت میں اضافہ ہوا، ساری ریاستیں اس کے اطراف و نواحی کی وسعت کے ساتھ قہر و غلبہ سے اس کے قبضہ اقتدار میں آئیں، اور حکومت کے علم بر و بحر کے تمام اطراف و اکناف اور گوشہ و کنار میں کامیابی سے لہرانے لگے، اور آیت ان الارض یرثها عبادی الصلحون ۔(سورہ الانبیاء 105) زمین کے وارث میرے نیک لوگ ہوں گے۔ کا حقیقی مفہوم جہان کو رونق بخشی، علاقے کے سربرآوردہ

لوگوں نے مارے خوف وہیبت کے الف وار قد کو کمان کی طرح اور نون کی پشت کی طرح جھکا دیا۔
اور "بائے بیم" و "خائے خنجر" سے چھوٹے نیزے کی طرح خدمت و بندگی کا پٹہ کمر میں باندھا۔

شاہی قہر و غضب کی بادسموم سے، جو بادل کی آنکھ میں اولے کو چنگاری میں بدل دیتی ہے اور آب حیات کو آذر کی طبیعت میں بدل دیتی ہے، بہت زیادہ ہراساں اور خوف زدہ تھے، اور نسیم لطف سے، جو سنگ خارا سے سلسبیل کا چشمہ جاری کرتی ہے اور خشک لکڑی سے اردی بہشت کے مہینے (موسم بہار) میں تروتازہ پھول کھلاتی ہے امیدوار تھے۔ چونکہ شاہی رافت و رحمت کے فیضان نے ان کے جرائم کو درگزری اور چشم پوشی کے دامن میں چھپا دیا اور ہر ایک کی خطا اور جرم پر خط امان کھینچ دی۔ قدرت آمیز عفو درگزری کو عطا کے لوازم جہاں داری کے مراسم اور مکارم اخلاق کی تکملہ میں شمار کیا ہے۔

طالع سعد اور اختر مبارک کی بدولت کارکشا زمانہ (کام بنانے والا زمانہ) اور راہنما ستارہ شہر میں گرم خرام ہوا۔ عرصہ دہلی جو منشائے دولت اور مبدا سعادت ہے، بادشاہ کے قدوم میمنت لزوم سے آراستہ ہوا، اس علاقے کے باشندوں کی صورت حال بلدة طيبة و رب غفور ۔ یعنی شہر پاکیزہ ہے اور رب بخشنے والا ہے۔ کی سی ہوگئی۔ دولت قاہرہ اور اقبال روز افزوں کے فرو شکوہ سے شاہ حق اپنے مرکز میں قیام پذیر ہوا، امن وامان کے سائے تلے رعایا نے انواع و اقسام کی کلفتوں اور زمانے کی الٹ پھیر دوں سے نجات پائی، جملہ عوام ابر اثر کف کے بے شمار لطف وانعام کی بدولت گل احمر کی طرح لعل پیکر چہرہ والے ہو گئے، (یعنی بہت خوش اور مسرور ہوئے) اس دست گہر بخش (موتی عطا کرنے والے ہاتھ) اور دریا جیسے دل والے بادشاہ کے جود و کرم سے، بحر و کان کی طرح زر و گوہر سے مالدار ہوگئے۔ نیکی اور بھلائی کے دروازے دنیا والوں اور سماج کے مختلف طبقوں پر کھل گئے، امن وامان کے اسباب خصوصیت سے دنیا والوں کو مہیا ہوئے۔ جود و کرم کا نام اور انسانیت و مروت کا چرچا چہار دانگ عالم میں پھیل گیا۔

حسب دستور سابق شرعی شعار اور اسلامی منار کے اظہار کی مناسب تاکید کی، طاعت و فرمانبرداری کی عمارت اور ارکان خیرات بلند ہوئے، بدعت کے رسوم و گمراہی کے قوانین محو ہوئے، شہر اور اس کے اطراف و نواحی بت اور بت پرستوں سے خالی ہو گئے، بتوں کی ہیکل کی جگہ مساجد کی بنیاد پڑی اور بتوں کے پجاریوں کی جگہ موحدوں کی آرام گاہ میں بدل گئی۔ تسبیح و تہلیل کی صدا اور موذنوں کی آواز کیوان یعنی زحل ستارے تک پہنچ گئی۔ مرکز کفر خورشید مسلمانی اور کلمۂ عالی سے سج دھج گیا۔

☆☆☆

اجمیر کے راجا کے بھائی
ہرّاج کی بغاوت کا بیان

جب اس انداز سے دولت کے موتی ارادت کی لڑی میں پوری طرح پرو دیے گئے اور دین کے اساسی امور استقامت کے طریقے پر استوار ہو گئے تو صدر عالی قوام الملک رکن الدین حمزہ جو آداب وسلیقے کے میدان میں ابنائے زمانہ سے گوئے سبقت لے گئے، اپنی فرزانگی ودانشوری کی دلیل گیتی کے سر پر نمایاں کیا، اس کے مفاخر کے انوار چہرۂ ممالک پر روشن ہوئے، اس کی بزرگی کے آثار کف زمانہ کے ہوش مندوں پر واضح ہوئے اور اپنی پیہم ہمت ونہمت اور تلاش وکوشش کو بھلائی اور نیکی کے کاموں میں مصروف رکھا، اصابت تدبیر اور اصالت رائے سے آئینۂ دولت سے زنگ کو صاف کیا، امور کے جلی وخفی رموز سے اس درجہ واقف ہوئے کہ اس کی شہرت فیض آفتاب کی طرح سب جگہ پہنچ گئی اور اس کے فضائل وشمائل کی خوشبو تمام گوشہ وکنار میں سونگھی جانے لگی، رنتھمبور سے بادشاہ کے دربار میں، جو الطاف وعنایات کی وعدہ گاہ اور اشراف کی منزل ہے، یہ خبر پہنچی کہ راجا اجمیر کا بھائی ہراج شیطان کا فریب خوردہ اور رسوائی کا مظہر ہو گیا، بے حیائی سے عہد شکنی پر اتر آیا اور آتش فتنہ کو بھڑکانے اور گرد بغاوت کو ہوا دینے پر کمربستہ ہو گیا،

صفا وخلوص کے مشرب سے نکل کر نفاق کا رخ کیا، بغاوت وعداوت کی تنگ سواری پر سوار ہوا، سرکشی کی دیوار پر رسوائی اختیار کی، سر اطاعت کی زرہ اور پٹے سے پھیر لیا، حد بندگی اور دائرہ اطاعت سے باہر نکل آیا، ظلم وجبر کا ہاتھ لوٹ مار کی طرف بڑھایا، اپنی بڑی فوج کے ساتھ جس کی تعداد وضاقت علیهم الارض بما رحبت۔ زمین کشادہ ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی۔ کے برابر تھی، رنتھمبور کے محاصرہ کے ارادے سے چلا، ساری قوم کینہ وعداوت کی آندھی کی وجہ سے دریا کی طرح لہریں مار رہی تھی اور فتنہ وفساد اور شرارت کی گرد زمین سے اڑا رہی تھی۔

پتھورا کا بیٹا، جو درگاہ اعلیٰ یعنی بادشاہ سلامت کا تربیت یافتہ اور ساختہ وپرداختہ ہے، اللہ اس کے جلال کو دوگنا کرے، نقصان کی تنگی اور خطرے کے معرض میں پڑا اور اذیت کے ناخن اور بلاؤں کے پنجے میں گرفتار ہوا، اس واقعے کی خبر جب بادشاہ سلامت کو دی گئی اور اس کے گوش گزار ہوا تو ولایت کے امور کے نظم ونسق اور ترتیب وتنظیم کا کام امیر سابق الملک نصیر الدین مسعود، اللہ اس کی تمکنت کو بڑھائے، کے حوالے کی، جو ایک شاخ تھی دوحہ (شجر) نبوت کی، ایک سرو تھا چمن فتوت وبہادری کا، ایک اختر برج سعادت کا تھا، درج سعادت یعنی سعادت کی ڈبیہ کا ایک گوہر تھا، ایک دریائے طہارت کا، ایک بدر کامل تھا، فلک رسالت کا۔ ولایت داری اور جہاں داری کے قوانین وآئین کی شناخت میں اپنے ہمسروں سے بازی لے جانے والا، شجاعت وبہادری میں اپنے امثال ونظیر سے فائق، عالی نسبی میں ہندوستان کے دور ونزدیک میں پاک مشہور اور کمال حسبی میں یکہ وبے نظیر۔

سپہر دولت کے خورشید وسریر مملکت کے جمشید نے رنتھمبور کے قلعہ کی طرف حرکت کی ،فلک کو چھونے والے اور زمین کو طے کرنے والے ادہم یعنی سیاہ گھوڑے کے رکاب میں پاؤں ڈالا، تائید کا باغ اس شب رنگ اور شہاب افتاد (شہاب ثاقب جیسی افتاد طبع والے) گھوڑے کے حوالے کی، اس کا ماہ میر یعنی چاند جیسی خصلت والا گھوڑا اپنی تگ ودو کی گرد سے چشمہ خورشید کو ڈھک رہا تھا۔ جست لگانے میں وہ اپنے ہلال صفت نعل کو ناہید ستارے کا گوشوارہ بنا رہا تھا، دشت وصحرا اور خطرناک جنگلات کو باد صبا کی طرح پار کر رہا تھا، گورخر یعنی جنگلی گدھے اور ہرن کی طرح کوہ وصحرا میں چوکڑیاں بھر رہا تھا۔ قضا بادشاہ کے عزم کا ہمرکاب اور قدر اس کے ارادے کی

ہمعناں تھی، اس کی موشگاف باریک پیکان کی نوک آسمان پر اور اس کا پہاڑ کو پار کر لینے والا پیلک یعنی دوشاخہ تیر چرخ سے ذنب ستارے کو ہتھیا رہا تھا، اس کے آتشیں بھالے کی چنگاری نے سہیل ستارے کو جلا دیا اور سہا ستارے کی آنکھ سی کر رکھ دی تھی۔ اس کی صاعقہ صفت رفتار برق زخم سے ہوا کے رخ کو روشن کرتی۔ اس کی تلوار کا گھڑیال جان کو اپنے پیٹ میں ہڑپ لینے کی خوشی میں اپنے جبڑے کھولتا، اس کے خنجر کا اژدہا خون پینے کی حرص میں چشمۂ گوہر سے منہ پھاڑتا۔

پسندیدہ اور تجربہ کار بہادر وسورما، جن کے دہم رفتار تیر کے ڈر سے عقاب پرندہ بھی آسمان کی بلندی سے شکست کھا کر گر جاتا ہے، جن کے اژدہا پیکر نیزے کے ترس سے ہر ایک جنگلی شیر جنگل چھوڑ کر چلا جاتا، جن کی سواریوں کی گرد سے روز روشن تاریک رات کی طرح ہو جاتا اور موتی بکھیرنے والا چشمہ خورشید گرد وغبار کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔ ہوا کا رخ صحن خاک کی طرح عنبر کا لباس زیب تن کر لیتا اور آسمان کا آتش نگار قبہ دخانی ٹوپی پہن لیتا۔

ہراج ملعون کو جب شاہی علم، سدا بلند رہے، کے وصول کی خبر ملی تو اسلامی فوج سے مقابلے کی تاب نہ لا سکا، مجبوراً اس نے دست عجز دامن فرار میں مارا، یعنی بھاگ کھڑا ہوا۔ آبدار تلوار کے خوف سے بے قرار ہو گیا، ہوا کی طرح اپنی ناکام فوج کے ساتھ خاک پیمائی کرنے لگا۔ فانهم حمر مستنفرة فرت من قسورة ۔ گویا وہ بدکنے والے گدھے ہوں جو جنگلی شیر کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے ہوں، کے مصداق ہو گئے۔

مبارک رائے بادشاہ نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے کفی الله المومنین القتال ۔ قتال وجدال کے لیے اللہ مومنوں کو کافی ہے۔ پڑھا اس عظیم بخشش کے مقابلے میں جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا، سپاس گزاری کی رسم انجام دی، خدائے سبحانہ تعالیٰ کی حمد وستائش میں خشوع خضوع کی زبان کھولی، نظم ونسق سے متعلق امور کی منصفانہ انجام دہی کے لیے سابقہ دستور کو برقرار رکھا، خواص وعوام کو اپنے سایہ عاطفت وعنایت میں پناہ دی، ان کو انعامات واحسانات سے نوازا، اپنے ابر مثال ہاتھوں سے جود وکرم کی شریعت کا احیا کیا اور امید کی کھیت کو سرسبز وشاداب کیا۔

اس وقت راجہ پتھورا کا بیٹا مخصوص کرامت وشرافت اور پذیرائی سے مشرف ہوا۔ اس

کے اور اس کی رعیت کے احوال میں حسن ارادت اور صدق عقیدت کی خصوصیت شامل تھی۔ خلوص کے حسب اقتضا کافی مال و دولت اس نے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ تین سنہرے خربوزے کے ساتھ، جس کے چاند جیسے قالب کو بڑی نفاست سے آراستہ کیا تھا، اور جس کے ہلال جیسی صورت کو جسے بڑی باریکی اور صنعت گری سے سجایا تھا۔ مصور کائنات نے پرکار قدرت سے پتھر کے صلب میں اس کے اصل وجود کو پیدا کیا۔ ازل کے نقش نگار نے کان کے رحم میں اس کے دل افروز چہرے کی نقاشی کی۔ دایہ آفتاب نے پتھروں کی گود میں برسوں بچے کی طرح اس کی پرورش کی، پھر بتدریج اس کے شب رنگ کپڑے کو اس کے کہربا رنگ کے پیکر سے کھولا، اور رنگ ریز کی طرح اس کی نیلے حلے اور سرمئی کپڑے کو زعفرانی رنگ کے پانی سے رنگ دیا۔

اس حالت میں تخت شاہی کے سامنے، جس پر پیشانی ٹیکی جاتی ہے، اس طرح تقریر کی کہ راجا نے جو دہلی سے فرار کر کے ایک قیامت برپا کر رکھی ہے، کچھ فسادیوں اور باغیوں کی ایک جماعت اکٹھی کی ہے، اور جہانداری کی خواہش میں خیال باطل کو دماغ میں راہ دی ہے، انتہائی کبر و نخوت اور غفلت و بے خبری سے دل کو ہوس خانہ دیو بنا دیا ہے۔ **الشیطان قد باض وفرخ فی صدره ودب ودرج فی نحره** ۔ شیطان نے اس کے سینے میں انڈے دیے اس سے چوزے نکالے اور وہ رینگنے لگا، اور اس کے ذبح کرنے کی طرف دھیرے دھیرے روانہ ہوا۔ اس امر کا راز جب بادشاہ کے رائے انور پر، اللہ اسے اور روشن کرے، فاش ہوا، تو خادموں کی ایک منصور و مظفر فوج کے ساتھ **اذ ااستنجدوا لم یسئلوا من دعائهم لای حرب ام بای مکان** ۔ جب ان سے مدد کی درخواست کی جاتی ہے تو یہ نہیں پوچھتے کہ کس جنگ کے لیے اور کس جگہ کے لیے ان کو بلایا گیا ہے، کے مطابق جہاں کشائی کے عزم و ارادے سے کمر بستہ ہوئے۔

تاخت و تاراج میں تائید و نصرت کا قائد اور فتح و ظفر کا علم بادشاہ کا ہمعنان ہوا، زمانے کی سازگاری کی بدولت وہ ملعون گرفتار ہوا، تقدیر لکھنے والے قلم نے اس کے صفحہ ملک پر زوال کی تحریر لکھ دی، قضا کی شست سے چلنے والا تیر فنا اس کی جان کے نشانے پر لگا، یقینی موت نے اس مغرور کی بقا کا منشور لپیٹ کر رکھ دیا۔

خنجر کے وار سے آب جراحت کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیا، اس آتشیں و آبدار ہتھیار

کے زخم سے اس ذلیل وخوار کا سرتن سے جدا ہوا، اسے (اس کی لاش) کو دہلی میں جو اس کا دار القرار اور اصلی وطن تھا بھیجا گیا۔ حصول مقصد کے بعد، فلک پایہ شاہی رکاب دہلی کی طرف ، جو منشأ فضائل و مرکز افضال ہے، روانہ ہوا۔ عنان جہاں کشا اقبال کے گھنے سایہ تلے اس خطہ کی جانب موڑ دیا گیا اور مظفر و منصور وشاداں وفرحاں مال غنیمت کے ساتھ اپنے مقر عزت وحریم دولت پر واپس تشریف لائے۔

حکم ہوا کہ فتح نامے لکھ کر، حضرت غزنہ کو، اللہ اس کا سایہ بڑھائے اور اس کا جلال پھیلائے، روانہ کیا جائے، جس میں قلعوں کے آزاد کرانے اور بابرکت ایام میں فتوحات وغزوات کی کیفیت کا ذکر ہو، تاکہ بادشاہ کی رائے اعلیٰ پر، اللہ اسے سربلندی عطا فرمائے، واضح ہو کہ اس مہم کے سر کرنے کے دوران میدان کارزار میں انواع واقسام کے جو شدائد اور مشکلات سامنے آئے اس میں اصل غرض حضرت بادشاہ سلامت کی رضا جوئی میں خلوص بندگی کا اظہار رہا ہے، جسے دنیا کے سلاطین اپنا ملجاو ماوا اور پناہ گاہ سمجھتے ہیں اور اپنے اقبال کا مآل تصور کرتے ہیں۔

ایسا مخصوص منشی کہ آسمان کے تیر دبیر کو لائق ہے کہ اس کا بندہ بیان اور رہین بنان (پوروں کا گروی) ہو جائے، اپنے الماس فکر سے معانی کے موتی پروتا، ان کو شیریں اور نفیس الفاظ کی لڑی میں منسلک کرتا، حسن کتابت اور لطف عبارت میں ید بیضا دکھاتا، گویا اس کا سیہ سار (گھڑیال جیسا) قلم اسرار بلاغت کو بیان کرنے والا، اس کا صریر خامہ باغ فصاحت کی بلبل ہے۔ اس کا خیزران پیکر (ایک قسم کی لکڑی جو جھکانے سے نہیں ٹوٹتی) لچکدار قلم اپنے نحیف جسم کو آب زعفران سے دھوتا تھا، تختہ رخام (سنگ مرمر کی لوح) پر اژدہے کی رفتار سے چلتا، سر زبان سے بھالے کی تیزی اور پیکان کی نوک کی خصوصیت کا اظہار کرتا، مرغ زریں یعنی سنہرے پرندے کی طرح تارکول کے دریا میں غوطہ لگاتا منقار یعنی قلم کی نوک سے سیاہ رنگ کا مادہ یعنی روشنائی کاغذ کے سفید ورق پر بکھیرتا، چاندی کی لوح پر شہد کی مکھی کا لعاب نکالتا اور رخسار پر گراتا اور شاخ زر سے صفحہ سیم پر مشک گراتا۔ دن، شام کی زلف سے غالیہ رنگ کا جال کھینچتا تھا اور کافور خشک کے صحن کو عنبر تر سے سجاتا۔ ریشمی فرش میں مشک خالص بساتا، سوسن وسمن کے چہرے کو قطران یعنی تارکول سے پوت دیتا اور میدان عاج میں پرکار کی طرح سر کے بل دوڑتا۔

خورشید عالم آرا جب برج سرطان پر سایہ فگن ہوا سخت گرمی کی وجہ سے بسیط زمین پر آتشیں فرش بچھ گیا، نائرہ ہوا فضا کی آگ کے جوش اور گرمی کی شدت کی وجہ سے درکات یعنی جہنم کے دروازے دنیا پر کھل گئے، گرم ہواؤں کے تنین یعنی اژدہا سے سانس میں اضطرابی اور التہابی کیفیت پیدا ہوئی، کان کے اندر سنگریزے یاقوت کی طرح پگھلنے لگے، گھڑیال موج کی سکرات میں سیارہ (کرہ آسمانی جو خود اپنے گرد یا خورشید کے گرد چکر کاٹتا ہے) کی طرح بلندیوں پر جلنے لگے۔ روشن تاب آفتاب کی گرمی سے سات دریائے اخضر یعنی سات آسمانوں میں ابال آگیا، سرین برہ (بروج کی صفت) خط محور پر رباب زن (رباب بجانے والے) پرندے کی طرح کباب ہوگیا۔ ثور فلک (ایک برج کا نام) داس یعنی ہنسیا اور خلخال یعنی پازیب کی طرح آتشیں ہو گیا۔ دو پیکر جرم عود وعنبر کی طرح دھواں کی انگیٹھی پر نمایاں ہوئے۔ دل، خرچنگ برج کے جسم میں بوتہ کی طرح آگ میں تپنے لگا۔ ناخن، شیر کے پنجے میں بھٹی میں لوہے کی طرح، نرم پڑ گیا۔ گیہوں، خوشہ کے اندر، آگ پر کالے تل کی طرح جل کر بھسم ہوگیا۔ سونا ترازو کے پلے میں مثقال (وزن کا آلہ) پر چاندی کی طرح خس وخاشاک کی آگ میں پگھل گیا، کژدم (برج کا نام) کا نیش اس آبی پیکر طشت آسمان پر لعل وعقیق کے رنگ میں رنگ گیا۔ زہ (چلہ کمان) تلوار رنگ کے آسمان کے کمان میں چنگاری کی طرح چمک اٹھا، بزغالہ (جدی مسقط البروج کی ایک صورت کا نام) کے کھر نے آسمان کے سبزہ زار پر اکثر ستارے کا رنگ اختیار کرلیا۔ دلو (گیارھویں برج کا نام) کی واحدرسی، روئی کی طرح چرخ دوتا کے حراقہ (ایک قسم کی جنگی کشتی جس سے دشمن کی طرف آگ پھینکتے ہیں) پر روشن ہوا۔ مچھلی کا چانہ داغ کی شکل میں گرم ہوکر بحر فلک پر ظاہر ہوا۔ حضرت غزنہ کی طرف، اللہ اس کے جلال کو سدا قائم رکھے اور اس کے سائے کی حفاظت کرے، جو شعاع اقبال کے پڑنے کی جگہ اور امیدوں کی نظر گاہ ہے، استدعا کا فرمان انواع واقسام کی مراحم خسروانہ سے آراستہ ہوکر جاری ہوا، اور بادشاہ سلامت کے فرمان سے، اللہ اس کے فرامین کو سربلندی عطا کرے، خاطر مبارک اور ضمیر منیر کی توجہ شہریار کے یمن منظر اور حسن مخبر سے معلوم ہوا۔

☆☆☆

غزنہ کی طرف مبارک روانگی

(اللہ اسے آفات سے محفوظ رکھے)

بادشاہ سلامت، جس کا چہرۂ شجاعت وبسالت، شمشیر آبدار کے گوہر سے روشن تھا، اور جس کی فتح ونصرت کا علم اس کے آتشبار بھالے کی نوک سے بلند تھا، صفائے عقیدت وخلوص ارادت کے حسب اقتضا فرماں برداری پر کمر بستہ ہوا، اوراس بہشت صفت حضرت وادا رایت ثم رایت نعیماً وملکا کبیراً۔ جب تو اسے دیکھے تو وہاں تجھے نعیم وآرام اور بڑا ملک نظر آئے)۔ کا رخ ایسے وقت میں کیا جب سیاہ بادل نے فضائے عالم علوی پر ایک بڑا سیاہ خیمہ نصب کر رکھا تھا، دھواں کے پھول آتش نگار فلک کے قبہ سے نمایاں ہو رہے تھے، ایک نیلی بڑی چادر نے آفتاب کے نور بخش چشمے کو ڈھک لیا تھا اور آسمان کے رخ روشن پر سرمئی نقاب ڈال دیا تھا، تیز رفتار ہاتھی میدان فلک کے صحن پر قطار در قطار کھڑے تھے، کوہ پیکر لہریں دریائے اخضر سے اٹھ رہی تھیں۔ سیاہ بادل کے بیچ سے بجلی نے روشن کرنے والے شیشے کو جلا کر رکھ دیا تھا، حبشیوں کے خنجر کی طرح شعلے روشن کر رہا تھا۔ اس کے نور گستر پیکر نے زنگاری آسمان سے سرخ علم بلند کر رکھے تھے۔ تاریک فضا کے چہرے سے مصقول یعنی پالش کی ہوئی چیز کی علامت شعلے کی طرح آنکھ کی پتلی کو نقصان پہنچا رہی تھی اور جست لگانے کے دوران روح باصرہ کی تحلیل کرتی تھی، آہنی بانسری کی

آواز سے آسمان کا نیلگوں طشت گونج رہا تھا۔ اس شور کے خوف سے صور کی پھونک ظاہر ہو رہی تھی۔ سینہ برق کی تلوار کی چمک سے آسمان کی آنکھ چندھیا گئی تھی۔ کبھی کڑک کے مست ہاتھی کے گرجنے سے کیوان (زحل ستارہ) کا کان بہرا ہو جاتا تھا، فوج تندیِ آتش کی شکل میں فضا میں شکست وریخت کا عمل کرتی۔ فصاد (نشتر لگانے والا) کی طرح سرمہ والے کو سرمہ لگاتی تھی، مینہ کی آنکھ سے بے دریغ موتی برساتی تھی اور سبزہ زار پر شاہوار موتی نچھاور کرتی۔

نیسانی بادل (رومی مہینہ کے مطابق اردی بہشت جو بہار کا موسم ہوتا ہے) آسمان سے آنسوؤں کی بارش برساتا، باغ وراغ کی گڑیوں کے کان اور گردن کو بارانی قطروں کے موتی کے زیور سے آراستہ کرتا، ہوشیاری سے بحر فلک کے غوطہ خوروں کی صف کو درہم برہم کرتا، مینائے گردوں کے دائرے سے سبزہ دم سبز بساط پر قیمتی موتی گراتا، کبھی ہوا اس کی سواری کے کھر کی گرد کو سرمہ بناتی، کبھی بادل اس کی سواری کی گرد کو آنسوؤں پر بٹھاتا، بارش کی بوچھار آئینہ فضا سے گرمی کا زنگ دور کرتی اور غیر معمولی نمی موسم گرما کے وسط میں بہار کا عمل دکھاتی۔

☆☆☆

گھوڑے کی صفت

ایسے موسم میں خورشید شکوہ بادشاہ کا گھوڑا چاند کی طرح کرہ خاک کی زمین پیمائی کرتا اور ہوا کی طرح منزلیں طے کرر ہا تھا، صاعقہ یعنی کڑک کی طرح نعل کی چوٹ سے پانی سے آگ روشن کرر ہا تھا۔ بجلی کی طرح تنگ گذرگاہوں سے گزر رہا تھا، گرد وغبار سے چشمہ آفتاب اور آئینہ فضا کو سیاہ کرر ہا تھا، پستی و بلندی میں بادصبا کی ہمرکابی کرر ہا تھا۔ گویا اس کی فلک سیر اور زمین پیما طبیعت نے دنیا کی گردش کرنے والی آندھی کو اپنی آغوش میں لے رکھا تھا اور آگ کی طرح انتہائی خفت سے آب وخاک کے مقام سے آشنائی ختم کرلی تھی۔

خسروی رکاب جب اقبال کی ضمانت میں حضرت غزنہ، اللہ اسے عظمت سے ہمکنار کرے، پہنچا۔ بادشاہ سلامت کے سریر اعظم کے سامنے دست بوسی کی کرامت وسعادت حاصل کی اور وہ شاہانہ نظر عنایت وحسن عاطفت کے ساتھ مخصوص ہوا، بلندی درجہ میں دنیا کے بادشاہوں سے ممتاز ہوا، مجلس اعلیٰ کی تقریب وترحیب سے، اللہ اسے سربلند رکھے، پوری طرح بہرہ مند ہوا، بساط اشرف کی خدمت میں جو عجمی بادشاہوں کی بوسہ گاہ اور سلاطین عالم کی سجدہ گاہ ہے، شرف یاب ہوا، عمدہ ونفیس جواہرات اور فاخرہ خلعت شاہی پیش گاہ میں پیش کیا۔ قیمتی اسلحے اور غلام خدمت میں پیش کیے۔

النمل تعذر اهداء ما حملت
والعبد يعذر في اهداء ماملكا
ولو اطاق لاهدى الفرقدين معا
والشمس والبدر والعيوق والفلكا

چیونٹی کوایسی چیز کے ہدیہ کرنے میں دقت ہوتی ہے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہےاور غلام کوایسی چیز کے ہدیہ کرنے میں دشواری ہوتی ہے جس کا وہ مالک ہے۔

اور اگر اس کے بس میں ہوتا تو فرقدین (قطب شمالی کے پاس کے دوستارے) کو ساتھ ساتھ ہدیہ کردیتا، بلکہ سورج چاند، عیوق (ایک روشن ستارے کا نام) اور فلک بھی ہدیہ میں دے دیتا۔

بہشت آسا باغ میں مشیر حکومت ضیاء الملک ایسے سرائے میں فروکش ہوا جوان کے فلک پایہ مرتبہ کے بقدر ایوان کی بلند بالا عمارت تھی، اوران کے وسیع وعریض جاہ کے مطابق فصیح میدان کا حامل تھا۔

مبارک شاہی رکاب کے غزنہ پہنچنے کے ساتھ ہی، جو خورشید کامگاری وخوش بختی کا مطلع اور سریر جہاں داری کا مستقر ہے۔ نور بخش آفتاب برج میزان میں براجمان ہوا۔ چمک دار سہیل ستارہ کے طلوع ہونے سے ہوا کی طبیعت میں اعتدال پیدا ہوا۔ موسم خریف (موسم خزاں) کی آمد سے زمانے میں اردی بہشت (موسم بہار) کا مزاج پیدا ہوا، ہوا نے سیمیں ڈھال پر آب زر کا چھڑکاؤ کیا، بادل نے شاخ کے زریں یعنی سنہرے کمان پر گوہر بکھیر دیے۔ درخت، برگ وبار اور پھلوں کی لطافت سے خالی ہو گئے۔ موسم خزاں کی ہوا نے خصوصیت سے خشک لکڑی سے آگ روشن کی، باغ کی گڑیوں کی پیشانی سے مرصع تاج اٹھا لیے، اور چمن کی دلہنوں کے ہاتھ اور کان سے کنگن اور بالے چھین لیے، باغ وراغ کے سبز حلے اور زمردیں ریشمی لباس اچک لیے۔ جوئے بار (بڑی نہروں) اور مرغزار یعنی سبزہ زار کے مینا پر جزع (ایک قسم کا پتھر) اور کہربا (ایک قسم کا پیلا سرخ اور سفید گوند یا قیمتی پتھر) گرایا۔ کوہ وصحرا کے زنگار (سرخی مائل بھورا رنگ) پر زرنیخ (گندھک اور ارسنک ملا ہوا) اور زعفران چھانتا تھا۔ بوستان کے صحن کو خزشمعی (ریشمی کپڑے)

اورزربفت (کمخواب زری) کے کپڑے سے سجاتا تھا۔

زر برسانے والی شاخ محبوب کے گھنگریالے بال کی طرح عنبر نثار ہوگئی۔ رسیلے ترنج یعنی چکوترہ لیموں کا پیلا تاج دیناری پتوں سے رونما ہوا۔ سیب کا سیمیں گیند سنہرے پتوں کے سائے میں پروان چڑھا۔ شاخ کے سرے سے محبوب کی ٹھڈی اور معشوق کے رخسار کی طرح نمایاں ہوا۔ کہربا پیکر ترنج آہوئے چین کے ناف کی طرح مشک آگیں ہوگئے اور پاک صاف سیم کی طرح بے سر کے جسم کے ساتھ زعفران کی شاخ پر نمودار ہوئے۔ لال گوں نارنگی نے گل ومل (پھول اور شراب) جیسے چہرے سے چراغ روشن کیے اور زرناب (خالص سونا) کی طرح بغیر جسم کا سرشنگرف رومی (سرخ رنگ کی چیز جسے گندھک اور پارے کی آمیزش سے تیار کرتے ہیں) نمودار کیا، اور خوش گفتار بلبل نے ارغن باجا اور موسیقار اٹھا کر رکھ دیا۔ طوق دار قمری نے منقار یعنی چونچ سے مضراب ہٹادیا۔

اردی بہشت (موسم بہار) کی فوج کے ہراول دستہ نے ملک کے اطراف سے پیش قدمی کی۔ جاڑے کے مقدمۃ الجیش نے موسم سرما کے جھنڈے بلند کیے۔ زمستان یعنی موسم سرما کی فوج نے زرخزاں کا تاخت وتاراج شروع کردیا۔ آسمان نے گھنے بادل سے اہرمن کا لباس اور دکن کا مطرف (منقش ریشمی کپڑا) زیب تن کیا۔ نیلی چھتری اور سرمئی علم لہرایا اور داؤدی زرہ اور خطائی جوشن پہنے۔ کبھی خورشید ایک شرمیلے آدمی کی طرح اپنا سر سرمئی بادل کے نقاب میں ڈھک لیتا اور بادل کے سائے میں اپنے فلک آرا چہرے کو نظروں سے اوجھل کردیتا، اور کبھی ایک دلبر محبوب کی طرح اپنا چہرہ تاریکی کے پردے سے ظاہر کرتا اور چمکتا ہوا جسم بادل کے پردوں سے نمایاں ہوا۔

آسمان مشکیں نقاب اور زمین جلباب (پازیب) والی ہوگئی۔ فضا کا چہرہ اور خاک کا صحن کوے کے بازوؤں اور اس کے انڈے کی بدولت نہاں ہوگیا، اور سنجاف پوش (پوستین پوش) بادل فرش قاقم (نیولا جس کی کھال سے پوستین بناتے ہیں) کے پاؤں پر گر گیا اور فاختئی بادل نے پھول کے درخت پر مور کی دم کی جگہ حواصل (ایک سفید آبی پرندہ) کے پر پہن لیے۔ میغ یعنی مینہ نے آب خوردہ مینا جیسی سفید تلوار پر ہیرے کے ریزے برسائے، اور سبزہ کے زمردیں فرش

پر موتی اور جواہرات بکھیر دئے۔ پہاڑ اور ٹیلے نے سیاہ پیشانی پر سفید دوپٹے ڈال دیے۔ دشت وصحرا کے زنگاری لباس سیمابی لباس میں بدل گئے۔ چمن زر پختہ (پکا سونا) سے نقرہ خام (کچی چاندی) میں بدل گیا اور باغ وراغ کا صحن کافور اور چشمہ سیماب کی جگہ میں منتقل ہو گئے۔

حوض اور نہر کے درمیان کان یشم یعنی سبز رنگ کے ایک پتھر کا کان نمایاں ہوا۔ غدیر اور آبگیر یعنی تالاب کے کنارے سنگ مرمر کے کان دکھائی دیے۔ نرگس کی آنکھ کے کنارے آنسوؤں کے قطرے متشکل ہوئے، پانی نہ صرف منہ کی نلی کے بیچ بلکہ تلوار اور چھری کا پانی بھی منجمد ہو گیا۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے سے آبگینہ شامی اور آئینہ چینی کی طرح پانی منجمد ہو گیا اور شدت سرما کی وجہ سے فلک اثیر (ہوا کا بالاترین اور درخشاں ترین حصہ) کرہ زمہریریہ (انتہائی سرد کرہ) میں بدل گیا۔

☆☆☆

صفت تنورہ

چمنی سے نکلنے والا مرغ صفت (مرغ ستارے کی طرح) گوہر، رخ ماہ اور چشمۂ آفتاب کی طرح چمکتا تھا۔ زحل ستارہ جیسے مقام کا جسم، جرم مشتری اور جبین ناہید کی طرح دمکتا تھا۔ اس کا نور تاریک شام میں صبح کی طرح دن کا مشعل روشن کئے تھا، اور کوے کے پر جیسی سیاہ رات کو دیدۂ باز اور افسر خروس (مرغ کے تاج) کے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ پورب سے آفتاب کا کنگرنی علم اور نورانی نقش کی چمنی نمودار ہوئی۔ دھواں کے بادل سے بجلی کی طرح برق لعل پیکر سرخ علم لہراتا تھا، خاکستر یعنی راکھ کی تاریکی سے خون آلود خنجر اور زراندود تلوار کھینچتا تھا۔ شبہ (ایک قسم کا پتھر) عقیق یمانی اور یاقوت رمانی کے مشابہ ہوگیا۔ گویا اس کی سفید انگلی نے ہندو یعنی سیاہ تل میں گرفتار ہوکر خود کو جوہر میں بدل دیا یا حبشی ہے جو رمد یعنی درد چشم کی تکلیف میں مبتلا ہے۔

چمنی کے منہ سے نکلتا ہوا اس کا شعلہ اژدہے کی زبان معلوم ہوتا ہے اور اس کی جالیوں سے سونے کے ٹکڑے نمایاں کر رہا ہے۔ شہاب ثاقب کی طرح تارکول جیسی سیاہ فضا پر سے چینی آئینہ کی طرح زنگ کی تاریکی کو دور کرتا اور روشن سہیل ستارہ کی طرح آہنی قلعہ اور حصار کی بیچ سے چمکتا تھا۔ اس کی چنگاریاں کرن کے قوس سے کڑک کی طرح فاصلے پر تیر چلاتی تھیں۔ زرنیخ یعنی ہڑتال کے ٹیلے سے سنہرے پھریرے اڑاتے تھے، زعفران درخت کے ٹیلے سے ارغوانی غنچے بکھیرتے

تھے، ضنبید (شنبلید ایک پودا ہے جس کے پتے پیاز کی طرح ہوتے ہیں اور دوا کے کام آتے ہیں) کے تودہ سے انار کے دانے بکھرتے اور خرمن گل سے زر، ارزن (چھوٹا پودا جو کئی رنگ کا ہوتا ہے) اور کاؤس لٹاتے، اس کا عکس طارم یعنی لکڑی کی چھت کو آسمان کے چہرے کی طرح ستاروں سے سجاتا، بارگاہ کے صحن کو چاند کی پیشانی کی طرح ضیا اور سنا (روشنی) کے قلم سے لکھتا۔ صفحہ دیوار کو تیرگی کے زنگ سے اسی طرح صاف کرتا جس طرح تیغ خورشید کے صفحہ سے زنگ دور کرتا۔ آگ کی گرمی سے سخت پتھر کے دل میں پانی کبھی بھاپ بن جاتا، اور سخت حدت کی وجہ سے لوہے اور فولاد کو موم کی طرح پگھلا دیتا۔ موسم سرما کی طبیعت مزاج پر موسم بہار کی کیفیت پیدا کرتی اور زبانہ یعنی شعلے کی زبان سے اہل زمانہ کے کان میں کہتی تھی:

چہ بہتر ز خرگاہ و طارم کنون ٭ بہ خرگاہ و طارم کنوں اختران
فرو بردہ مستاں سر از بیہشی ٭ برآوردہ آواز خنیاگران
سر بابزن در سروران باغ ٭ بن بابزن در کف دلبران
کباب از تنور اندر آویختہ ٭ چو ختنین ورقہای جوشن وران

اب خرگاہ یعنی بڑے خیمہ اور طارم یعنی لکڑی کی چھت سے بہتر کیا ہوسکتا ہے؟ بڑے خیمے اور لکڑی کی چھت میں دوستارے موجود ہیں۔

مستوں نے بیخودی کے عالم میں سر جھکا لیا، اور موسیقاروں کی سی صدا بلند کی ہے۔

باب زن یعنی سیخ کباب باغ کے سرداروں کے درمیان رکھا ہے۔ بابزن کی جڑ حسینوں کی ہتھیلی میں ہے۔

کباب تنور کے اندر آویزاں ہے ختنین (؟) کی طرح جوشن پوشوں کے ورق بنے ہوئے ہیں۔

فصل زمستاں (جاڑے کا موسم) کی سواری کی نوبت اور لشکر سرما کے غلبے کا معاملہ آخر انجام کو پہنچا، آسمان کے آسیب اور زمانہ کے چشم زخم سے اچانک ایک عارضہ پیش آیا۔ نامبارک ایام کے تصرفات سے ایک حادثہ رونما ہوا۔ بادشاہ سلامت کی ذات بے مثال، جو افضال کا خزانہ اور آمال کا نشانہ ہے، ناتوانی اور ضعف کے صدمے سے متاثر ہوا۔ یعنی اسے نقاہت لاحق ہوئی،

اور مبارک بادشاہ کے جسم میں جو جود وکرم کا مبدا اور عطا اور نعم کا منشا ہے، مرض نے راہ پائی۔

وزارت کے حرم سرا سے بادشاہ کی خدمت میں، جو اقبال کا دولت خانہ ہے، روانہ ہوئے اور ضعف ونقاہت کے سبب خسروئے معنی وزیر بادشاہ کو، جو گوارہ عیش وعشرت اور خوشی وخوشدلی کے مورد تھے، ناسازگاری طبع پیش آئی، انس وشادمانی کی راہ جو کشادہ اور آباد تھی، مسدود ہوئی۔ خاص وعام کو افسوس اور افسردگی کا ہمنشیں ہونا پڑا۔ وزیر بادشاہ کے قلبی انتشار و پراگندگی سے وہ لذت عیش اور منفعت حیات سے محروم ہو گئے۔ انھوں نے وظائف دعا کی انجام دہی اور مراسم صدقہ کی ادائیگی میں مبالغہ سے کام لیا۔ حقیقی طور پر ان کی سمجھ میں آیا کہ دنیا کی تفریح گاہ میں گل وبل یعنی عیش وآرام بغیر خمار یعنی رنج وغم کے ناممکن ہے۔ دنیا کی ہوس گاہ میں خوشی بغیر غم کے اور راحت بغیر الم کے محال ہے۔

روشن رائے طبیب، جو مریضوں کے علاج معالجہ میں ید بیضا رکھتا تھا، انواع واقسام کے علاج میں دم مسیحا کی طرح مبارک جھاڑ پھونک کا حامل تھا، اپنے کمال علم ودانش سے چاند کے چہرے سے برص کی بیماری دور کرتا اور اپنے بیکراں تجربے سے پیکر خورشید سے یرقان یعنی پیلیا کے مرض کو دور کرتا، علاج معالجہ کے طریقہ میں من طب لمن حب۔ جسے چاہا اس کا علاج کیا۔ کے مطابق علاج کیا، تکلیف دور کرنے اور صحت بحال کرنے میں انه لموید بروح القدس۔ روح القدس سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ کا برہان پیش کیا۔ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد لکل داء دواء۔ یعنی ہر بیماری کی دوا ہے۔ کو اپنا دستور العمل بنایا۔ دواؤں اور مشروبات کی ترتیب قائم کی۔ تنقیہ وتصفیہ یعنی اندرون شکم کی پاکی وصفائی کے اسباب کی ضروری اور واجبی تدبیر کی، ایسی شربت پینے کی ہدایت کی جو مزاج کے موافق ہو۔ ایسی جماعت کی دعاؤں کی برکت سے جن کی، دعائیں فان دعاء المخلصین مجاب۔ بلاشبہ مخلص آدمی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ کے زیور سے آراستہ ہوتی ہیں۔ صبح صحت مطلع امید اور افق مراد سے طلوع ہوئی، طبعی توانائی میں مزاج مبارک کے عواطف سے تغیر کی گرد جھاڑی۔ وزیر بادشاہ کی ذات خورشید صفت علت وبیماری کی پستی سے نکل کر اعتدال کی بلندی پر پہنچی۔ تندرسی کا ماہ نور افزا شب بیماری کی خسوف سے باہر نکل آیا۔ دنیا والے ذات عالی شاہجہاں کی صحت کی خبر سے مسرور ہوئے۔ انس وتسلی کا جسم اور روح

وخوشدلی کا قالب بحال ہوا۔ آئینہ دل کے چہرے سے غم و وحشت کا زنگ دور ہوا۔ صحت وتندرستی اور راحت وسلامتی کی بادنسیم چلنے لگی۔ ضعف ونقاہت کی تکلیف دشمنان دین کی طرف منتقل ہوئی اور بادشاہ سلامت اس عارضہ سے، جو دشمن کو نصیب ہو شفایاب ہوئے۔

تکمیل صحت یابی کے بعد بادشاہ مشرق سکون واقامت گراں بار کی سواری پر سوار ہوئے۔ فوراً ہی سالم النفس ووافر الانس یعنی صحیح سالم اور چاق و چوبند ہو کر سفر کا عزم کیا۔ رخصتی کے وقت انواع واقسام کی نوازشوں میں اضافہ کیا۔ ریاستوں کے نظم ونسق اور عنایتوں کی تاکید کا حکم ملا۔ وافر ترین بخشش اور فاخر ترین عطیہ سے نوازے گئے۔ مخصوص حشم وخدم میں سے ہر ایک آدمی اپنے حسب مراتب شاہانہ عواطف ونوازشات سے بہرہ مند ہوا اور خلعت فاخرہ سے شرف یاب ہوا۔

اقبال و دولت کی ضمانت میں جب وہ دارالملک اعظم سے چل کر کرمان کے حدود میں پہنچا، مبارک علم کی آمد کی برکت سے یہ ولایت انتہائی سعادت کا مہبط اور جود وکرم کا مطلع ہو گیا، خداوند ملک معظم، شہریار ترک وعجم، تاج الدنیا والدین، اللہ اس کی قدر ومنزلت بڑھائے اور دونوں جہاں میں اس کے حکم کو نافذ کرے، جو نامداری کا واسطۃ العقد، عقد کامگاری کا فاتحہ اور وشاخ جہانداری کا تمیمہ، قلادہ بختیاری کا یتیمہ (بے نظیر) صحیفہ مردانگی کا دیباچہ، جریدہ فرزانگی کا صدر، کان مروت کا لعل، خاتم فتوت کا نگینہ، باغ جلال کا نہال، بستان کمال کا سرو اور حدیقہ افضال وحدیقہ آمال کا نور تھا۔ اس کی نفیس پذیرائی کو لازم سمجھا اور خسروی ہمایون کے مورد کی تعظیم وتکریم کی۔ لفظ گہر نثار کا شکر بجالایا۔ کیونکہ یہ سر دفتر امانی اور خلاصہ آرزو ہے اور کرامت نزول وشرافت حضور کو لازم سمجھتا ہے، اور خطہ کرمان کو حسن انتظام کی برکتوں سے سجاتا ہے۔

خورشید شکوہ خسرو اس ارم صفت باغ کی طرف روانہ ہوا جس کی بادنسیم کی غیرت جناں خوشبو مشام جان تک پہنچاتی تھی، اور جس کے قصر بلند کا کنگورہ سات ایوانوں (آسمانوں) کے چار طاق یعنی چار چھتوں سے آگے نکل گیا تھا۔

دوستی کے لواحق دلجوئی کے سوابق سے مل گئے، بیگانگی کے اسباب یگانگی کے لطف سے بدل گئے، عہد موانست کے باغ میں از سر نو تر وتازگی آئی، الفت کی بنیادوں میں از سر نو استواری

آئی ضمیریں خلوص وصفا سے اور سراپا وفا سے آراستہ ہوئے ،مکمل خلوص دوستی پانی اور شراب کے بیچ یگانگت کی طرح ظاہر ہوئی ،قرابت کے وسائل محبت کے قراین سے جڑ گئے ،مہر وو داد کے مقدمات کی بنیاد دامادی کے واسطہ سے پختہ ہوگئی۔ افکار وخیالات کی گرہ میں انتظام اور عہد پیمان کی گرہ میں استواری پیدا ہوئی۔دونوں جانب سے اتحاد ویگانگت حاصل ہوئی۔ باہمی سازگاری وہم آہنگی کی برکتوں سے سرور ونشاط کے دروازے کھل گئے اور عیش وعشرت کے اسباب پیدا ہوئے ،مجلس انس ومحبت اور خوشی وشادمانی بہشت بریں کی طرح سج دھج گئی۔خسرو کا گہر بار ہاتھ، جوسدا بزم ورزم میں داد ودہش کرتا تھا،خوب برسنے والے بادل سے بھی بازی لے گیا۔

چاند نے بادشاہ ہمایوں کے مبارک جشن کی خاطر ،افلاک کے سرائے زر میں سیاروں (وہ کرہ آسمانی جو کرہ زمین وخورشید کے گرد گھومتا ہے) کے سکے ڈھالے اور شاہ فریدوں جاہ (فریدوں جیسے جاہ ومرتبے والا بادشاہ) کے چہرے اور رائے سے روشنی اور چمک دمک عاریتاً مانگی۔ عطارد نے سوسن پھول کی طرح مدح وستائش کے لیے زبان کھولی، اور اپنے منہ کوخسرو کیہان کے ذکر سے صدف اور نافہ کی طرح درخوشاب (آبدار موتی)اور مشک ناب (خالص مشک) کا معدن بنادیا، سروقد اور سیم عذار (سروجیسی قد وقامت اور چاندی جیسے رخسار والی)ساقیوں کے چہرے پرآیت ان یکاد الذین کفروا لیز لقونک بابصارھم -قریب ہے کہ کافر اپنی نگاہوں سے تجھے پھسلا دیں۔ پڑھا۔زہرہ نے بلبلوں کی نوا سنجی پر پھول کی طرح اپنا دامن چاک کرلیا اور بانسری کے نالے اور دف کی آواز سے دائرے کی طرح نشاط وسرور سے تھرکنے لگا۔سورج ،خورشید جیسے روشن چہرے والی حسینوں کے سامنے ذرے کی طرح رقص کرنے لگا اور پری وش دماہ رخسار معشوقوں کی خرمن سے خوشہ چینی کرنے لگا اور دلکش حسینوں کی مجلس آرا رخسار سے نور وروشنی چرانے لگا۔

خون آشام یعنی خون پینے والے بہرام (مریخ ستارہ) نے خدمتگاری کی چادر کاندھے پر ڈالی،مجلس کے حاشیے پر چلا گیا، چاکری کا بالا کان میں ڈال کر ایک گوشے میں ساغر اٹھایا۔دشمن کو زخمی کرنے والی تلوار اور خنجر کو مالا مال مدح وستائش کے پیالے سے بدلا۔مشتری نے آرام و آسائش اور نزہت وطرادت کے گلشن سے سعادت کی پتیاں بکھیریں۔خوش نصیبی کے ذخیرے اور

خزانے خدمت کی رسم کے طور پر بادشاہ کی پیش گاہ میں پیش کیا۔ کیوان یعنی زحل ستارہ جو اپنا پائے رفعت گنبد گرداں پر رکھتا ہے، بلند محل کی پاسبانی کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور بارگاہ اشرف کی خاک کو، جسے آسمان دائرے کی طرح اس کے مرکز آستانہ کی حیثیت رکھتا ہے، آنکھ کا سرمہ بنایا، اور اطاعت وفرمانبرداری کے مقام پر پرکار کی طرح بندگی کی پیشانی کے ساتھ کھڑا ہوا۔

حسینوں کے لعل شکّر فروش یعنی شیریں ہونٹ بادہ نوش ہو گئے، پری وش حسینوں کے حسن وجمال کے عکس سے فضا ہرمان پوش ہو گئی، اور گل رامش پھولوں نے محبوبوں کے گلزار رخسار میں آرام کیا۔ لالہ شادی وخری ان کے چمن رخسار میں کھل گیا، بنفشہ پھول نے زلف دوتا اور جبین یکتا (انوکھی پیشانی) کی شرم سے سر جھکا لیا۔ مجلس بزم سرو قد اور گلنار رخسار حسینوں اور ماہ پیکر اور جوزہ کمر محبوبوں سے جو بہار دلبری اور ہلاک صابری تھیں، خونخوار جزع دبیتابی اور لعل لشکر بار (ہونٹ) سے روح کے لیے درد اور دوا دونوں ہیں۔ گویا ایک باغ ہے جو گل، نسریں، سنبل اور یاسمین پھولوں سے بھرا ہے۔ یا ایک آسمان ہے جو ماہ مشتری اور زہرہ و پروین سے پر ہے۔

ساقی نے نرگس کی طرح زریں ساغر اپنے داہنے ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا اور خالص شراب کے پیالے کا دور قمر کی طرح مختلف منزلوں میں چلا رہا تھا، اس کے آتش رخسار کی روشنی خودرو پھول کی آبروریزی کرتا، لالہ پھول اس کے میگوں عارض کا رنگ اختیار کر رہا تھا، گلزار اس کے حسین چہرے کے سامنے شرم کے پسینے میں ڈوبا جا رہا تھا۔ اس کا نور گستر یعنی روشنی پھیلانے والا خورشید عارض چودہویں کے چاند کی روشنی کو متاثر کر رہا تھا، اس کا خورشید منظر رخسار بلوریں جام پر اپنا عکس ڈال رہا تھا۔ کبھی اس کے چاند جیسے رخسار کے رشک میں فلک پیما خورشید شفق سرخ کی طرح اپنا چہرہ خون کے آنسو سے دھوتا تھا۔ کبھی اس کے خورشید جمال کے غم وغصہ میں سبز قبا چاند نیلی صبح کی طرح خرقہ وجود کو چاک کیے دیتا تھا۔

ماہ طلعت محبوب پر تعجب ہے کہ صبح نیر (خورشید) اس کے سیم سیما یعنی گورے عارض اور چہرۂ آتش نما سے روشنی قرض کے طور پر لینا چاہتی ہے۔ خورشید پیکر دلبر پر حیرت ہے کہ تاریک شام کی زلف دوتا (دولٹیں والی زلف) اور خط سواد سے سیاہی عاریتا لیتی ہے۔ اگر مشک افشاں شام اس کی زلف پریشاں کا رنگ اختیار کرتی تو راز افشا کرنے والا چاند اس کی پاک دامنی کا پردہ چاک

نہ کرتا۔ اگر رات کو گردش کرنے والا چاند اس طلعت رخشاں سے کسب نور کرتا تو راہ نشیں خورشید اس کا آئینۂ گرداں (گھومنے والا آئینہ) نہ ہوتا۔ گویا اس کے آفتاب رخسار نے عنبریں سائبان پھیلایا ہے، اور اس کے ماہ دیدار نے دام ماہی کی شکل میں داؤدی زرہ سلب کرلیا ہے۔ دل نے، اس کے بستان جمال سے نئی پود کو بیحد غم میں مبتلا کردیا۔ جان اس کے رخسار کے گلستاں سے تحفہ میں خار غمخواری لے گئی۔ اس کی زرہ جیسی زلف اس کے عارض خورشید رخشاں پر سایہ فگن ہوئی۔ دن کے سفید علم نے شب کے پرچم سیاہ کو ڈھک لیا۔ بدر کامل کے ایک گوشے پر غالیہ رنگ کا جال بچھا دیا۔ زہرہ اور پروین کے چہرے پر عنبریں نقاب ڈال دیا۔

لالہ زار رخسار دگلزار عذار پر کانٹے کی چہار دیواری چن دیتا، اور پرنیاں (چینی ریشم) اور ارغواں (تیز سرخ رنگ کا خوش نما پھول) کا چہرہ زلف مشکیں کے نقش سے سجاتا، سمن (چنبیلی) کی پتی پر اور نسترن سفید گلاب پر تارکول کا دائرہ بناتا۔ سنبل یعنی بالچھڑ گھاس سے نسرین (سیوتی) کے صفحہ پر سو بند اور گرہ بناتا، اس کے حلقے دل مسکیں کے حلق میں مشکیں یعنی سیاہ کمند ڈالتے۔ اس کے ایک ایک بند و گرہ سے سو سو زنجیر اور گرہ کی نمائش کرتے۔

فتنہ اس کے خم و پیچ میں کرشمہ سازی کرتا اور ہر تار کی شکن اور تاب سے محبوب کی ناز خرامی میں لگا رہتا۔ اس کا تابدار سنبل یعنی زلف شمشاد عذار (شمشاد جیسے رخسار) کے گرد حلقہ بناتا، اس کا مشکبار طرہ اس کے صحیفۂ سیم یعنی گورے چہرے پر ساحری کرتا۔ ہاتھی دانت پر ساکھو کے برادہ سے انگوٹھی کا حلقہ بناتا، گویا اس کا طرہ سمن سائے (سمن پھول کو گھسنے والی زلف) اور خط ماہ فرسا اس طلعت خورشید سیما کے لیے فتنہ ہو گئے ہیں۔ اس کی بیقرار زلف اور گل صفت گھنگھریالے بال اس عارض لالہ پیکر کے عاشق ہو گئے ہیں۔ کبھی اس کا خوشہ انگور زلف گلبرگ عارض اور گلنار رخسار پر سایہ فگن ہوتا ہے۔ کبھی اس کی شاخ سنبل ٹھڈی کے سیب سیمیں کے گرد بلے بازی کرتی ہے۔

بنفشہ اس کے غالیہ بار جعد (خوشبودار گھنگھریالے بال) سے شرماتا تھا۔ سوسن پھول اس کے سمن بو طرہ سے خوشبو کی چوری کرتا۔ باد صبا اس کی مشک بیز زلف سے نافہ چینی کر رہی تھی۔ اس کی باد نسیم اس کے بازار عطر اور باردانہ عطارد (بوجھ بھیجنے کی سند) توڑے ڈال رہی تھی۔ پھول

اس گلرو محبوب کے سامنے ذلت وخواری سے کانٹے کی صورت اختیار کر رہا تھا۔ مشک اس کے طرہ طراز کے سامنے گلی کوچے کی خاک کی طرح بے وقعت ہو رہا تھا۔ اس کا مشکیں یعنی سیاہ خط عنبر خوشبو کی گرد دامن حریر پر جھاڑ رہا تھا۔ عنبر تر سے تازہ گلبرگ کے چہرے کو سجاتا تھا۔ آتش رخسار پر دھواں کا تیر انداز دو نقاب ڈالتا اور بنفشہ سے سمن وسوسن پر مشکیں دائرے بناتا۔

اس کا شمشاد (یعنی شمشاد جیسی قد وقامت) ارغوان یعنی سرخ رنگ اور پرنیاں یعنی چینی ریشم پر پھول نچھاور کر رہا تھا، لالہ ونسریں کا بستر اور تکیہ بناتا، اس کی سنبل جیسی گھنگھریالی زلف گل احمر کی پتیوں پر کھلے سینہ کا نقش بناتی، اس کا عنبریں خط تازہ نسترن پھول کی پتی پر طوطی کا شہپر معلوم ہوتا۔ گویا رات نے اس کے شب رنگ سیاہ خط سے سیاہی عاریتاً مانگی ہو اور دن نے اس کے دل افروز رخسار سے نور قرض لی ہو۔

اس کی خورشید فرسا (خورشید کو تھکا دینے والی) زلف چاند کے رخ پر مشکین یعنی سیاہ سایہ بان کر رکھا ہے۔ اس کا عارض آرا خط تازہ برگ سمن سے ہرا ابھرا سبزہ زار بنا دیا ہو، اس کی خونریز آنکھ نے کمان ابرو پر تیر مژگاں پیوست کر دیا۔ اس کے جادو صفت غمزہ یعنی اشارہ چشم سے زہر آلود نوک پیکاں کو آئینہ بصیر میں چبھوتا۔ اس کی پرشکن زلف گرہ گیر گلبرگ عارض کے آفتاب پر سایہ فگن ہوتی۔ اس کا خوشبودار سنبل رخسار کے لالہ زاری طرف صف بندی کرتا۔ گویا وہ دو بازیگر گھنگھریالے بال سے گلزار کی سمت میں رقص کر رہے ہوں۔ وہ دو چوگان باز (بلے باز) زلف لالستان کے رخ پر جولانی کر رہی ہوں۔ اس کا لب لعل جس کے زیر نگیں ہزاروں دل ہیں، شہد وشکر کے اندر در دگوہر نہاں کئے تھا۔ قوت جان کو دو جاں پرور یاقوت میں ودیعت رکھا تھا۔ چشمہ نوش (شیریں چشمہ) دو عقیق یعنی سرخ لب کے سیمیں منہ میں کھولتا تھا۔ لعل شکر بار (شکر برسانے والے ہونٹ) سے معجزہ عیسیٰ ظاہر کرتا تھا۔ قامت کے سرو رواں سے سرو رواں کی اہمیت ختم کرتا تھا۔

سیم سیما تن (نقرئی یا گورا جسم) کی لطافت کی بدولت سمن بر محبوبوں کو صفاء جان حاصل تھی۔ خورشید آسا عارض کی تازگی کی وجہ سے ماہوش حسینوں نے سایہ زلف کا نشان قبول کیا تھا۔ گویا آب پیکر جسم کی انتہائی طراوت وتازگی کی وجہ سے حسینان جہاں سیاہ خاک سے بے تعلق ہیں۔

عارض آتش نما کے کمال لطافت کی وجہ سے حسینان جہاں ہوا کی طرح نظر نہیں آتیں۔ بغدادی جام اپنے عکس کے ذریعہ چہرہ ساقی کو بیان کرتا ہے۔ اس کا نور صفحہ دیوار کو صحیفہ سیم (چاندی کی پلیٹ) کی طرح گلنار (گل انار کا پھول) بنادیتا۔ گویا اس کا آئینہ صفت جسم خورشید رخشاں ہے اور انتہائی روشنی کی وجہ سے پیکر ماہ کی طرح تاباں ہے۔ آب رز (انگور کی شراب) جو ہمارے آب زر کی طرح تلخ مزے کا ہے، مذاق جان کو شہد اور شکر کی حلاوت فراہم کرتا تھا، اور روح صفوت (برگزیدہ اور مخلص روح) جو چہرۂ بادہ نوش کو آذر (آتش) کا رنگ اور یاقوت احمر کا رنگ عطا کرتی ہے۔ اپنی روشنی سے فضا اور جرم خاک کو برج اختر اور درج گہر میں بدل رہی تھی۔ پانی آگ کے ساتھ مل کر یکساں طبیعت کا ہو گیا اور لطافت میں ہوا کا جڑواں بن گیا۔ خاک اس کی کرنوں کی بدولت بدخشانی نگینہ کے لیے قابل رشک ہوگئی۔ گویا شاہی آبگینہ میں جو پانی کی طرح صاف وشفاف ہے، پگھلا ہوا یاقوت ڈال دیا ہے۔ بلوری جام میں سنہری کرنیں اور آذر یعنی آگ کے شعلے نمایاں کیے ہیں۔ فضا میں جوہر لطیف کو جو خاک کثیف سے بے بہرہ ہے بغیر برتن کے رکھ چھوڑا ہے۔

آب آتش نما یعنی آگ نظر آنے والے پانی پر حیرت ہے کہ اس کی شعاع سے فضا کا رخ صحن خاک کی طرح ارغواں پوش یعنی سرخ رنگ کا ہو جاتا ہے، اور جسم آتش فروغ پر تعجب ہے کہ آب حیات ہوا کے لطف کے ساتھ بے وقعت خاک کی طرح ہو جاتا ہے۔ آگ کے رنگ کے پانی کس نے دیکھا ہے جس کا عکس زمین پر لالۂ سیراب اگاتا ہے، اور جسم کے مانند ہوا کو کس نے دیکھا ہے جس کے نور سے خاک کا گہوارہ لعل وعقیق کا کان بن جاتا ہے۔ آگ جب طبعی طور اچھی طرح روشن ہوتی ہے تو گلستان عارض کو آب وتاب اور چمک دمک فراہم کرتی ہے، گو ہر جب اس کی بو سے ہوا بہرہ گیری کرتی ہے، تو نافہ مشک اور بیضہ کافور پر حسینوں کے خط عارض جیسا خط بناتا ہے۔ اگر اس کا ایک جرعہ خاک پر گرتا ہے تو عنبر تر کی طرح وہ گندھ جاتی ہے، کبھی معشوق کے آتش رخسار سے رنگ کی چوری کرتا ہے کبھی عاشق کے چشم سیل بار یعنی اشک بار آنکھوں سے عنابی آنسو عاریتاً مانگتا ہے لیکن انتہائی لطافت کی وجہ سے ہوا کی طرح آنکھ سے اس کا ادراک نہیں ہوتا، اور کمال رقت وباریکی کی وجہ سے آب لطیف اور خاک کثیف سے اس کی

آمیزش نہیں ہوتی۔ آگ کی خاصیت کے مطابق ہمارے دھواں میں بیقراری پیدا کرتی ہے۔ پانی کی طرح لوح ضمیر سے غم کا نقش مٹاتی ہے، ہوا کی طرح چشم فکر میں خاک اندازی کرتی ہے۔ نشاط کا صیقل گر، آئینہ جان سے وحشت کا غبار دور کرتا ہے۔

دل انتہائی فرحت وخوشی کے عالم میں بے صبری کا سلسلہ جنبانی کرتا اور سبک روح ساقیوں کے ہاتھ سے لگا تار شراب اور رطل گراں (شراب کے بڑے پیالے) کا خواہاں رہتا ہے۔ سیم گوں سفید پیالے سے شفق کی طرح دہان صبح سے اور سہیل ستارے کی طرح کہکشاں کے خط سے چمکتا تھا۔ پیالہ اس کی چمک سے ساغر گل ولالہ کی طرح عقیق سیما یعنی سرخ ہو جاتا، گویا شامی آبگینے میں یاقوت رواں (پگھلا ہوا یاقوت) ڈال دیا ہے۔ یا بلوری جام میں مرجان یعنی مونگا اور بے جادہ (ایک قسم کا کم قیمت یاقوت پتھر) پگھلا دیا ہے۔ بادۂ گلگوں کے رخ پر بلبلے کا شگوفہ ایسا لگتا ہے جیسے پروین ستارے کی بار بہرام ستارے کے پیکر پر ظاہر ہوا ہو اور جرم ناہید کی طرح خورشید واختر کے بیچ چنگاری کے درمیان چمکتا ہو گویا شنگرفی (سرخ) چہرے پر کافور بکھیر دیا ہو، اور ارغوانی عارض پر اولہ باری کی ہو۔ گل وگلنار کے ڈھیر پر سوسن وسمن پھول برسائے ہوں اور لولو لالہ (چمکدار موتی) لالہ نعمان کے پتے پر نچھاور کر دیا ہو۔

دشت نے خونی رنگ کی شراب سے لعل بدخشاں کا روپ اختیار کر لیا یا اس کے رنگ میں رنگ گیا۔ آسمان اس کی بو سے اور خاک اس کے جرعہ سے مست ہوگئی۔ اس کی مشکیں دم (مشک آمیز پھونک) سے فضا پر تاریک بادل کا قبہ بن گیا۔ عنبر اور عبیر خوشبو کے بخارات نسیم طبع کے ساتھ گھل مل گئے۔ دنیا غالیہ خوشبو سے بس گئی اور زمین نافہ مشک کو کھولنے والی ہوگئی۔ زہرہ طبع مطرب نے ناہید کی طرح چنگ اور بربط بجایا۔ اپنے تار سے تار دل کو غذائے روح اور جان کو شربت روح مہیا کیا۔ چشمۂ خضر کے مضراب سے داؤدی نغمہ چھیڑتا، جماد کو نفس ناطقہ یعنی گویا بنا دیتا۔ ناخن کے اشارے سے الحان رامین (معشوق کا نام) کو باربدی (موسیقی کا ایک استاد) نوا سے ملا دیتا۔ جسمانی آلات سے روحانی آثار کی نمائش کرتا، گویا اس کی انگلی کا سرا رود باجا پر رسی کی طرح واپس لوٹ آتا ہے، اور سرعت حرکت میں چابک دست آسمان کی تیز رفتاری کا ہمساز ہوتا۔

خوش الحان بلبل حالتِ سماع میں عاشقوں کی طرح شور مچاتا، رود کے نالہ اور سرد کی آواز پر عاشق وارفتہ کی طرح آہ وفغاں کرتا، گویا انتہائی خوشی اور شادمانی کی وجہ سے دل کو کان کی عنایت سے ملک سلیماں حاصل ہو گیا اور مزامیر اور اوتار کی کوشش سے جان کو قارون کے خزانے پر دسترس حاصل ہوا۔

ہلال جیسا چنگ باجا ہوش گویوں کے پہلو میں گویا ایک بوڑھا آدمی ہے جس کے بال میں خضاب لگا ہوا ہے اور اس کے دامن پر بھی گرا ہوا ہے۔ مشکیں گیسو اور عنبریں زلف سر کے بجائے پاؤں سے آویزاں ہیں۔ اس کی پشت نون ہلال اور عین نعال کی شکل میں جھک گئی ہے، سر زلف اور طاق کی طرح دونوں بھوئیں خم ہو گئی ہیں، اس کا سر باز کی چونچ اور شاہین کے پنجے کی طرح کجی لیے ہوئے ہے، شرمندہ آدمی کی طرح کمال حیا اور غایت شرم سے سر جھکائے ہے، سینے سے نالہ وخروش آسمان تک پہنچائے ہے، اور ہزار داستان یعنی بلبل کی طرح ہزاروں انداز سے خوشگوار نغمے سنا رہا ہے۔

بے زبان بربط نے گویائی اختیار کر لی تھی اور منھ کے بغیر ہی اپنے ہر رگ سے فریاد کرنا شروع کر دیا تھا۔ گویا دلربائی کی تہمت میں اس کو گوشمالی کا خوگر بنا دیا ہے اور جاں بری کے جرم میں اس کی آنتیں نکلی پڑتی ہیں۔ جس طرح دائی کی گود میں بچے چیخ پکار کرتے ہیں وہ بھی آہ وفغاں کرتا ہے۔ اس کی شہ رگ کی گوشمالی سے اس کے آہ وفریاد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جس طرح لیلیٰ کی جدائی میں مجنوں آہ ونالہ کرتا ہے انتہائی لاغری کی وجہ سے رگیں اس کی کھال پر ابھر آئی ہیں اور اس کی زلف دراز سے بندھی ہوئی ہیں۔ وہ کمانچہ (ایک قسم کا باجہ) پیشانی کے تار کو قدم سے وابستہ کر کے دہان بستہ غنچہ (منہ بند کلی) کی طرح وہ بلبل وار راز فاش کر رہا تھا۔ بانسری کی طرح اس کی آواز تیز تھی، لیکن اس کے برخلاف سنے بغیر واپس آجاتی۔ صورتاً سیدھا تھا، لیکن کجی کا ہم ساز وہم آہنگ تھا۔ طبعی طور پر موافق لیکن مخالف کا ہمدم ودمساز تھا۔ دلکشا بانسری جو سراسر کمر سی لگتی تھی اور کمر بستہ تھی، اور کمر ہمہ تن آنکھ ہو گئی تھی جو محو گفتگو تھی۔ اس کا بے زبان منہ لب سے راز کی بات کہتا اور گلوئے بستہ اپنی پھونک سے صور پھونکنے کی کیفیت پیدا کرتا، پریشان دف دائرے کی طرح اپنا سر پائے کمر میں جھکائے تھا اور کمان کے گوشے کی طرح سر سے سر جوڑے تھا۔ گویا اس کے

دائرہ یا حلقے میں بنی ہوئی صورت لطف معانی سے جانور کا روپ اختیار کر گئی اور گانا سننے کی حرص میں قوت سامعہ کی خصوصیت اختیار کر لی۔ عاشقوں کی طرح اپنی فریاد اوج فلک پر پہنچایا، اور شیفتہ لوگوں کی طرح اپنا نعرہ وخروش سبز گنبد کے پار پہنچایا۔

دوسرے دن عالم آرا صبح جب مطلع افق سے نمودار ہوئی صبح کے چراغ کی چنگاریاں نمایاں ہونے لگیں، اور طلیعہ سحر کے آثار دنیا کے گوشہ و کنار میں ظاہر ہوئے۔ دن کے دل فروز انوار عرصہ گیتی میں پھیل گئے۔ سپیدہ دم ترک یعنی محبوب نے چاندی کا خنجر مشرق کے نیام سے نکالا۔ زمانہ کے چہرے سے سانس اور دھواں کے جمع شدہ ذرے بیٹھ گئے۔ کافور کی خوشبو نیلے گنبد پر پھیل گئی اور غالیہ خوشبو کے رنگ کا دوپٹہ آسمان کے سر سے سرکا دیا۔ فلک کا مشک فام نے اس کی شہ رگ کا پیراہن چاک کر دیا۔ عنبر خوشبو کی گرد آسمان کے دامن سے جھاڑ دی۔ زلف شب کی سیاہی دن کے بیاض عارض سے چھین لی۔ رات کی عنبریں زلف میں نور کے تار نمایاں کیے سحر کی تلوار کی چمک اور خنجر کی کرنوں کی دمک نے عرصہ گیتی کو منور کر دیا۔ شاہ انجم آفتاب نے مُشگرفی ڈھال مشرق سے نکالا۔ گویا گوہر نگار تاج پہاڑ کی چوٹی سے نمایاں کیا۔ لعل پیکر علم افق کے دامن سے بلند کیا دن کے بیرق (جھنڈے) چہرے سے رات کا پرچم لے لیا۔ آب زر سے دنیا کے رخ کو دھو ڈالا، زر و ریشم سے صحن زمین کو سجایا، سنہرے گیند کی طرح فلک کے اوپر رواں ہوا۔ اپنے نور بخش طلعت سے دنیا کو نگینہ بدخشاں کے لیے باعث رشک بنا دیا۔ مشتری رائے خسرو نے، جس کے آفتاب طلعت سے چاند نور کسب کرتا اور اس کے آفتاب پیکر علم کا ہلال چودھویں کی رات سے روشنی میں تیرھویں کا چاند بنتا، اقبال کی ضمانت اور جلال کے گھنے سائے تلے نہضت کیا۔

جب خورشید فر علم کا ہما پرندہ محروسہ دہلی (نگہبانی شدہ علاقہ) پر، جو دار القرار اور مرکز تائید و نصرت ہے، سایہ فگن ہوا، اور اس کی مبارک آمد کی برکت سے اس خطے کی آرائش ہوئی۔ شہریاری اور جہانداری کا تخت و تاج مبارک ذات سے مزین ہوا۔ الطاف ربانی اور سعود آسمانی کی امداد لگاتار پہنچتی رہی۔ آسمان کے قاصد نے مقامات اور جنگوں کی خبریں عرصہ عالم میں پھیلائیں۔ عطارد کے کلک سیمین فلک اور ناہید کے زریں جام حمل کی رسم کے طور پر بارگاہ شرف میں بھیجا اور خورشید جیسی شکوہ والی چھتری نے ہندوستانی ریاستوں پر شہپر کا سایہ کیا۔ دیدۂ مریخ (شمسی نظام

کا ایک ستارہ جسے بہرام بھی کہتے ہیں) دنیا کی پیائش کرنے والے گھوڑے کے نعل کی میخ ثابت ہوئی۔تخت بخت نے فرقد (ایک ستارے کا نام) کو گھنے یا چھونے والے پائے مشتری کی پیشانی پر رکھے۔عزت وشرافت کے خیمہ نے قدر ومنزلت کی طنابیں کیوان ستارے کی پیشانی پر باندھے، اہل سیف، اہل قلم اور گوناگوں حشم وخدم نے درگاہ معظم کی خدمت میں حاضری دی اور دعا گوئی اور ثنا خوانی کے شرائط اور مراسم ادا کیے۔شہر اور اس کے اطراف ونواحی سبز وشاداب باغ ارم کی طرح سج دھج گئے۔ درودیوار رومی ریشمی کپڑے اور چینی زربفت سے آراستہ ہوئے، خوش منظر اور دلکش قبے، جس کی چوٹی کے اوپر سے تیز رفتار پرندے بھی پرواز نہیں کر سکتے اور فکر ضمیر کا انجینئر اس کے اندازہ لگانے کی کیفیت سے قاصر رہا ہے، بنائے گئے۔اپنی رفعت وبلندی کی وجہ سے وہ اپنا سر نیلے آسمان کے دائرے میں ٹیکتے ہیں اور سیم اندود یعنی چاندی سے بھرے ایوان کی چوٹی اور زرنگار دربار سے آگے نکل گئے۔تلوار کی برق کی چمک اور اسلحے کی کرنیں، جو اس کے اطراف میں آویزاں تھے، قوت باصرہ کی تحلیل کرتی تھیں۔اس کی جھلک اور چمک خود کے چشمے کی طرح آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی تھیں۔وہ موتی سے پر ڈبیا اور اختر سے پر برج کی طرح چمکتے تھے۔ گویا نورانی اجسام آسمان سے زمین پر اتر آئے ہیں۔یا سیاہ جسم نے جوہر روحانی کی صفائی وپاکی حاصل کر لی ہے۔

عالم آرا خورشید نے جب اپنی بلندی کا رخ کیا اور سردی کی فوج نے ربیعی سپاہ کے مقدمۃ الجیش سے شکست کھائی تیز رفتار ہوا نے فراشی کے کوچے میں قدم رکھا چابکدست بادل نے نقاشی کرنی شروع کی، نیسانی بادل نے عروس باغ کی مشاطگی یعنی بنانے سنوارنے کا کام شروع کیا۔اس نے پتوں کے حلے اور شگوفے کے زیور بنائے، مروارید کے ہار باغ وراغ کے دامن میں بکھیر دئے، صحن وصحرا کی زیورات سے آرائش کی۔چمن اور گلشن میں درعدن بکھیرے، آنکھوں سے حوض پر آنسوؤں کی بارش کی، عروس سبزہ کے کان اور گردن کو قیمتی گوہروں سے سجایا۔

پودوں کے شیر خوار بچے موسلا دھار برسنے والے بادلوں کے پستان سے ترشح اور تربیت کا دودھ پی رہے تھے، اور قوت نامیہ کی دائی کی مہربان گود میں حد بلوغ کو پہنچے۔زمین نے بادنسیم کے جھونکوں سے آب حیات کی خاصیت حاصل کی۔باغ ودبستان کا صحن ربیعی انوار سے

مزید حسین وجمیل ہو گیا، دست قدرت نے زمین کے کافوری لباس کو زنگاری لباس سے بدل دیا۔ چمن کے حسین عارض کو سبزہ کے زبرجدی خط سے سجایا۔ نیل (ایک پودے کا نام) لاجورد (آبی رنگ کا معدنی پتھر) زریخ (ایک قسم کا پتھر جسے گوگرد کہتے ہیں)، اور شنگرف (سرخ یا قہوئی رنگ) کوہ صحرا پر نچھاور کیے۔ مرغزار نے سبز حلے کی وجہ سے ردا اور طیلسان (کشادہ اور بلند لبادہ) حاصل کیے۔ نہروں کے ساحل نے بوستاں سے مجلس آرائی کی، عروس باغ نے شنبلید (چارہ کی قسم کا پودا) کے پیکر سے پیرایہ بندی کی۔ عرصہ گلستاں انواع واقسام کے ریاحین پھولوں کے لاکھوں زہرا اور پروین نمایاں کیے۔ بساط زمین آسمانی انوار کے لطائف سے پر اختر ہو گئی۔

یاسمین کے پودے نے موتی کو مینا یعنی شیشہ کے ساتھ ایک ہی لڑی میں پرو دیا، شاخ ارغوانی نے لعل (سرخ پتھر) کو زبرجد (سبز پتھر) کے ساتھ ایک ہی دھاگے میں گوندھ دیا۔ رومانی یاقوت ریحانی زمرد میں گھل مل گیا۔ گل نے جلوہ گر ہو کر برقع کے دامن اور ہودج کے گوشے کو پلٹ دیا۔ مینا رنگ کے پالنے سے کلی اسی طرح برآمد ہوئی جس طرح بادل سے چاند، کان سے چاندی اور سمندر سے دُر برآمد ہوتے ہیں۔ حلہ زرا اور گلِ لعل نے مرجانی رنگ کے پتوں اور یاقوت جیسے طبق پر زر پختہ کے ریزے یا برادے گرائے، گلِ سپید (سفید پھول) کچی چاندی اور سنگ مرمر کے جام کے صحن پر زعفرانی شاخ کے پیچ بکھیرے۔

گل زرد نے، جس کا چہرہ دیناری (سرخ) اور پیکر کہربائی (زرد) تھا، اپنا کف دست مشک تبتی کے زرار پر پھاہے سے بھر دیا، گل دوروئی (دورخی پھول) نے کہربا اور عقیق کی طرح دیناری منظر اور گلناری پیکر کی نمائش کی اور غمخوار عاشق اور غم گسار معشوق کی طرح اپنے سرخ اور زرد رخسار کو الٹ پلٹ کیا۔ سوختہ دل لالہ اس کے آتشیں رخسار کے رنگ میں رنگ گیا۔ عقیق پیکر ساغر اور یاقوت صفت پیالے نے اپنا منہ مشک اذفر (تیز بو اور خالص مشک) سے بھر لیا۔ کبھی اپنے دلکشا چہرے کے ذریعہ حور العین کے حسن وجمال کی نمائش کرتا اور کبھی اپنی روح افزا شکل کے ذریعہ بہشت کے ریاحین پھولوں کی تازگی کی خبر دیتا۔ نرگس کی نشیلی آنکھ اس کے حسین وجمیل چہرے کو دیکھ کر آسمان کا قرین ہو جاتی اور بے خوابی کی تکلیف اور باغ چھوٹنے کے خوف سے یرقان کی زردی اختیار کرتی۔ گویا عقیقی جام کے رشک سے گل نے سنہرا ساغر ہاتھ میں لے لیا

ہے۔اس کے خفتان لعل (ایک قسم کا لباس جسے سپاہی جنگ کے دن پہنتے ہیں) کے قبا کی غیرت سے سونے کا ملمع خود سر پر پہنتا۔اس دلفروز عارض کی وجہ سے گلنار یا گل انار شرم سے پسینہ پسینہ ہوگیا، اوراس بزم آرا حسن جمال کی شرم سے اپنا رخ خالص خون سے دھولیا۔سوسن آزاد (باریک لمبے پتوں اور مختلف رنگ کے حسین خوشبودار پھول) گلستاں کی بندگی پر کمر بستہ ہوااور گلاب اور اس کے پیڑ کی تازگی کی تعریف میں زبان کھولی۔عیش وعشرت کا چہرہ اس کی بو سے رنگ اپنا تا اور سرورونشاط کی جڑ اس کی شاخ سے استوار ہوتی۔غالیہ سا بادنسیم کے جھونکے سے گل وسنبل نے خوشبو چرائی۔

یاسمین نے ،جس کا دور خوشی کے سبب دور دل کی طرح پسندیدہ ہے اور جس کی زندگی کے دن شب وصل کی طرح مختصر ہیں ،گل ولالہ کی طرح شراب کا پیالہ اٹھایا اور درفشاں بادل کے ساقی سے تیز اور صاف وشفاف شراب طلب کیا۔گویا اس کے نازک جسم پر سخت سردی کی وجہ سے نشانات پڑ گئے تھے۔اس کا لطیف اندام سرد ہوا کی وجہ سے نیلا پڑ گیا تھا۔بنفشہ نے محبوب کے رخسار گل پر شرم سے سر جھکا لیا۔اور اپنی خمیدہ قد اور زلف دوتا کے ساتھ اس یگانہ قبا کا گرویدہ ہوگیا۔گویا ایک غمزدہ آدمی کی طرح اپنا سر محبوب کے ظلم وجبر سے تنگ آکر زانو پر رکھ لیا۔یا سوگواروں کی طرح نیلا لباس زیب تن کرلیا ہے۔نیلی پیکر نیلوفر پھول نے، جو باغ کی دلہنوں اور بغیر سوراخ کے مروارید یعنی حسین دوشیزاؤں کے بیچ کچھ اور ہی رونق وبہجت کا حامل ہے، جمال گل کے آفتاب کی آب وتاب کی وجہ سے پانی سے سر اٹھایا۔گویا گل کی شنگرفی صفت یعنی سرخ ڈھال کے غم وغصہ سے اپنے پیکان پیکر چہرے کو آب نیل سے آلودہ کردیا ہے۔یا غنچہ کے سبز رنگ پیکان کے خوف سے اپنا نیلا سر پانی پر ڈال دیا ہے۔یا آذر کی طرح اس کے آتشیں رخسار کے حسد سے اپنا چہرہ زرآب (زرد رنگ کی شراب) سے دھولیا ہو،اور غمگینوں کی طرح زنگاری اوراق سے زعفرانی چہرے کی نمائش کی ہے اور طبلہ عطار کو برباد کیا ہے۔سوسن کی طرح مشک فروش کی جھونپڑیوں سے گرد جھاڑی ہے۔یاسمین نے حسینوں کی طرح دنیا کو عطر میں بسا دیا۔نرگس نے زریں آتش دان میں عود ہندی اور مشک تبتی جلایا۔لالہ نے عقیقی قدح میں عنبر تر اور مشک ازفر انڈیل دیا ہے۔

حسینوں کا جعد مفتول (بٹا ہوا گھنگھریالہ بال) غالیہ (ایک مرکب خوشبو) باز ہوا، سنبل کا مسلسل خط لونگ سے بھر گیا، ہوا نے بنفشہ کے زلف پرتاب (پرزور زلف) سے صبح کے دامن کو مشک خالص سے بسا دیا۔ صدرہ گل (گلاب کا بالائی حصہ) کی خوشبو سحر کے لباس میں بس گئی۔ رخ نسرین کے بخارات نے چرخ کے سر پر قبہ بنایا، ریاحین پھولوں کے بخارات تو دہ خاک میں گھل مل گئے۔ ہوا نے سمن کی خوشبو فضا میں پھیلائی، بادصبا، نسیم ریاض سے عود مثلث بناتی اور نسیم سحری زمین کے اسرار واشگاف کرتی۔ بادصبا اپنی مسیحی دم سے مردے کو زندہ کرتی۔

ابر بہاری یعنی موسم بہار کا بادل لالہ کے آتشیں رخ کو آب لطیف سے دھوتا اور سیاہ زمین سے شائگانی خزانے (خسرو پرویز کے خزانے کا نام) نکالتا۔ (طرح طرح کے پھل پھول پیدا کرتا ماہ فرودریں (شمسی سال کا پہلا مہینہ) کی ہوا بنفشہ پھول کی پرخم زلف کے تاروں میں عطر مل رہی تھی، سرو سہی کی قد سے اس سرو رواں اور ماہ رویاں کی طرف میلان عطا کر رہی تھی، نرگس زریں کی خمار آلود آنکھوں سے خواب شیریں کا ساغر چھین رہی تھی۔ تابدار سنبل کے گھنگھریالے بال سے تاتاری مشک چھڑک رہی تھی۔ خوش رفتار شمالی ہوا گل تر کے پیراہن چاک کر رہی تھی۔ کلی کی دامن بستہ سے بند نافہ کھولتی تھی۔ گویا دلکشا بادصبا کے جھونکے روضہ رضواں یعنی بہشت پر چلے اور مشک وعنبر کی خوشبو جنت کے تحفہ کے طور پر لائی، اور یاقوت لب لالہ نے ایسے بادل کے شکریے میں جس کے فیض سے بہار کا جشن منایا جاتا ہے منہ کھولا، اور سیمیں کمر سوسن نے ایسی ہوا کی مدح وستائش میں جس کے لطف سے جان میں جان آتی ہے زبان کھولی۔

☆☆☆

صفت طیور

پرندوں کی صفت

شاخسار (انتہائی شاخ دار گھنے درختوں) کے مطرب اور گویے پرندے اپنی چونچ سے موسیقار (بانسری کی قسم کا ایک باجا) باندھے ہوئے اور قریبی پھلوں اور انگوروں کے درختوں پر نشاط وسرور کے ستار بجا رہے تھے ارغنوں (ارگن باجا کا نام) بجانے والے بلبل نے گلاب کے پیڑ سے اپنی آہ فغاں کا سلسلہ آسمان تک پہنچایا، غزل سرا قمری نے زمزمہ کرتے ہوئے زہرہ کی انگلی سے مضراب گرادیا، خوش آواز فاختہ کے الحان سے گنبد گردوں گونج اٹھا، اور شیفتہ دل چکور سماع کی حالت میں صوفی کی طرح رقص کرنے لگا۔

جلوہ گر مور باغ و بستان کے صحن میں خراماں خراماں گرم رفتار ہے اور نئی نویلی دلہن کی طرح اس نے خود کو رنگین ریشمی لباس سے آراستہ کرلیا ہے۔ کبھی پر و بازو کی کیفیت سے کلک تیر اور قوس ہلال کا روپ اختیار کرتا ہے اور کبھی سرو دم پیکر سے بادشاہوں کے تاج اور علم کی نمائش کرتا ہے۔ گویا جنت کے صحن مرغزار سے دیدہ و دانستہ روگردانی کی ہے، اور بہشتیوں کے حلے اور زیورات رضوان سے عاریۃً لیے ہیں۔

شاہ سیارگان (ستاروں کا بادشاہ یعنی آفتاب) جب خانہ ماہ میں داخل ہوا اور فصل بہار کا موسم اپنے انجام کو پہنچا خسرو دیں پرور، جیسا کہ عموماً اس کی شاہانہ عادت رہی ہے اور اس کی یہ مبارک خصلت اور ہمایوں سیرت مشہور رہی ہے، اسلامی قوانین کی نگہداشت میں اپنی کدو کاوش کا ہاتھ آسمان کے پٹے تک پہنچایا، (غیر معمولی کوشش کی) کلمہ حق کو بلند کرنے اور ان اہل علم و ارباب کمال کی قدر افزائی کی پوری کوشش کی، جو قلم و فتویٰ کے چالاک سوار، میدان تقویٰ میں بازی لے جانے والے، اہل ایمان کے پیشوا، کان یقین کے گوہر، دریائے بلاغت کے موتی، دائرۂ براعت کے نقطہ، آسمان علم کے قطب، حلم کے مرکز زمین، تاج سروری کے یاقوت اور قلادہ مہتری (عظمت کے گلوبند کے) واسطہ یا سبب ہیں۔ نیز شریف ترین فضیلت اور بزرگ ترین سعادت سے بہرہ مند ہیں۔ شریعت کا نظام حل و حرمت ان کے قلم سے وابستہ ہے اور دین کے اصول و فروع کی کیفیت ان کے فتویٰ سے روشن ہے، اور یوتی الحکمة من یشاء و من یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً۔ جسے چاہتا ہے حکمت اور دانائی عطا کرتا ہے، جس کو حکمت ملی اس کو بہت زیادہ خیر ملا۔ کا نویدان کو ملا اور قل ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون۔ کہہ دیجیے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے یعنی عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ کی تشریح و تفسیر ان کے شریفانہ لباس و پوشاک کا نقش و نگار ٹھہرا۔ اس نیک نامی کی تاریخ لامحالہ زمانے کے صفحات پر بقا و دوام حاصل کرے گی، اور ان مفاخر کے فاتح کی شہرت دنیا کے آخری دم تک باد صبا کی ہمعنان رہے گی۔

لباس مآثر کا ایک نقش اور نامۂ مفاخر کا ایک عنوان دہلی کی جامع مسجد ہے، جس کی تعمیر صفائے عقیدت و ارادت اور کمال حسن ایمان و یقین کے جذبے کے تحت شروع ہوئی کہ ارشاد باری ہے۔ انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ و الیوم الآخر۔ مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے۔ اس کی بنیاد بنیاد کعبہ کی طرح سدا آباد رہے اور ام القریٰ کی طرح دنیا میں اس کا چرچا رہے اور ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والتحیہ جو وحی الٰہی کا ہی دنبالہ ہے۔ من بنیٰ للہ مسجداً و لو بفحصن قطاة بنی اللہ لہ بیتاً فی

الجنة۔ جس نے اللہ کے لیے مسجد تعمیر کی اگر چہ قطاۃ (ایک پرندے کا نام ہے اس کی تلاش کے برابر) سے ہو تو اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ کو اپنا دستور العمل بنایا، اس کی عمارت کی بنیاد اور اس کے ارکان کے استحکام کو پسندیدہ ترین کاوش قرار دیا، بت خانوں کی مٹی کی گرد کو، جو مانی کے نگار خانہ اور آذر کے لعبت خانہ (گڑیے گڈوں کا گھر) کی طرح سجے بنے تھے، اس آبی رنگ کے فلک کے بام پر پہنچایا، ہوا سے باتیں کرنے والے تیز رفتار اور آتش گہر گھوڑوں کے کُھر اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے پاؤں سے اس کی بلندیوں کو **فجعلنا عالیها سافلها** کے مطابق پستی میں بدل دیا۔ سنگی مورتیوں کو، جو اہل شرک وضلالت کے معبود و مسجود تھے، دوسرے سامان عمارت کے ساتھ دہلی بھیج دیا۔

پہاڑ کی نہاد اور حکومت کی اساس کی طرح اس کی بنیاد بلاشبہ غیر مشتبہ روپوں سے رکھی گئی۔ اس کی دیوار نے **ھی اعلیٰ من مناط الثریا**۔ وہ ثریا کے مقام سے بھی بلند تر ہے، کے مطابق اپنی بلندی کا ہاتھ جوزا ستارے کی کمر تک پہنچایا جو سد سکندر اور بنائے ہرمان (اہرام مصر) کی طرح سخت پتھروں سے استوار کی گئی اس کے منبر ومحراب باریک اور لطیف کاریگری سے آراستہ ہوئے۔ اس میں عجیب وغریب شکل اور نفیس نقوش بنائے گئے، اس کا آسمان جیسا طاق اور فلک کو چھونے والی چھت جو انتہائی پاکی اور صفائی کی وجہ سے بہشت بریں کے لیے باعث غیرت اور کمال صنعت کی بدولت نگار خانۂ چین کے لیے باعث رشک ہے، منشور رحمانی کے طغریٰ سے آراستہ ہوئی اور یزدانی توقیع نامہ (فرمان) سے مشرف ومکرم ہوئی، معبد کے زریں قبے جو خورشید کے آئینہ صفت چھتری ہیں اور ناہید کے گوہر نگار تاج کی طرح ہیں اس کی بلندی پر رکھے گئے۔

مبارک شاہی رائے کی برکتوں سے ایسا متبرک بقعہ اہل صفا واخلاص کی نزہت گاہ اور اجابت دعاء کا مہبط (نزول گاہ) ہوا۔ گویا رضوان نے بہشت کا ایک روضہ دنیا میں بھیج دیا ہے بادشاہ نے اسے کعبہ کی طرح قبلہ اور اپنی زیارت گاہ بنالیا۔ اس کی انس افزا فضا چشمۂ نور سے زیادہ صاف اور اس کا غم زدا صحن حور کے چہرے سے زیادہ آراستہ ہے۔ اس کی روح پرور فضا سے فردوس اعلیٰ کی روح نظر آتی ہے، اور اس

عرصۂ مقدس سے وجنة عرضها السموات والارض ۔ایسی جنت جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے دروازے ہیں دلوں پر کھلتے ہیں، اور فیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین ۔اس میں ہر وہ چیز ہے جس کا جی چاہے گا اور جس سے آنکھوں کو لذت ملے گی ۔کی نشانیاں مشاہدہ ہوتی ہیں۔

☆☆☆

قلعہ کول اور خطہ بنارس کی طرف
مبارک روانگی

صاحب دورِ فلک جب چند بار استقبال سے اجتماع میں آیا اور تندکار آسمان نے زمانے کے ہاتھوں کرۂ خاک کی خاک چھانی، تو بادشاہ کی جہاں آرارائے یزدانی پودے کی سنچائی اور سروبستان مسلمانی کی آرائش پر متوجہ ہوئی، شاہانہ ہمت، جو اپنا قدم رفعت چرخ اثیر اور آفتاب منیر کی اوج پر رکھتی ہے اور بادشاہانہ عظیمت جس کے آسمانی اقدار اور فلکی ادوار تابع ہیں، فرد جہاد کی ادائیگی میں مصروف ہوئی۔

کشورکشائی کا عنان اور فلک فرسائی کا رکاب 590ھ کے مہینوں میں خطہ دہلی سے کول اور بنارس کی طرف متوجہ ہوا، کئی طرح کی فوجیں اور کئی طبقے کے حشم وخدم مبارک علم کے زیرِ سایہ، جو خورشید کا مطلع ہے، اکٹھے ہوئے، مرکز اسلام اور بیضہ ملت کے حامی جو خطروں اور جوکھم کے مواقع میں اپنی جان ومال کو تھیلی میں بچا کر نہیں رکھتے ہیں، اپنی آبدار تلوار کے ذریعہ صفائے دین اور عذب مملکت کے گھاٹ کو کفر وضلالت کی سیاہی اور شرک وبت پرستی کے شائبہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔ آتش بار (آگ برسانے والی) اور کوہ گداز (پہاڑوں کو پگھلا دینے والی) نوک پیکان سے جوزا کی کمر بند کو سپہر دوتا (دوہری کمر

والے آسمان) پری دیتے ہیں۔ خاک نورد یعنی زمین کو طے کرنے والے اور بادرفتار یعنی ہواؤں سے بات کرنے والے گھوڑوں کے کھر سے کہکشاں کے پل پار کرتے ہیں۔ پاکیزہ عقیدے اور پوری کوشش کے ساتھ میدان جنگ کا رخ کیا اور سانپ کی شکل کی باگ گامزن اژدہے کے حوالے کی۔

☆☆☆

نہر کی تعریف

نہر کا پانی جو انتہائی صاف اور شفاف ہونے کی وجہ سے آئینہ چینی کی طرح صیقل زدہ اور عکس کو قبول کرنے والا ہو گیا تھا۔ اس کے اوپر مچھلی کے انڈے ایسے چمک رہے تھے جیسے خنجر تاباں کے پیکر پر موتی چمک رہے ہوں اور کبھی بادِ صبا کے جھونکوں سے حسینوں کی زلف کی طرح پیچ دار ہوتے، اور کبھی باد نکبا (تین طرف سے چلنے والی ہوا) کی گردش سے جوشن یعنی آہنی لباس کے کل پرزے کی طرح ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ گویا انتہائی عذوبت وشیرینی اور لطافت وپاکیزگی کی وجہ سے وہ ایک کوثر ثانی ہے اور انتہائی گہرائی کی وجہ سے دریائے اخضر میں ڈبکی لگا کر اسے پار کر گئے۔

☆☆☆

قلعہ کول کی آزادی

قلعہ کول کے دامن میں، جس کے برج کا سرادو پیکر والے برج کو چھوتا تھا، نظر کی شعاع اس کی پستی سے نہیں گزر سکتی تھی اور تیز رفتار قوت واہمہ بھی اس کی چوٹی تک نہیں پہنچ سکتی تھی، شاہی فوج نے پڑاو ڈالا اور شاہی بڑے خیمے کی طنابیں اور برج ماہی میں باندھی گئیں۔ دین کے دشمنوں نے اس مقام میں جس طرح پانی اور مچھلی اور رات اور سیاہی ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں اور جس طرح لوہا آگ کے اندر اور عرض جوہر کے اندر ثابت اور برقرار ہے اور شیطان کی فریب دہی اور وعدہ خلافی کہ یعدھم و یمنیھم وما یعدھم الشیطان الاغــرورا (نساء120) وہ ان سے وعدہ کرتا ہے اور ان کو تمنا دلاتا ہے اور شیطان ان سے دھوکے کے سوا کسی اور چیز کا وعدہ نہیں کرتا ہے کے مطابق جنگ وجدل کو لازم سمجھا اور قتال وجدال پر آمادہ کیا۔

اگر چہ منصور صفت لشکر کی شوکت کے سامنے ان کی بے بسی ولا چاری ظاہر تھی اور خبث باطن کی نشانیاں اس ذلیل وخوار جماعت کے صفحہ احوال سے نمایاں تھیں۔ لیکن ہر ایک نام ونگ کے راستے نبرد گاہ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا تھا اور جان سپاری کے مقام میں سر سے کفن باندھ کر حمایت وبسالت کے قدم جمائے رکھتا، گمراہی اور ضلالت کے ہاتھوں شر وفساد کے دھاگے بٹتا، کفر کی دھول اڑانے، بت پرستی کی آگ بھڑکانے، عناد ودشمنی اور جحود وانکار پر کمر بستہ تھا۔ اور دین ہدیٰ کے انوار کو بجھانے اور معالم حق کو چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔

اسلامی فوج نے فلک نما قلعہ کے گرد وپیش کا مرکز خاک کی طرح محاصرہ کرلیا، اس کے اطراف

وجوانب سے آندھی کی طرح تیز وتند حملہ کیے تلوار اور خنجر کی چمک سے کفر کا پتہ خون اور شرک کا علم نگوں ہو گیا۔ سرداروں کے سر میدان کے گیند اور بھالے کے پرچم بنے، اور بلاؤں کی صیدگاہ میں مرغ روح دشاہین اجل کے پنجے سے زخمی اور مجروح ہوا اور زنگاری شمشیر کے پیکر نے خونین شنگرف سے لعل بدخشاں حاصل کی۔

پہلے ہی حملے میں سعادت کی باد نسیم مراد کی گزرگاہ سے چلنے لگی اور پہلے ہی وار میں کامیابی کی ہوائیں مشام دماغ تک پہنچنے لگیں۔ میدان کارزار کے مطلع سے سپاہ نصرت کا ہراول دستہ نمایاں ہوا۔ علم کے اژدہے کی جان کو باد کامیابی سے راحت ملی۔ علموں کی دشواریاں بانام فتوحات سے دور ہوئیں۔ صبح اقبال کی سفیدی افق جلال سے نمایاں ہوئی، اور مضبوط قلعہ، جو ہندوستان کا استوار ترین قلعہ ہے اور جس کی استواری اور پائیداری کا عام چرچا ہے، تازہ بہ تازہ اسلامی خطے میں شامل ہوا۔

اہل قلعہ میں جو لوگ عقل وہوش کی خصوصیت سے بہرہ مند تھے اور ازلی سعادت ان کی مساعد ومددگار تھی، گمراہی کی جانکنیوں سے نکل کر ساحل ہدایت پر پہنچے، اور عزت وشرافت خوش نصیبی وسعادت مندی کو، اوامر ونواہی میں اس کی پیروی میں منحصر سمجھا، جو لوگ جمال خرد اور زیور ہوش سے محروم تھے ان کے بے نور ستارے نحوست کی پستی اور ادبار کے وبال میں گرفتار ہوئے۔ انھوں نے موت کے غیر محبوب صورت کو زندگی کی مرغوب نعمت پر فوقیت دی، اور جبر واستبداد کے خیال اور بندگی واسارت کی قید سے بچنے کے لیے خود کو زہر قاتل یا شمشیر آبدار کا شکار کیا۔ شقاوت وبدبختی کے ہاتھوں زندگی کے پودے کو دنیا کے دبستان سرا میں جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ مرغ روح کو دام اجل کے پاؤں میں گرفتار کیا، شر وفساد کی لعنت اور سرکشی وعناد کی بدبختی ان کے پاس واپس لوٹ آئی، وہ بلبلے اور چنگاری کی طرح زود گذر اور کوتاہ بقا ثابت ہوئے اور ان کی زندگی کے صحیفے پر خسر الدنیا و الآخرۃ۔ دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں رہے۔ کی مہر لگی۔

امرا اور ارکان دولت، اللہ انھیں ثابت قدم رکھے اور انھیں جمائے، قلعہ میں داخل ہوئے، بے شمار غنیمت کے مال ان کے ہاتھ لگے۔ ایک ہزار ایسے گھوڑے جو پانی کی طرح رواں، خاک کی طرح متواضع، ہوا کی طرح تیز رفتار، پرندوں کی طرح حرکت والے، سیمرغ کی سی توانائی والے، شیر جیسے رگ والے اور ہرن جیسی رفتار والے تھے۔ خدمت میں پیش کیے۔ ہوا سے باتیں کرنے والے ان گھوڑوں میں سے ہر ایک مست ہاتھی کی شکل اور دہاڑنے والے شیر کی توانائی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ جست لگانے میں تیز پرواز پرندے کی طرح ہوا پر چل رہا تھا۔ اپنے بھالے جیسے کان کی ایذا رسائی سے وہ چاند کے رخ پر خراش کے آثار نمایاں کرتے تھے۔ تیز رفتاری میں جنگلی گدھے اور شکار کے راستے میں رکاوٹ بنتے تھے اور تیز گرد آسمان کے سامنے سے سبقت لے

جاتے تھے، خارہ شکن یعنی پتھر کو توڑنے والے کھر کی چنگاری سے روشن ستارے کی آنکھ کو نذر آتش کرتے، خنجر شگاف یعنی شگاف ڈالنے والے خنجر نعل سے پتھر اور سندان یعنی اہرن میں آگ روشن کرتے تھے، تنگ اور دشوار گزرگاہ سے آسانی سے اس طرح گزر جاتے تھے جس طرح خواب آنکھ میں اور راز دل میں گزر جاتا ہے۔

اور جب انعام دینے والے بے مثال خدائے عزواسمہٗ کے فضل جمیل اور لطف جزیل سے وہ کام انجام پایا اور تمام اغراض و مقاصد کامیابی کی برکت سے ہمکنار ہوئے، بلند علم کے طلوع کی خبریں، اللہ اسے سر بلند رکھے، لگاتار پہنچنے لگیں۔ اس خوش خبری کو سن کر خوشی کا لطف اور بڑھ گیا، سرور و نشاط کی آواز اور فرحت و اہتزاز کے مواد باہم گھل مل گئے، صبح امید نے مطلع مراد سے مسکرانا شروع کیا۔ طرب کی بلبل نے خوشی و شادمانی کے گلبن (گلاب کا درخت) میں نغمہ سنجی شروع کی۔ سیکڑوں انداز سے بارہ مختلف راگ یا طالع السعد و وجهک الاقاؤ الاپنا شروع کیا، اقبال کا منہ مسکرانے لگا، زمانے کے رخسار سرخ ہونے لگے، ملک کے چمن میں جلالت کا سرو نگہبان اور سعادت کا پودا پھل دار ہو گیا۔ اقبال انوار واز ہار کے درخت سے کامیابی نے رونمائی کی، خوشی کا روضہ اور خرمی کا گلبن شگفتہ ہو گیا۔ زمانے نے، جو حکومت کو روز افزوں دولت اور گوناگوں کرامات کی خوش خبری سناتی تھی، وفا کیا۔

فرشتہ خصلت اور فلک مرتبہ خسرو ساز گاری زمانہ کی سواری پر سوار ہو کر بادشاہ سلامت کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوا اور آنکھ کے لیے مبارک سواریوں کی گرد سے، جو کیمیائے سعادت اور توتیائے حدیقہ دولت ہے، سرمۂ روشنائی بنایا۔ مبارک دست بوسی کا شرف، جو بہترین فخر واعزاز اور عمدہ شرافت و کرامت اور بختیاری (قسمت کی یاوری) کا عنوان نامہ اور جامۂ جہاں داری کا نقش ہے، حاصل کیا پکے سونے اور کچی چاندی سے لدے ایک زنجیر ہاتھی عطا کیا۔ گویا چاند اور خورشید سرمئی چھت پر باہم آ کے مل گئے ہیں۔ یا پانی اور آگ کے عناصر کرۂ نیل میں باہم پیوست ہو گئے ہیں۔ سو گھوڑے عطا کیے جو ہاتھی جیسے ڈیل ڈول کے، رخش پیکر تیز رفتار، شبدیز گام (سیاہ رنگ کے گھوڑے) براق اندام (براق جیسے جسم والے) برق باز (بجلی سی تیز رفتار والے) رعد آواز (کڑک جیسی آواز والے) تھے۔ ان میں سے ہر ایک پستی و بلندی میں قضائے محتوم (قسمت کے قطعی فیصلے) اور دعائے مظلوم کی طرح چلتا اور اونچ نیچ پستی اور بلندی میں ابر و باد کی طرح پانی اور آگ کا زول دا کرتا تھا۔

انواع و اقسام کی خوشبوئیں، جن کو بادنسیم ریاض بہشت کی خوشبو کی طرح بیان کرتی اور اس کوہ صحرا کی عمدہ خوشبوئیں جو چمن اور گلشن کو خوشبوؤں میں بسا دیتی۔ رسم بندگی کی ادائیگی اور اثر

اخلاص کی نمائش کے لیے خدمت میں پیش کیں۔

نیم جانی کہ ہست پیش کشم
بدست من این قدر باشد
نبود لائقِ نثار تو لیک
کارِ من بندہ ماحضر باشد

جو آدھی جان میرے پاس رہ گئی ہے آپ کی خدمت میں پیش ہے، کیونکہ میرے اختیار میں اسی قدر تھا۔ یہ تجھ پر نثار کرنے کے لائق تو نہ تھی لیکن مجھ بندے کا کام موجودہ چیز کو پیش کرنا تھا۔

پچھلی خدمات اور مساعی جمیلہ کی ستائش اور کے شرف اور خوشنودی کی عزت سے سرفراز ہوئے، سریر اعظم (بادشاہ سلامت) کے حضور اللہ اسے بابرکت کرے۔ اس کے مقام اور مرتبے میں مزید ترقی ہوئی، اور مرورِ زمانہ کے ساتھ اس کی حرمت وعزت بڑھتی گئی۔

مجلس اعلیٰ (بادشاہ سلامت کی مجلس) سے، اللہ اسے سربلند رکھے، نفیس ولطیف تہذیب اور تربیت کے ساتھ مخصوص ہوا۔ بندہ نوازی کی بدولت لوگ اس سے جلنے اور اس پر رشک کرنے لگے۔ عنایت وعاطفت کی نظر سے دیکھے جانے کی وجہ سے دنیا والوں کی نگاہ میں بھی وہ مقبول ومنظور ہوا۔ شاہانہ انعامات واکرامات کا، جو حسن رائے اور صفائے عقیدت کی دلیل تھی، مشاہدہ کیا، اور یــالیــت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین۔ کاش میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا، اور مجھ کو باعزت اور محترم لوگوں میں بنایا۔ کا راز اس پر منکشف ہوا۔ ان ابیات کے تکرار کے بعد کہ گویا اس کی زبان حال نے نظم کیا ہو۔ اس کا پڑھنا ضروری سمجھا۔

احوال بندہ باز قوامی گرفت نو — واسباب عیش بندہ نظامی گرفت نو
بی صیت و نام بود بہ لطف خدائیگان — صیتی گرفت تازہ و نامی گرفت نو
اینک ز بہر کشتن اعدائے دولتش — بندہ بدست قہر حسامی گرفت نو

بندہ کے حالات میں پھر سے نظم وترتیب پیدا ہوگئی اور بندہ کو اسباب عیش وعشرت میں ایک نیا نظام پیدا ہوا۔

بندہ تو ایک بے نام ونشان شخص تھا، بادشاہ سلامت کے لطف سے مجھے تازہ نام ونشان اور شہرت حاصل ہوئی۔

اب اس کی حکومت کے دشمنوں کو قتل کرنے کی خاطر خاکسار نے دست قہر میں نئی تلوار اٹھالی ہے۔

بنارس کی لڑائی

چند روز کے بعد جہاں پناہ کے دربار میں جبکہ دائرۂ صفت آسمان مرکز خاک کی گرد سے گزرا اور نورانی اجسام سیاہ و تاریک اجسام کے ساتھ زیروزبر ہوئے یعنی ملے جلے، زرہ اور جوشن سے مسلح اور کوہ و آہن جیسے مضبوط سواریوں پر سوار ہو کر پچاس ہزار سوار سامنے آئے اور سورماؤں کی خدمت کی لڑی میں تیر یا ستارے کی طرح منتظم ہو گئے، نامور بہادروں نے ستاروں کی طرح صف بندی کی۔ سب کے سب تیز رفتار آسمان کے قطب کی طرح استوار اور میدان جنگ میں فلک سرگرداں پر خط محور کی طرح پائیدار تھے۔ صاعقہ (کڑک و بجلی کے بعد جو آگ لگتی ہے) اور شہاب (روشن ستارہ) کی طرح تیز وزوبین (ایک قدیم ہتھیار) سے لیس، آسمان اور چاند کی طرح جوشن پہنے اور ڈھال اٹھائے، تیر و ناہید ستاروں کی طرح دوربیں شاداں اور خنداں، آفتاب اور بہرام ستاروں کی طرح تلوار اور خنجر چلانے والے، مشتری اور کیوان کی طرح روشن رائے اور کینہ و عداوت بڑھانے والے تھے۔

ایسے لشکرِ جرار اور حشم و خدم نامدار کے ساتھ بنارس کے راجہ سے جنگ کرنے کا عزم کیا۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئیں اور جنگ و جدل کی صورت حال پیش آئی۔ بادشاہ سلامت کی رائے نے، جو عقل کل کی نمودار، عالم غیب کا آئینہ، آفتاب نصرت کا

پیش خیمہ اور پیروزی کا جام گیتی نما ہے، یوں تقاضا فرمایا کہ اے خسروئے جہاں کشا وعدو بند (دنیا کو فتح کرنے والے اور دشمن کو زیر کرنے والے خسرو، یعنی وزیر) بیضۂ اسلام کے حامیوں اور سرحدوں کے محافظوں کی ایک ہزار سوار کے ساتھ روانہ ہوں، اور لشکرِ مخالف سے، اللہ ان کے گروہ میں شگاف ڈالے اور ان کی جماعت میں پھوٹ ڈالے:

اگر دو آید پیشش کند بہ نیزہ یکی
وگر یک آید پیشش کند تیغ دونیم

۳اگر اس کے سامنے دو آدمی آئیں تو ان کو نیزے سے ایک کر دیں، اور اگر ایک آدمی آئے تو اسے تلوار سے دو آدھے حصوں میں بانٹ دیں۔

خسرو پیروز جنگ (جنگ میں کامیاب ہونے والا خسرو یعنی وزیر) جو میدان شجاعت اور دست قدرت کا سوار ہے اور حملہ کے دن اس کے سفید و سیاہ بال والے گھوڑے، آسمان کے قاصد کو ہلاک کرتے ہیں اور تیز گامی کے ساتھ قضا صفت عزم و ارادہ اور توانائی کے باوجود پابستہ رہ گیا۔ سپاہ ضمیر (ضمیر کی فوج) اس حالات کی تلافی اور تدارک پر متوجہ ہوا اور صاف و صحیح راہ و روش کی خاطر اس نے صف آرائی اختیار کی، شہسوار انجم کی طرح عالم ستانی کے رکاب میں قدم عزم رکھا، اور دست حزم سے جہاں کشائی کی باگ سنبھالی اور ابر دماہ کی طرح روانہ ہوا۔

سواریوں اور ہتھیاروں کے بوجھ سے ارکان زمین میں بھونچال آ گیا، سواریوں کی ٹاپ سے آسمان کی چھت ہلنے لگی۔ گرد و غبار زمین کے انتہائی گرد آلود چبوترے سے اڑ کر آسمان کے سبز چھت پر پہنچ گئے اور فضا پر غبار کے جمگھٹے سے ایک سیاہ بادل بلکہ ایک اور زمین نمایاں ہوئی۔

پھر ہما پرندہ کو تھکا دینے والی چھتری نے سنہری چشم آفتاب پر طاؤس جمال کو پھیلایا اور ماہ منظر یعنی چاند جیسے علم کے سیمرغ نے، جو سائے کی طرح آفتاب ظفر کا ہم نشیں تھا، اقبال کے باز و کشادہ کئے۔ پہاڑ، اس کی رمح یعنی چھوٹے نیزے کے سایہ کے خوف سے اس طرح کانپتا تھا جس طرح ہوا سے شاخ بید اور پانی میں آفتاب کا عکس کانپتا ہے، اور ماہ سیمیں سپر (سفید ڈھال والے) کے انتہائی خوف سے آفتاب کے سامنے اس کی تلوار سائے کی طرح تپ دق کی مریض

ہوگئی۔اور تیر روشن ضمیر (ستارہ عطارد) جو سایہ کی طرح آفتاب کا ہمسایہ ہے، کانپتے ہوئے ہونٹ سے مضراب کو گرادیا۔آفتاب کی نور بخش آنکھ نے جو پانی کو خشک کرنے والی ایک آگ ہے عبہر گل نرگس (جس کا درمیانی حصہ زرد ہوتا ہے) کی آنکھ کی طرح یرقان یعنی پیلیا کا مرض اختیار کرلیا۔ خون آشام بہرام ستارہ اپنے آفتاب کمند کی رسی کے خم و پیچ میں تنگی نفس کی وجہ سے سائے کی طرح زمین پر لوٹ پلٹ کرتا تھا۔صاف رائے مشتری ستارہ، جو روشنی میں آفتاب کا نائب ہے، سائے کی طرح سیاہ رخ ہوگیا۔بلند مقام زحل ستارہ، اپنے آفتاب قدر سایہ میں سایہ کی طرح خاک پر نقرس (ایک بیماری جو غذاؤں میں ملاوٹ اور بیٹھے رہنے سے پیدا ہوتی ہے) کی بیماریوں میں مبتلا ہوگیا، اور اس کی سخت گرمی نے جس کا آفتاب کی چمک ایک شرر ہے، دنیا کے گردش کرنے والے پائے فتنہ کو تیز رفتار ہوا کی طرح خاک کا پابند بنادیا۔اس کے عدل وانصاف کی تلوار نے جو چرخ اور آفتاب کی طرح بیقرار ہے، ظلم کو اسی طرح پابہ زنجیر کردیا جس طرح ہوا پانی کو کرتی ہے۔

جب دین کے دشمنوں اور شیطانی گروہ کی لشکر گاہ میں پہنچا تو آگ کی طرح جوش دکھانے اور سمندر کی طرح ہوا سے ٹھاٹھیں مارنے لگا، اور اللہ پر بھروسہ کرکے براق اندام گھوڑے کو بے خوف وخطر سمندر (آگ کا ایک قلعہ ایک کیڑا کی طرح آگ کے شعلوں میں اور گھڑیال کی طرح دریا کی لہروں کی جانکنی میں ڈال دیا، اور اسے مرکز زمین سے کیوان کی اوج پر پہنچا دیا۔ فیروزہ رنگ کی چھت یعنی آسمان کو گرد وغبار کی وجہ سے جزع فام (زرد سیاہ سفید وسرخ رنگ کا پتھر) کی طرح کردیا اور تیز رفتار گھوڑوں اور ہاتھیوں کی شکل گردن میں چھپائی۔

خسرو اقبال کی تلقین اور دولت کے الہام کے ساتھ پرشکوہ دشمن سے دست وگریباں ہوکر اس کا خون بہا رہا تھا اور میدان جنگ میں ایک ہی حملے میں دشمن دین کو زندگی سے محروم کررہا تھا، عقاب تیر کے ذریعہ کمان کے کوے سے جو کامیابی کا شاہباز تھا، شہمات (جس وقت شاہ شطرنج کی بازی میں مات ہو جاتا ہے ان کو شاہمات کہتے ہیں) کی تعیین کرتا تھا۔ہلال ناچخ ماہ (ہلال جیسے چھوٹے نیزہ) سے دشمن کی زندگی پر مضبوط گرہ لگا دیتا۔رمح یعنی چھوٹے نیزے کے شہاب سے پوشیدہ ستارے کو خون کی کرنوں سے جلانے کا حکم دیتا۔بھالے کی نوک سے جنگی شیروں کے جسم کو پرندے کی طرح سیخ کباب سے لٹکاتا۔زجم صفت زوبین (دوشاخوں والا چھوٹا نیزہ) سے صاعقہ

زخم (زخم کی بجلی) آنکھوں کے ڈھال پر پروین ستارہ کی طرح گراتا تھا، حلقۂ کمند کو جو جوزا ستارے کے قلادہ یعنی پٹے کی طرح ہے جنگجوؤں کی گردن میں طوق کی جگہ ڈالتا تھا۔ آفتاب کے شفق رنگ تلوار سے دشمنوں کے سیاہ قالب کو نیام بناتا، مریخ رنگ کے خنجر سے سپیدہ دم تلوار کی طرح دنیا کو فتح کرتا، تلوار چشمۂ مینا سے یاقوت کا سیلاب بہاتی، الماس رنگ کے صفحہ پر مرجان بکھیرتی، نیلگوں پیکر آسمان کو خون سے گلگوں کر دیتی۔ ضمیرانی تلوار کے چہرے کو آب شقائق (لالہ پھول کے عرق) سے دھوتی، نیلوفری جسم کو گلِ انار کا رنگ عطا کرتی، آبی رنگ کی زمین پر دانۂ انار گراتی، آبدار دھار سے سخت پتھر کو لوہے کی طرح ورق کا طبق بنادیتی اور آتشِ زخم سے چنگاری کو میدان جنگ سے پروین تک پہنچادیتی۔

خون آشام خنجر دشمن کی صبح کو شام میں بدل رہا تھا اور جوشن یعنی زرہ اور برگستوان (زرہ بکتر جو سپاہی اور گھوڑے کو دشمن کے وار سے بچنے کے لیے پہنایا جاتا ہے) پر اسی طرح گزر رہا تھا جس طرح پرنیا (منقش ریشم) کے تار پر تیر گزر جاتا، آتش زخم کی وجہ سے موتی اس کے جسم پر چنگاری کی طرح چمکتے تھے، اور صاعقہ کی طرح دشمنوں کی زندگی کے صحیفے جلاتے، چہرے کے خون کو عرق بقم (سرخ رنگ کی لکڑی جسے رنگریز استعمال کرتے ہیں) سے دھوتا تھا بلکہ سبزہ پر جدول کا نقش بناتا تھا۔ زنگاری صفحے کو شنگرف (ایک سیاہ مادہ جو طبعی طور آگ کی شکل کا ہوتا ہے اس کی گرد سرخ اور قہوئی رنگ ہوتی ہے، اور نقاشی میں کام آتی ہے۔) کے رنگ کا کرتا تھا۔ مینا فام یعنی آئینہ رنگ کے آسمان پر پگھلا ہوا بیجادہ (یاقوت رنگ کا قیمتی پتھر) بہاتا تھا۔ زبان پر دانت کی تیزی کا اظہار کرتا تھا اور گرد و غبار کی تاریکی میں وہ اسی طرح چمکتے تھے جس طرح آگ دھواں کے بیچ چمکتی ہے اور جس طرح آفتاب بادل کی اوٹ سے زریں شعلے یعنی کرنیں دکھاتا ہے۔ اس کے دیدہ دوز یعنی آنکھوں کو سی ڈالنے والے تیر کے ذریعہ چرخ دوتا (دوہری کمر والا آسمان) اسی طرح عقدہ کشائی کرتا جس طرح ایک پیچ والے دھاگے سے گرہ کھلتی ہے۔ ہزاروں آنکھ والے آسمان پر عقد ثریا جوزا کا کمربند کس دیتی۔ خورشید کے سنہرے قبے پر سہا ستارے کی آنکھ نمایاں کرتی۔ چاند کے سیمیں ڈھال کو برجاس (نشانۂ تیر) اور آئینۂ چشم کو آماج یعنی نشانہ بناتا، تاریک رات میں سانپ کی آنکھ چیونٹی کے دل کے ساتھ ایک ہی سلک (لڑی) میں پرو دیتا، خردل (رائی کے

دانا) اور خشخاش کے جسم میں عشہ (عشہ چشم آنکھ کی جالی) کی طرح شگاف ڈالتا۔ چشم دیدار کے ذریعہ ایک تار مو سے سوتاروں کے بال کو ممتاز کرتا۔ چشم رمزی یعنی آنکھ کے اشارہ سے نقطہ کے دل اور زرہ کے جسم میں اپنی جگہ بناتا اور گوشہ چشم کی ایک نظر ظفر اثر سے اچک لیتا۔ چاند کے چہرے سے داغ اور آنکھوں کے سامنے سے سیلاب (آنسوؤں کی باڑھ) اٹھا لے جاتا۔ نشتر لگانے والے کی طرح تیر جیسی بینش آنکھ کی راہ سے رگِ جان کو نشانہ بناتی اور درزی کی طرح خارِ پلک کی نوک کی سوئی سے آنکھ کی گلبرگ (پھول کی پتی) کو سی ڈالتی اور دشمن کی آنکھ میں اسی طرح گھس جاتی جس طرح کانٹا آنکھ میں اور سوئی دھاگے میں گھس جاتی ہے، سوسن پھول کی طرح اہداب کی پلکوں کے کانٹے میں زرہ کی آنکھ اور سوئی کے ناکہ کی طرح شگاف ڈالتا تھا اور پلک جھپکنے میں سوئی کے ناکے سے کانٹے کو پار کر دیتا۔

الف جیسا راست پیکر نشتر نون اور دال جیسی کجی والے زخم سے لوگوں کی آنکھوں پر اپنی آنکھ الٹتا پلٹتا، اس کی دوشاخہ نوک کو لام الف کی طرح مرکز چشم سے گدی کی طرف لے جاتا، اپنے پرکار جیسے وار سے عین چشم پر میم کا دائرہ بناتا، ہوا کی طرح تیزی سے آنکھ کی سفیدی سے نقطہ سیاہ اڑا لے جاتا۔ جانسوز بیلک (دوشاخہ تیر) کی گرمی سے دشمن کے دل اور آنکھ میں آتش برزیں (برزین خراسان کے آتش کدہ کا نام ہے) لگاتا۔ داغ تملک یعنی مالک ہونے کا داغ شوخ دشمن کی پیشانی پر اسی طرح لگاتا جس طرح سکہ دینار پر لگایا جاتا ہے۔ آنکھ کو اس طرح گرماتا جس طرح بوتا یعنی برتن آگ میں اور چاندی تنکے کی آگ میں گرم ہوتی ہے۔ تیر عقاب آفتاب کے نور بخش چشم کو اندھے کی آنکھ کی طرح پوشیدہ رکھتا۔ مرغ تیر کو خانہ کمان کے ذریعہ خانہ دماغ اور آشیانہ چشم سے بدل دیتا تھا۔ تیز بیں آنکھ سے چشم اخفش یعنی تنگ آنکھ کی طرح روشنائی پر پردہ ڈالتا اور روز روشن کو دشمن کی آنکھ پر چمگادڑ کی آنکھ کی طرح سیاہ کر دیتا۔

اس کا تیر گرد و غبار کی سیاہی میں آنکھ کی پتلی سے راز کی بات کہتا، گرد و غبار کے بادل میں برق کی طرح بے حجابانہ آنکھ کے طبقے سے گذر جاتا، دماغ میں اس طرح براجمان ہوتا جس طرح نگاہ آنکھ میں براجمان ہوتی ہے کاسہ سر یعنی کھوپڑی چھلنی اور کفگیر کی طرح سیکڑوں چشم کی حامل ہوتی (یعنی سیکڑوں نگاہ سے دیکھتی)۔ زرہ اور جوشن کی کڑیوں سے اسی طرح نکلی جس طرح آنکھ

سے شعاع باہر آتی ہے۔ پیکان کی سختی سے جزع چشم (آنکھ کی سیاہی وسفیدی) کو موتی کی طرح پروتا۔ بادام چشم میں دہان بستہ کی طرح شگاف ڈالتا۔ نرگس چشم کا حلہ (لباس) صدرہ گل (پھول کا بالائی حصہ) اور قبائے لالہ کی طرح چاک کرتا۔ مہرہ گردن (گردن کی استخوانی ستون) کو شیر کے بچے اور سانپ کے منکا کی طرح کان کو فولادی حیثیت دیتا اور خون آشامی کے سرور ونشاط سے قضا کی طرح تیز رفتاری سے فواد چشم کی طرف متوجہ ہوتا، اور جانبری کی حرص میں تقدیر کی طرح جلدی جلدی ہدف چشم سے نکل جاتا۔

خونخوار پیلک (دوشاخہ تیر) کی زبان اپنی آہنی ٹوپی کے منہ اور زرہ کی آنکھ سے موت کی صدا گوش جان میں پہنچاتی تھی، اور چشم کے نائرہ یعنی آتش افروختہ سے آنسوؤں کی جگہ خون کی ندی بہاتی تھی، تیراندازی کے ذریعہ آنکھ کے منفذ (سوراخ) کو بند کرتی تھی۔ بھاری زخم کے ذریعہ آنکھ سے جو چشمہ سار (بہت زیادہ چشمہ والی زمین) ہے، خون کا چشمہ بہاتی، آنکھ کی پتلی کو خون کے لہروں میں شناوری سکھاتی، خون کے آنسوؤں سے صحن زمین کو یاقوت کے سرخ رنگ میں رنگ دیتی، زہر آلود نوک آنکھ کے خوں نابہ (خون سے آمیختہ آنسو) کو عقیق پتھر کی طرح سرخ رنگ کا کر دیتی۔ خون کے آنسو کا سیلاب معرکہ کارزار کی زمین کو گلزار کیے دیتا تھا۔ گویا مریخ کی طبیعت اور کیوان کے مزاج سے دیدۂ دوز تیر کی ترکیب ہوئی تھی۔ جانسوز تیر نے دشمن کی آنکھ کا نشانہ لگا کر غلاف سے اس کی پلکیں نکال لی تھیں۔

خسرو کے جان لیوا تیر سے، جو ڈیل ڈول والے ہاتھیوں کی آنکھ سے راز کی بات کرتا تھا، تین جنگی ہاتھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، بادل کی طرح برسنے والے تیروں سے بدسگالوں یعنی دشمنوں کی آنکھ سے پانی کی جگہ خون کے آنسو بہہ رہے تھے۔ میدان جنگ کا صحن انسانوں اور ہاتھیوں کے اعضا اور مفلوج حصوں کی وجہ سے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ نیلوفری خنجر کا چہرا دشمنوں کے تارکول کی طرح سیاہ چہرے پر شنبلید (پیاز کی طرح کا ایک پودا) اور زعفران کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ خوں ریز تلوار کی زبان جنگجوؤں کے سینے کی بھٹی میں تیز آگ کی طرح لپٹیں مارنے لگی۔ معرکۂ کارزار کی خاک سرداروں اور جنگجوؤں کی کھوپڑی سے آلودہ ہو گئی۔ رزم گاہ کی زمین کشتوں اور زخمیوں کے خون سے ڈھل گئی۔ بادپا گھوڑوں کی ٹاپ کی گرد وغبار سے اٹے فرش

سے گنبد اخضر یعنی آسمان پر پہنچ گئی، اور دشمن جو پیشہ حرب کے شیر اور دریائے جنگ کے گھڑیال تھے آویزش سے عاجز ہو گئے۔ اس لیے مجبوراً جنگ و جدل سے دست کش ہو گئے اور معرکۂ کارزار سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

خسرو نے، جس کے گوہر آبدار سے خورشید دولت ونصرت، کامیابی کا نور قرض کے طور پر لیتا ہے، ربانی توفیق اور یزدانی تائید سے اہل کفر وضلالت کو تباہ و برباد کیا، مرکب مراد کی باگ فتح وکامرانی کی طرف موڑ دی اور غنیمت کا بہت سامان لے کر فانقلبوا بنعمة من الله وفضل۔ اللہ کی نعمت اور فضل لے کر واپس لوٹے۔ کے مطابق خدایگان عالم یعنی بادشاہ سلامت کی خدمت میں پہنچے۔ از سر نو انواع واقسام کی عنایتوں سے نوازے گئے، انتہائی مراحم خسروانہ سے بہرہ مند ہوئے، بادشاہ سلامت کی مجلس اعلیٰ، مزید بلندی اسے حاصل ہو، اس کے شمائل اور فضائل کے ذکر سے معطر ہوگئی۔ اس کی مساعی جمیلہ دولت قاہرہ میں عزت وآبرو کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ اس کی فرزانگی و دانشمندی اور جواں مردی ومردانگی کے انوار اور سخت جانی اور دلیری کے آثار زمانے کے چہرے پر سدا کے لیے ثبت ہو گئے۔ شہنشاہی عنوان نامہ یا صدر تاریخ جہاں داری اس کے ذکر سے رونق افروز ہوا۔ ہفت خواں (شاہنامہ کے ایک داستان کا عنوان) کی داستان اور مازندران کا قصہ طاق نسیاں کی زینت بن گیا۔ اس کے اقدام کا معیار اکرام واعزاز کا سزاوار ٹھہرا اور شاہانہ مفاخر و مآثر کے لائق بلند درجے پر پہنچا۔

ابتدائے روانگی میں چونکہ ایک بہتر اور مبارک واقعہ پیش آیا، کامیابی کے دلائل ونشانیاں ظاہر ہوئیں۔ مراد اصلی ومقصود کلی کی یافت کا یقین اور وثوق ہو گیا تو بادشاہ سلامت کی عزیمت، جو سدا آسمانی تائید اور فتح مبین اور نصرت عزیز سے موید ہے، نتائج کے پیش نظر مبارک رائے اس امر پر ٹھہری کہ منصور ومظفر خادموں کی ایک فوج رکاب اعلیٰ کی خدمت میں ملازم رہے۔ اور دوسرے امرا اور سردار اور مختلف فوجی عہدہ دار بنارس کے راجا کے قلع قمع کی طرف متوجہ ہوں، اور لشکر کشی کے آداب اور سپاہ آرائی کے مراسم ادا کریں۔ فوراً پیادہ اور سواروں کی ایک جماعت نے فرمان شاہی کو بجالایا اور میدان کارزار میں ابر و باد کے ہمرکاب وہم عناں ہو کر میدان جنگ کا رخ کیا۔

بنارس کے راجا جیت چندر کو، جو کفر و ضلالت کا بہترین نمونہ اور خود پسندی و حیلہ گری کا مادہ تھا، مبارک علم کی حرکت اور منصور فوج کی روانگی کا علم ہوا۔ شک و شبہ کا نقاب و حجاب اس کے تصور اور نہاد خصال سے اٹھ گیا، تو ایک لشکر جرار اور فوج گراں کے ساتھ جس کی تعداد چیونٹی کی اور ریت کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی، اور ان کے بیکراں سپاہی ادوار فلکی کی طرح بے انتہا تھے، مقابلہ اور مقاتلے کے لیے سامنے آیا۔

ہندوستانی لشکر کے سرداروں اور سپاہیوں نے جب جنگ کے لیے خود کو آمادہ کیا اور شرک و کفر کے معکوس علم بلند کیے، معرکۂ کارزار میں ہاتھی اسی طرح چنگھاڑ رہے تھے جس طرح دریا میں ہوا سے طغیانی آتی ہے، اور زین کے نیچے آہنی حصار کی طرح دوڑ لگا رہے تھے، خونریز یشک (درندوں کے سامنے کے دانت) بہرام کے دل کے خون سے لت پت ہو رہے تھے۔ آسیب زخم سے چاند کے رخ اور پشت ماہی (کنایہ رات سے) کو زخمی کر رہے تھے، اور اس کی اژدہے جیسی سونڈ شیر فلک کے پٹے کی سی ہوگئی، جوزا کا منطقہ اور ثریا کا حلقہ بن گئی۔ گویا اس کی ہیکل سے دنیا کی صورت کو نیل سے بھر دیا ہو۔ اور اس کوہ پیکر ہاتھی کے اوپر سد سکندری بنا دیا ہو۔ گھوڑے کے ہنہنانے اور ہاتھی کے چنگھاڑنے سے چاند آسمان پر اپنی راہ کھو بیٹھا۔ بگل کے شور نے نصر من اللہ کی آواز موحدوں کے کان میں پہنچائی۔ بندوق کی آواز اور آہنی بانسری کی صدا عیوق یعنی روشن ستارے تک پہنچی، اور ان **زلزلة الساعة شئی عظیم** ۔قیامت کا زلزلہ ایک امر عظیم ہے، کے مفہوم نے شبہ کا پردہ دنیا والوں کی نگاہوں سے ہٹا دیا۔ اور **تکاد السموات یتفطرن منه**۔ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑے۔ کی حقیقت ان کے دلوں پر کھل گئی۔

رنگ برنگے علموں کے عکس سے، جونسرین یعنی خوشبودار چھوٹے سفید پھول سے معطر نظر آ رہے تھے۔ ایسی فضا بنائی جیسے وہ چکوروں اور موروں سے بھر گئی ہو اور گوناگوں برق کی چمک دمک سے، جو سماکین (دو روشن ستارے، ایک کو اعزل کہتے ہیں) سے راز کی بات کرتی تھی، معرکۂ کارزار کی زمین گلزار اور لالہ ستاں کی طرح ہو گئی تھی۔ دونوں فوجوں نے فولاد کے دو پہاڑوں کی طرح صف بندی کی اور آندھی کی وجہ سے ٹھاٹھیں مارنے والے سمندروں کی طرح موجزن ہونے لگیں۔ سوار و پیادہ کی بدولت عرصہ ہند میدان حشر کی طرح تنگی کا شکار ہو گیا۔

موحدین کے نعرۂ تکبیر کی صدا کیوان یعنی زحل ستارے کی بلندی کو پار کرگئی۔ مجاہدوں کی تکبیر کی آواز نے دہاڑنے والے شیر یعنی بہادروں کے دل دہلا دیے۔ معرکہ کارزار کی فضا جوشن پوشوں اور زرہ پوشوں کی وجہ سے آہنیں ہوگئی۔ رزم گاہ کا ماحول تلوار کی چمک اور خنجر کی دمک سے آتشیں ہوگیا۔ گویا دشمنی کے بادل سے بارش کے بجائے تیرونیزہ کی بارش ہورہی ہے، اور جنگ کی سرزمین پر فوجوں کی جگہ بسد یعنی مرجان اور بہلا یعنی چری دستانے اگے ہوئے ہیں۔ تیز رفتار گھوڑوں کے کان بھالے کی نوک سے آراستہ تھے۔ جنگجوؤں کی باگ دائیں بائیں سے مڑ رہی تھیں۔ سواروں کی پینترے بازی سے جوشن یعنی آہنی زرہ کی کڑیاں چاک ہورہی تھیں۔ جنگی سورماؤں کے ٹکراؤ سے ہاتھی ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور مقابلے کی تمازت وحرارت سے بہادروں کے جسم پر ہتھیار تپنے لگے تھے۔

رزم جویوں کے ہول اور خوف سے نیلوفری آسمان کا چہرہ شنبلید (ایک پودا جس کے پتے پیاز کی طرح ہوتے ہیں۔) کے رنگ کا ہوگیا تھا۔ دلیروں کی جان بھی جسم سے اس طرح نکل رہی تھی جس طرح پسینہ مسامات سے نکلتا ہے۔ خاک کی پستی کو افلاک کی چوٹی پر منتقل ہونے کی فرصت ملی۔ آبدار تلوار کے خوف سے دہاڑنے والے شیروں یعنی سورماؤ کا پتہ پانی ہونے لگا۔ آگ نے پتھر اور فولاد کے اندر قلعہ بندی اختیار کرلی۔ پرندوں نے اوج ہوا کو اور وحشی جانوروں نے صحن صحرا کو خالی کردیا۔ پرندوں کی پرواز کی خوف سے آسمان نے اپنی گردش موقوف کردی۔ اور تیر دبیر ستارہ کا قلم چلنے سے باز رہا۔ رامشگر یعنی مطرب ناہید ستارہ نے آہ وشیون کرنا شروع کردیا۔ آسمان کے شہسوار نے آسمان کے ڈھال میں اپنا سر چھپالیا۔ تیغ زن بہرام ستارے نے مشتری ستارے کی طرح عصمت کی چادر پلٹ دی۔ کینہ جو کیوان نے صومعہ داروں کی طرح گوشہ نشینی کی روش اپنائی۔

گھوڑوں کے کھر کی گرد وغبار سے کرہ فلک مرکز خاک میں بدل گیا۔ تیز رفتار گھوڑوں کے نعل کی چوٹ سے عرصہ خاک میں افلاک کی سی حرکت پیدا ہوگئی۔ دھندلی رات میں قیامت کا سماں بندھ گیا۔ فضا کے پرنور آئینہ نے سیاہی کی وجہ سے تارکول کا روپ اختیار کرلیا اور آفتاب کا چمک دار چہرہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

آنکھوں کو سی ڈالنے والے تیر نے زرہ اور جوشن کی کڑیوں کو پارہ پارہ کر دیا۔ بیلک (بیل کے قسم کا دوشاخا تیر) نے جوش پوش سپاہیوں کے سینہ اور پیشانیوں کو نشانہ بنایا اور بجلی کی طرح اپنی آتشیں چوٹ سے مردان کار اور دلیران نامدر کے دلوں کو نذر آتش کر دیا۔ جنگجوؤں کی آنکھ میں وہ خار مژگاں یعنی پلکوں کے کانٹے سے کہیں زیادہ جاگزیں ہو رہا تھا۔ مرغ روح کو قالب کے قفس سے نکال کر عالم ارواح کی فضا میں پرواز کرا رہا تھا۔ خونخوار جانور کی طرح اولہ کے مانند خون کی بارش برساتا تھا۔ آتشبار و آبدار تلوار کے وار سے مرجان یعنی سرخ رنگ کا سیلاب صحرائے جنگ کے صحن پر بہاتا تھا۔ خدنگ خارہ یعنی ٹھوس تیر سے چاند کے چہرے کو پشت ماہی (کنایہ رات سے) کی طرح پیکان سے خاردار کر رہا تھا۔ الماس (ہیرے) کی نوک سے زندہ پیل یعنی سورماؤں کے خونریز دانتوں میں سوراخ کرتا تھا اور شہاب کی طرح آتش زخم سے دہاڑنے والے شیروں اور ببر کے سینے کو نذر آتش کر رہا تھا۔

آبی رنگ کی تلوار سیاہ بادل پر خون ٹپکاتی اور فولاد سے مرجان اور تن سے جان نکال رہی تھی، صفحہ مینا رنگ پر پگھلے ہوئے لعل پتھر کو بہاتی تھی، الماس فام چہرے پر یاقوت رواں کر رہی تھی، دشمنوں کے تارکول پیکر چہرے پر نقاب احمر یعنی سرخ نقاب ڈالتی تھی، ہاتھیوں کے نیلے ہیکل سے خون کا چشمہ بہاتی تھی۔ بجلی کی طرح خود (آہنی ٹوپی) خفتان (ایک قسم کا جنگی لباس) جوشن (زرہ) اور برگستوان (زین) کو پار کر جاتی تھی، صاعقہ کی طرح دریائے جنگ کے بھنور میں آگ بھڑکاتی تھی۔ زخمی کر کے جسم سے سر کو اسی طرح جدا کر رہی تھی جس طرح موسم خزاں کی ہوا درختوں کے پتے زمین پر گراتی ہے، چمک دار خنجر گرد کی تاریکی میں اسی طرح چمکتا تھا جس طرح رات کی تاریکی میں چراغ چمکتا ہے اور دھواں کی گرد و غبار سے شعلہ آتش کی طرح آگ بھڑک رہا تھا۔ جو زمانے کے سرداروں اور بہادروں کے سر جسم سے جدا کر رہا تھا اور ان کی زندگی کے پودے کو ملک کے چمن سے کاٹ رہا تھا۔ پھول سے بساط خاک کو لالہ گوں اور ارغوانی کر رہا تھا اور کیمخت زمین (گھوڑے یا گدھے کی کھال کے رنگ کی) زمین کو زرد رنگ میں رنگ رہا تھا۔

☆☆☆

صفتِ نیزہ

گھڑیال صفت نیزہ اژدہے کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا، میدان کارزار میں اس نے جنگل بلکہ نرکل کے جنگل کی صورت اختیار کر لی تھی، گویا مقابلے کی حرص میں کلک کی طرح ہمہ تن کمر بستہ ہو گیا تھا اور کارزار کی آرزو میں سانپ کی طرح کنڈلی مارے ہوئے تھا۔ خون آلود بھالے کی گرد سے وہ اس طرح چمکتا تھا جس طرح دھواں کے بیچ چنگاری چمکتی ہے اور اختر ستارے کی طرح اندھیری رات میں دمکتا تھا۔ اس کی نوک ہاتھی کی آنکھ سے خون کا فوارہ جاری کرتی تھی اور صحرائے جنگ کے صحن پر ارغوانی رنگ کا سیلاب بہاتی تھی، وار کرتے وقت پھول پر پھولِ گرا رہی تھی اور معرکے کی خاک اور سرزمین کو گلزار و لالہ زار کر رہی تھی۔ مغفر شگاف (آہنی ٹوپی کے نیچے کا زیر جامہ) کو پھاڑنے والا گرز سرداروں کی پیشانی پر وار کر کے ان کے سر توڑ رہا تھا، اور باغی و سرکش لوگوں کی گردن کے مغز دماغ کو خاک و خون سے لت پت کر رہا تھا۔ کمند کا خم سرکشوں کا طوق اور دلبروں کا کمر بند بن گیا تھا۔ اس کا حلقہ جو مرغ روح تھا، راجاؤں کا سر آویز یعنی سر سے لٹکنے والا بن گیا تھا، ان کی موت نے ان کی زندگی کی کلاہ و قبا کو پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ دست فنا نے خاک کو بستر و بالین اور زرہ اور جوشن کو ان کا کفن بنا دیا تھا۔ زمانہ نے اہل شرک و ضلالت پر ان کے روشن دن کو تاریک شب میں بدل دیا تھا۔ اور ہندوستان کے سرکشوں اور سورماؤں کا سر خاک میں ملا دیا تھا۔

رزم گاہ کا صحن ان کی نعشوں کی وجہ سے تارکول سے آلودہ ہو گیا۔ ان کے جوارح اور اعضاء میں دوران خون کی راہ تنگ ہو گئی۔ ہموار زمین اور میدان ٹیلے اور پہاڑ کے برابر ہو گئے۔ خشک زمین ان کے خون سے سمندر ہو گئی۔ اور سمندر ان کی لاشوں سے خشک زمین میں بدل گیا۔ اس جماعت کی یہ صورت حال ہو گئی۔

تیز رفتار گھوڑوں کے ہاتھ نے کُشتوں کے دل سے لعل بدخشاں کا رنگ اختیار کر لیا تھا یعنی ان کے خون سے رنگین ہو گئے تھے۔ خس وخاشاک یعنی تنکے اور کانٹے زخمی جسموں کی وجہ سے مرجان اور عقیق کے رنگ میں رنگ گئے تھے۔ میدان کارزار کی خاک سواروں کے خون سے گندھ گئی تھی۔ صحرا کے صحن پر شقائق نعمان (گل لالہ) رونما ہو گئے تھے۔ زمین سے سبز گھاس اور پودے کی جگہ روین (ہر وہ چیز جو روئی سے بنائی جائے۔ (روئی خاکستری رنگ کا ایک گھاس ہوتا ہے جس سے برتن وغیرہ بناتے ہیں) اور دار پرنیاں (ریشمی کپڑے کا پودا) اگ آیا۔ خون کی وجہ سے دشت نبردگاہ سبز سمندر کی طرح موجزن ہونے لگا۔ معرکہ کارزار کے نشیب وفراز یعنی پستی وبلندی میں فرات اور دجلہ بہنے لگے۔ ہندوستان سے خون کا سیلاب بہہ کر سیحون جیحون دریا تک پہنچ گیا۔ بخارات کا اثر ثریٰ (زمین کا سب سے نچلا حصہ) ثریا، اور ماہی وماہ سے بھی پار کر گیا۔ آسمان کا چہرہ اور ہامون (خشک اور تر زمین یعنی میدان) فوج کی گرد وغبار اور خون کے عکس سے نقاب دار وملمع ہو گیا۔ موج خون سقلاطون (ایک قسم کا ریشمی زردوزی یا نفیس سرخ رنگ کا کپڑا) چرخ کی بلندی تک پہنچ گیا۔ نسرین چرخ یعنی سفید آسمان مرغابی کی طرح خون کی نہر میں غوطہ زنی کر رہا تھا۔ ماہی سپہر خون کے دریا میں شناوری کر رہی تھی۔ ثور ثریٰ (زمین کی تہہ کا بیل) گلزار خون میں ڈوب گیا تھا۔ گہوارہ زمین کے خون سے بنفشہ رنگ آسمان انار دانے کی طرح ہو گیا، اور خانۂ گردوں یعنی آسمان کا آبگینہ خون کی وجہ سے لالہ گوں ہو گیا۔ اور شیشہ فام گنبد گردوں حجام کے شیشے کی طرح خون سے آلودہ ہو گیا۔

بنارس کا راجا جو اپنی فوج کی کثرت اور ڈیل ڈول والے ہاتھی کے انبوہ کی وجہ سے بہت

مغرور تھا، اور الیس لی ملک مصر۔ کیا مصر کی بادشاہت میرے پاس نہیں ہے؟ کی نخوت اس کے دماغ میں بس گئی تھی۔ اور الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ تم نے دیکھا نہیں تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کی باریکی سے غافل و بے خبر رہا۔ اچانک بند کمان دولت کی کشاد (یعنی کمان چلنے) نے دوہری کمر کے آسمان پر سہی ستارہ کی آنکھیں سی ڈالیں اور گنبد خضر پر ہفت اختر ثریا کو اکھاڑ ڈالا۔ ارش (بازو) کی طرح اندھیری رات میں تیر چلا کر بال بکھیر دیے اور پیکان تیر کی نوک کو تری خار پر جما دیا۔ مرغ صفت تیر کو اس کے غلاف چشم کے دائرے تک پہنچا دیا۔ آسمانی رنگ کے ہودج پر فنا کا بیلک (بیل کے مانند کا دوشاخہ تیر) مقتل میں آ کر گرا اور فرقد سائے (فرقد ستارے کو گھسنے والا) ہاتھی آرام گاہ سے خاک پر اوندھا گرا۔ اس کی رفعت کا ستارہ چرخ جلال اور اوج کمال کے پار نکل گیا۔ اس کی زندگی کی شاخ ریاست کے درخت سے کٹ گئی۔ اور اینما تکونوا یدرک کم الموت۔ جہاں بھی رہو گے موت تم کو پہنچ کر رہے گی۔ کی آواز اس کے گوش جان تک پہنچی اور کذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ کسی گنہگار گاؤں کو یا شہر کو پکڑتا ہے اور بیشک اس کی پکڑ سخت ہے۔ اس کا سر جو ہوا و ہوس کا کبوتر خانہ اور شاہی محل فاسد جنوں و سودا اور کاذب آمال اور امانی کا آشیانہ ہو گیا تھا۔ غرور و غفلت کے پرندے نے اس میں انڈے دیے اور ملک کی فضا میں سرکشی و نافرمانی کے فتنے کے پر و بال نکالے، تختہ دار پر چڑھا یا گیا، اور اس مغرور کا جسم، جو شمشیر آبدار سے جنگ کی آگ بھڑکا رہا تھا بارگاہ اشرف کے سامنے ذلت و رسوائی کے خاک پر ڈال دیا گیا۔

اس کی بت پرستی کی نجاست کو آب تیغ سے کیمخت زمین (دباغت شدہ چمڑہ جیسی زمین) سے دھویا گیا اور عرصہ ہند اس کی وجود کے خبث اور شرک کی آلودگی سے خالی ہو گیا۔ بغاوت و عناد کی آگ بجھ گئی۔ شر و فساد کے مواد مکمل طور پر نابود ہو گئے اور نص قرآنی فقطع دابر القوم الذین ظلموا۔ ظالم اور گنہگار قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔ کی صداقت واضح طور پر

سامنے آئی۔ کفر وضلالت کی اساس پوری طرح جڑ سے اکھڑ گئی۔ شرک کے باندھ میں زبردست دراڑ پڑ گئی جس کے دیکھنے سے تماشائی کی آنکھ حیرت زدہ رہ گئی۔ غنیمت کے بہت سے مالی جن کو شمار کرنے سے پوروں کا محاسب عاجز رہ گیا بندگانِ بادشاہ کے قبضے اور فرمانبردران دولت کے تصرف میں آ گئے۔

شاہِ سیارگان یعنی ستاروں کا بادشاہ سورج جب سیمابی ایوان سے مغربی افق کی طرف روانہ ہوا، دن کا جمال جہاں افروز سیاہی کے نقاب میں چھپ گیا، تاریکی کا کالا کل روشنی کے لشکر پر غالب آ گیا، بنفشہ رنگ کی زلف اور گھنگریالے بال عنبر تر سے آلودہ ہو گئے، خالص مشک کو نیلوفری چرخ کے نیلے صلابہ یعنی وسیع وہموار اور سخت پتھر پر گھسا اور مشاطہ (آرائش کرنے والی عورت) کی طرح لیل ونہار کی دلہن کے گیسو میں کنگھا کیا۔ رات کے شبرنگ کوانے دن کے سیم سیمار خسار پر اپنے پروبال پھیلائے۔ قوادم (پرندوں کے سخت پر) اور خوافی (پرندوں کے چھوٹے پر) کے سایے سے فضا کا چہرہ ڈھک گیا۔ غروب کے کوے نے دنیا کے چہرے کو قیر قطران (تارکول اور ڈامر) سے بھر دیا۔ دونوں آنکھیں فلک کی مدد پر جھک گئیں۔ بساط آسمان اور بسیط زمین نے تارکول کی شکل اختیار کرلی۔ عرصہ عالم سیاہ زنگی فوج کی جولاں گاہ ہو گیا۔ حبشی لشکر نے کرہ خاک کی پشت سے افلاک کا رخ کیا اور آتش نگار قبہ پر دوخانی کلاہ کی صورت اختیار کرلی۔ سپید کار دنیا نے سیاہ کمبل اوڑھ لیا۔ گنہگار زمانہ نے باریک اور سرمئی چادر کندھے پر ڈال دیا۔ سیاہ تاریک رات کی سیاہی کی وجہ سے سانس کو لینے کے لیے جگہ بہ مشکل مل سکی۔

دوربیں عقل وادی اندیشہ میں سرگرداں ہوئی۔ تیز رفتار وہم ضلالت وگمراہی کے بیاباں میں گرفتار ہوا۔ صورت گر خیال کی کاریگری موقوف ہوئی۔ جاسوس فلک تاریکی کے طول کھنچنے کی وجہ سے راستہ گم کر گیا۔ زبرجدیں یعنی سبز آسمان ستاروں کے انوار وازہار سے پررونق ہو گیا۔ فیروزہ فام یعنی فیروزی رنگ کا گنبد ثوابت ستاروں کی پرت سے مزین ہوا۔ نورانی اجسام کا پیکر شب افروز موتیوں کی طرح آسمان کے آبی رنگ کے دائرے سے چمک اٹھا۔

چمکدار موتی بحر سپہر کے سبز رخ پر چمکنے لگے اور بلبلے کی طرح دریا کی سطح پر نمایاں ہو گئے۔ ستارے کی چمک سے تاریک رات غلاف چشم پر نور کے نقطے کی طرح لگی۔ اس کی مشکیں اور عنبریں زلف سے سفید تار نمایاں ہوئے۔

اس شمع افروز چھت یعنی آسمان پر شاہدان انجم نے اپنی انجمن بنائی۔ سبک سر اور فرومایہ آسمان کے کان اور گردن ثریا کی ہار اور جوزا کی پٹی سے بوجھل ہو گئے۔ دولابی یعنی چرخی شکل کے آسمان کے آبی رنگ کے کہکشاں بریں نے چاندی کے زیورات زیب تن کر لیے، فلک کے سبزہ زار کے بیچ دودھ کی نہریں رواں ہوئیں۔ گویا آبی رنگ کے چہرے پر چینی آئینہ کا عکس پڑ گیا ہے۔ یا آسمان کی زبرجدیں لوح پر نئی لکیریں یا خطوط باہم مل گئے ہیں۔

کلاہ دار چاند نے سبز قبا آسمان کے ہودج سے سر باہر نکالا اور آفتاب کی طرح آسمان کے سیمائی پردے کی آڑ اور آئینہ گوں سپہر کے افق سے طلوع کیا۔ بلوری مہرہ (بلوری شیشے کی گوٹ) کی طرح اس حقہ مینا یعنی آسمان کے دائرے اور حدیقہ مینو یعنی باغ بہشت نما میں ظاہر ہوا۔ جام جمشید کی طرح اس زنگاری بساط اور لاجوردی یعنی نیلے تخت سے نمودار ہوا۔ چابک دست آسمان کے کان اور گردن انوار کے پٹے اور بالیوں سے سجا دئے۔ بے سروپا فلک کی پردہ نشیں کی کلائی و کنڈلی کو پازیب اور دیگر زیورات سے آراستہ کیا اور وہ شیشہ رنگ کے آسمان کے خط میں گیند کی طرح لڑھکنے لگے۔ فیروزی چھت کو اپنی طلعت کے نور سے زینت بخشی گویا سپر ماہ یعنی چاند کا ڈھال شاہی طبل باز اور نقارچی کی نقالی کرتا ہے، ناخن ہلال شرافت و کرامت کی خاطر زرہ توڑنے والے شاہی کمان کی شباہت اختیار کرتا ہے۔ دبیر پیشہ تیر (ستارہ) انجم کے فوجی اڈے پر نکل آتا، رائے و تدبیر کے قلم نے درایت و کفایت کی اساس رکھی۔ تختۂ افلاک نے ثوابت اور سیارہ ستاروں کی تحریریں لکھیں۔ رواق سیم یعنی چاند جیسے سفید سائبان کی خاتون نے مشرق کی جلوہ گاہ میں اپنے حسن و جمال کی نمائش کی۔ اور سبز طارم (چوبی گھر یعنی آسمان) سے پھول کی طرح مظلہ فستقی (پستہ کے رنگ کا سائبان یا خیمہ) اور زریں مہد یعنی سنہرے گہوارے سے اپنے چہرے

کی رونمائی کی۔

نیر اعظم (سورج) نے خانہ عزلت کے خلوتِ کا رخ کیا۔ (گوشہ گیری اختیار کی)، اور تنہائی کا قدم مغرب کے شبستان میں رکھا۔ فرش خاک کو جس پر اس کی کرنیں پڑتی تھیں روشنی سے خالی کر دیا۔ عربدہ جو، بدخواہ اور جھگڑالو معشوق قبہ مینا سے سنہری آہنی ٹوپی کی طرح آہنی ڈھال پر ظاہر ہوا۔ اقتدار اور سیاست کے ہاتھوں کو خونخوار تلوار کو نیام سے باہر نکالا، غصہ گری اور کینہ وعداوت سے پیشانی کے بل کو چین فنا کی طرح کر دیا۔ افلاک کا قاضی سیمائی آسمان کے چار بالش (سونا چاندی ناپنے کا آلہ) میں براجمان ہوا، آسمان کے گوہر نگار مسند پر ٹیک لگایا اور مرکز عز وشرف کو نور وضیا سے آراستہ کیا۔

ساتویں محل (یعنی آسمان) کے ہندو بام جہاں کے ایک گوشے پر نظارہ کرنے کھڑا ہوا اور بہرام جہاں (بہرام ستارہ) ہو گیا۔ عداوت ودشمنی کے بہلہ (چرمی دستانہ) کو اٹھایا، بغاوت وعناد کا علم اور شر وفساد کا جھنڈا الہرایا، شب دیر باز یعنی طولانی رات نے زنگی کے گھنگھریالے بال کی طرح کوتاہی قبول کی۔ تاریکی کے لشکر نے تارکول جیسے سیاہ چہرے پر سفیدی مل دی، آبی رنگ کی تلوار سے تاریکی کی گرد دنیا کے رخ سے جھاڑ دی۔ صیقل شدہ خنجر سے آئینہ فضا سے تاریکی کا زنگ دور کر دیا اور ایک ہی وار میں نور وظلمت یعنی روشنی اور تاریکی کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیا۔ ذنب سرحان (بھیڑیے کی دم) ایک ستارہ نے رات کے ریوڑ کو صحرائے عدم میں پراگندہ کر دیا، اور سہا ستارہ نے نئی دلہن کی طرح پردہ شرم میں اپنا سر ڈھک لیا۔ عیوق یعنی روشن ستارہ نے مہرۂ شہرت یعنی شہرت کی گوٹ نیلے آسمان کی بساط سے اٹھالی اور افلاک کی لوحیں ثوابت وسیارہ ستاروں کے نقوش سے خالی ہو گئیں۔

پستان تقدیر سے سفید دودھ طفلان جہاں کی طرف بہنے لگا، دن کا نور بیاض عارض شب کی سیاہی میں منتشر ہو گیا۔ سپیدہ دم صبح کا سیم اندود یعنی چاندی سے بھرا لگام ادھم شب یعنی سیاہ رات کے رخسار پر ظاہر ہوا۔ صبح عاج یعنی ہاتھی دانت جیسی سفید صبح نے گریبان مشرق سے سر اٹھایا

اور نیلا نقاب اور سرمئی برقعہ جمال جہاں آرا سے سرکایا۔ دنیا کے اطراف واکناف سے سیاہ حجاب ہٹایا، دخانی پردے گردوں کے روشن چہرے سے ہٹائے، بلوری سفید ہاتھ سے نیلوفری چرخ کے پیراہن چاک کیے، گنبد اخضر یعنی آسمان کے سبز گنبد کے دامن سے دھلے دھلائے منتشر موتی بکھیر دیے، آسمان کے نیلے خیمے سے کہکشاں ستاروں کی سیمیں طنابیں ٹوٹ گئیں۔ نور کے قلم سے لوح آسمان پر سیمیں لکیریں کھینچ دیں۔ سپیدہ دم صبح کی پھونک نے تاریک فضا کے چہرے پر آگ روشن کر دی۔ رات کے شبرنگ کوے کو اثیر (کرہ ہوا کا سب سے درخشاں ترین حصہ) کی بھٹی میں جلا دیا۔ اشہب صبح کے باز نے نور پھیلانے والے بازو سے دنیا کے اطراف ونواحی کو پروں تلے ڈھک لیا۔ دن کے سفید علم نے شب کے سیاہ پرچم کو بے دخل کر دیا۔ شاہی علم کے ظہور سے راجہ کا علم سرنگوں ہوا۔ خطا اور چین کی فوج نے زنگیوں اور حبشیوں کے لشکر پر فتح حاصل کی اور قندیل کی طرح شاہ چین کا آئینہ اس نقش ونگار والی چھت اور گنبد معلق سے آویزاں ہو گیا۔

گردوں پر سوار شیر نے لعل پیکر تلوار نیام سے نکالی اور شنگرفی یعنی سرخ ڈھال زنگاری سپہر سے برآمد کیا۔ سنہری چھتری کو سیمابی افق کے گوشے پر پھیلا دیا۔ سنہرے نیزے کے ذریعہ میدان فلک سے چاند کے سیمیں حلقے کو اچک لیا۔ رنگین علم کو زرنگار ایوان پر لہرایا۔ کرن کا تاج چاندی جیسے سفید دن کی پیشانی پر رکھا۔ چمکدار چشمے کی رنگین طنابیں فضا کی بلندی پر کھینچیں۔ دنیا کو روشن کرنے والی شمع فلک کے سبز چشمے پر روشن کیا۔ فضا میں اس کی جھلک سے چکور کے پر اور مور کی دم آراستہ ہوئی۔ صحن زمین پر لاکھوں زہرا اور پروین ستارے پیدا کر دیے۔ مینوفر یعنی بہشت جیسی شان وشکوہ والی دنیا کو روشنی کا مرکز اور کرنوں کی جائے گاہ بنا دیا۔ اس کی روشنی نے نیلوفری گنبد پر لالہ نعمان کا لحاف یا بالا پوش ڈال دیا۔ دینار جیسے کہکشاں ستارے کو آسمان کے روشن ستاروں کے سر پر رکھ دیا۔ زمردیں یعنی سبز آسمان کی چوٹی پر قبہ نور بنایا۔ آسمان کی لوح مینا اور زمرجدیں تخت پر سونے کی لکیریں بنائیں۔

احوال فلکی سے مبارک روانگی کی مناسب شکل پیدا ہوئی۔ شاہی رکاب کاشی کے قلعہ کی

طرف روانہ ہوا جہاں راجہ کا خزانہ تھا اور پہنچتے ہی انواع واقسام کے مال اور نفیس چیزیں جو وہم وگمان سے ورا ہیں زیر تصرف آئیں۔ وہاں سے سعد یعنی مبارک وسعود قسمت کی ہمراہی میں روانہ ہوا اور جہاں کشائی کی باگ بنارس کی طرف موڑ دیا۔ جو ہندستانی علاقوں کا واسطہ (لاکٹ کا سخت گوہر) اور نقطہ ہے۔

مبارک علم، سدا کامیابی اور فتح سے ہمکنار رہے، جب اس علاقے پر سایہ فگن ہوئے تو اس ولایت کا میدان جو شریفوں اور کریموں کے سینے سے بھی زیادہ وسیع اور کشادہ اور دارالسلام سے بھی زیادہ روح افزا تھا، ایک نئے ملک اور تازہ علاقے کا دین اسلام میں اضافہ ہوا اور نص قرآنی واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضاً لم تطؤھا ۔تم کو ان کی سرزمین اور ان کے دیار اور ان کے مال اور ایسی سرزمین کا وارث بنایا جن کو تم نے اپنے پیروں سے نہیں روندا تھا۔ نے اپنے مفہوم کے اسرار ورموز واشگاف کیے، تقریباً ایک ہزار بت خانے صالحین اور متقیوں کے مسکن بنے اور معابد مساجد اور بہترین بقعہ میں بدل گئے۔ اور منشا شرک ومرکز کفر آفتاب توحید ونور ایمان کا مطلع بنا۔ دین ہدیٰ کے منارے اور شعار اسلام پوری طرح نمایاں ہوئے۔

بدعت کے رسوم اور فتنہ وفساد کی بنیادیں منہدم ہوئیں۔ شریعت کے معالم یعنی نشان راہ روشن ہوئے، دین ودولت کی بنیاد استوار ہوئی، ملک وملت کے ارکان کو پختگی نصیب ہوئی۔ اسلام نے رفعت وبلندی کے بڑے خیمے کی رسیاں ابدیت کے افق پر باندھ دیے۔ روضہ سلطنت نے عدل وانصاف کے انوار واز ہار سے نئی تازگی وشگفتگی حاصل کی۔ منبروں کی لکڑیوں نے دولت قاہرہ کی دعاؤں کے طفیل نئی رونق حاصل کی۔ دینار ودرہم کے صفحے مبارک القاب ونام سے ازسرنو سجے بنے۔

صحیح اصول وآئین کے مطابق حالات میں نظم ونسق برقرار ہوئے۔ مختلف وجوہ سے امور نظم وضبط میں پائیداری پیدا ہوئی۔ فراغت وخوش حالی اور رفاہیت وفراغبالی کی حلاوت کا مزہ خاص وعام سب لوگوں کو ملا۔ مقیم ومسافر اور رعایا وفوج کو حمیت ورافت کے گہواروں میں سکون

نصیب ہوا۔ زمانے کا بدلگام گھوڑا فلک رسار کاب میں رام ہوا۔ نامبارک زمانہ خادموں کی صف میں شامل ہو کر بندگی کے طریقوں پر آرام کیا۔ امن وامان کے بازار کے دن نے حاجت روائی کا رخ کیا۔ ظلم وجبر وفتنہ وفساد کی تاریک رات نے شکست کھائی۔ دست تعدی کی آگ نے روئی کے دامن سے کنارہ کشی کر لی۔ پانی نے پتھر کی ہمسائیگی کی وجہ سے باقی کی آواز لگائی اور ہوا نے خاک کو طبعی مرکز میں طوعاً یا کرہاً دائرہ خدمت میں داخل کیا۔

اس خطے کی صوبہ داری ایک مشہور ومنضوط عالی مقام خادم کے سپرد ہوئی، تاکہ حشم وخدم (نوکر چاکر) اور اہل تیغ وقلم کی رعایت وپاسداری میں مبالغہ سے کام لے اور ان کی اہل کفر کے لات جوتے اور اہل شرک وضلالت کے شر وفساد کی چنگاری سے حفاظت فرمائے، حرکت واقامت یا سفر وحضر کے وقت عام مصلحت اور کلی نظر سے غفلت نہ برتے۔ جو باتیں رعایا کے آمال اور ان کی توقعات کی تکمیل سے وابستہ ہیں انھیں انجام دے۔ قلعوں اور فصیلوں کی نگہداشت میں حزم واحتیاط کے پہلو کا خیال رکھے۔ مرور زمانہ کے ساتھ بھلائیوں کی اساس کو استوار کرے اور زمانے کے چہرے پر سدا کے لیے نیک نامی ثبت کر دے۔

خسرو کے خاطر عاطر کو جب شہر اور اس کے نواحی کی طرف سے اطمینان نصیب ہوا اور اس کی رائے روشن اور تدبیر درست سے عرصہ ولایت پر نظم ونسق پوری طرح قائم ہو گئی۔ اہل حاجت کی ضرورتیں اور اہل خیر حضرات کی حاجتیں کامیابی سے پوری ہوئیں، مہمات ومصالح اور اغراض ومقاصد ہاتھ آئے۔ ملک وملت کی بنیادیں حسب خواہ استوار اور پختہ ہو گئیں۔ دین ودولت سے وابستہ امور سلک ارادت میں پرو گئے۔

اس کے خسروانہ مفاخر اور شاہانہ مآثر کی شہرت ربع مسکون (دنیا کے چوتھائی آباد حصہ) میں پھیل گئی۔ اس کے منقول مقام ومرتبہ اور مشہور جنگوں کا ذکر تواریخ کی کتابوں میں ضبط ہو گیا۔ بادشاہ کا فرمان اعلیٰ، سدا نافذ ہوتا رہے، فتح نامہ لکھنے کا جاری ہوا، اور دبیر یعنی منشی جس کے نور ضمیر سے مشتری اس طرح کسب فیض کرتا ہے جس طرح چاند آفتاب سے بہرہ چینی کرتا ہے۔ اور تیر دبیر جو منشی افلاک ہے، اس کی خدمت میں قلم

کی طرح کمر بستہ رہتا ہے ۔ خلاصہ مطالب اور عمدہ مضامین کو درافشاں قلم سے بیان کرتا ہے ۔ عقود معانی کو مختلف الفاظ وعبارات کی لڑی میں پروتا ہے ۔ براعت کی باریکیوں اور بلاغت کے لطیفوں میں ید بیضا دکھاتا تھا، اور تحریر کی باریکیوں یا نکتہ آفرینیوں سے سخن آرائی کے اعجاز بیان کرتا ہے ۔ قلم کی زبانوں سے حریر وریشم کے صفحات پر سحر حلال (اعلیٰ درجے کی نثر یا شعر) لکھتا ہے ۔ انوکھے اور نرالے نفیس افکار وخیالات کے آثار نمایاں کرتا ہے ۔ اس کی نوک قلم رات کی خالص مشک دن کے گورے رخسار پر ملتی ہے، چشمۂ قار (کالے چشمے) کی سیاہی سے ہاتھی دانت جیسے سفید صفحات پر عنبر خوشبو گراتی اور تارکول کے دریا سے چاند جیسے سفید صحرا پر غالیہ کی بارش کرتی ہے ۔

جب دن کے اشہب (خاکستری رنگ کا گھوڑا) اور رات کے ادہم (سیاہ گھوڑا) عرصہ زمانہ میں چند بار دوڑ لگا چکے اور آسمان کے سبز دائرے کے شعبدہ باز مہرہ خاک کے گرد چکر لگا چکے تو شاہی رکاب اعلیٰ، کامیابی کے زیر سایہ دارالملک غزنہ، سدا کعبۃ الوفود رہے، کی طرف روانہ ہوا۔ خسرو پرویز جنگ کے علم نے اس کے قلعہ میں چند دن قیام کیے، اطراف ونواحی کے تعلقداراور بااثر لوگوں نے انواع واقسام کے ہدایا کے ساتھ خدمت میں حاضری دی ۔ بارگاہ اشرف امیروں اور رئیسوں کی سجدہ گاہ اور سلاطین اور سورماؤں کی بوسہ گاہ ہوا۔ سرداروں اور گردن کشوں کے سر اور گردن اطاعت وفرمانبرداری کے پٹے تلے آئے ۔ جبار وقہار سلاطین وامرا کی گردنیں اس کے اوامر ونواہی کے حضور جھک گئیں ۔ اطراف ونواحی کے نظم ونسق اور حفاظت ونگہداشت کی خاطر ہر طرف راستے گھاٹ بنا دیے ۔ حل عقد کی باگ ڈور زمانہ کے تجربہ کار اور سرگرم آزمودہ لوگوں کے ہاتھ میں دی اور عوام کے مصالح کی مناسب رعایت کی گئی ۔

☆☆☆

کول کی طرف مبارک روانگی اور اس علاقے کی صوبہ داری ملک حسام الدین غلبک کے حوالے کرنا

خسرو نے کول کی طرف، جو ہندوستان کے اہم قلعوں میں ہے، حرکت کی، کامرانی کی باگ ڈور برق تاز براق (بجلی کی طرح تیز رفتار) رعد آواز (کڑک جیسی آواز والے) ابر پیکر (بادل جیسی ڈیل ڈول والے) شہاب منیر (روشن ستارے والے)، کیوان کیں، مشتری جبیں، بہرام جرأت، آفتاب جبہت، زہرا عیش، تیر طیش، ماہ سیر، کوہ سرین، گاؤدم، پیل ہوش، ببر خروش، ضرغام خشم، آہو چشم، عقاب زخم، غراب حزم، کبک احتیال، طاؤس جمال گھوڑے کے حوالے کیا۔

ایک طبقہ جو اس علاقے میں غداری کے موقع کے انتظار میں بیٹھا تھا اور مکاری کے طریقے سے جنگی شیروں کے ساتھ اس نے مکروفریب کی روش اختیار کر رکھی تھی، اس امر کے راز سے:

چو باز اندر کبوتر خانہ باشد
ز حیلہا چہ ماند با کبوتر

باز جب کبوتر خانے میں داخل ہو جائے تو کبوتر کے پاس بچاؤ کا کون سا حیلہ رہ جائے گا۔

سے غافل تھا۔ ان کے حملے کو تیغ قہر سے روکا اور دشمنوں کی روحوں کو دنیاوی آرام و آسائش سے نکال کر عقبٰی کے جہنم میں پہنچا دیا۔ دوزخ کے خندق اور سجین کے جیل کو ان کا ٹھکانہ بنایا۔ دشمنوں کے سروں کا تین برج بنا کر اوج کیوان تک پہنچا دیا۔ ان کی لاشوں کو درندوں اور پرندوں کی خوراک بنا دیا۔ تیغ ضمیرانی کا چہرہ دشمنوں کے خون سے آلودہ اور سرخ ہو گیا۔ خون کا بخار سپہر ہزار چشم کی بلندی تک پہنچ گیا۔ کشادہ زمین کی پہنائی ارغوان کے شگوفہ سے بھر گئی۔ سنگین پہاڑوں کی پیشانی سے شقائق نعمان یعنی لالہ پھول کے سر نمایاں ہوئے اور آبی رنگ کی خاک پر خار و خاشاک کی جگہ گل و گلنار اُگے۔

اس علاقے کا میدان دشمنوں سے خالی ہو گیا۔ کفر و ضلالت اور شرک و گمراہی کی بنیادیں ڈھہ گئیں۔ دین حق کی مدد اور اہل علم کی تربیت سعادت و کرامت کا مقدمہ ثابت ہوا۔ اہل علم و فضل کا احترام خصائل حمیدہ میں شمار کیا جانے لگا۔ اب بادشاہ کا حسن التفات عوام کے مصالح اور ان کی توقعات کی تکمیل کی کیا صورت ہوگی، کی طرف ہوا۔ آفتاب عدل و انصاف کی روشنی کی برکت سے دارالملک کے صفحے سے غم و افسوس کا سایہ دور رہا۔ رعایا کے حالات کا جمال گرد و غبار کے دھبوں سے اسی طرح محفوظ رہا جس طرح ظلم کی تاریکی کے عیب سے وہ محفوظ ہوئے اور تمام مظلوم افراد شاہی لطف و عنایت کے زیر سایہ چین و سکون کی زندگی بسر کرنے لگے۔

قصبہ کول کے حل و عقد سے متعلق امور کی چابی ملک الامرا حسام الدین غلبک، اللہ ان کی قدر و منزلت میں اضافہ کرے، کے حوالے ہوئی، جو فلک رفعت کے آفتاب، سپہر حشمت کے مشتری، ارکان مملکت میں منتخب، اعیان حضرت شاہی میں سر دفتر، کسوت معالی کے نقش نگار چہرۂ ایام و لیالی کے جمال، دریائے جود و کرم کے موتی اور کرم و فضل کے یاقوت تھے۔

ولایت داری یا جہانداری کی حوالگی میں اختیار و انتخاب کا فرمان اس شخصیت کے بارے میں جاری ہوا جو کمال مردانگی و فرزانگی کا آئینہ دار تھا۔ نیابت کا فرض اس بادشاہ کی رائے روشن اور تدبیر سراپا راست کی بدولت اس لاثانی شخصیت کے نام جاری ہوا۔ دودھاری

تلوار کی بدولت ملک ودین کا اصل رنگ واپس آیا۔(یعنی حسب خواہ صورت حال پیش آئی)۔زمانہ کے آئینہ پشت ورخ سے زنگ دور ہوا۔اس منصب کے اصول وآئین کی نگہداشت میں اس کے نورِ عقل اور صفائے ذہن پر اعتماد کیا گیا۔ چنانچہ جیسا کہ وہ اپنی وفور دانش مندی کے لیے مشہور اور اپنی ذہانت وذکاوت اور شجاعت وشہامت کے لیے معروف تھا، اس نے اس مصلحت کی پاسداری کی اور خیال وقیاس اور فہم وفراست کی جو خصوصیت اس کی کمال شائستگی میں پائی جاتی تھی اس نے اسے گمان کی پستی سے نکال کر یقین کی بلندی پر پہنچایا۔وہ خدا کی رضا جوئی کو سعادت کلی کا ضامن سمجھتا ہے۔علما وفضلا کے اکرام اور احرار واماثل کے احترام کو عمدہ خصائل اور محاسن میں شمار کرنے لگا۔اہل قلم کی عزت وحرمت کا بہت خیال رکھتا جن کی شب پیکر سیاہ نوک خامہ فضل وبراعت کا روزنامچہ ہے۔ان کی انتہائی حرمت وعزت اور تقریب وترحیب یعنی آؤ بھگت کے ذریعہ ان کی دست درازی کا ہاتھ کوتاہ کردیا۔ ہر ایک کے مقام ومرتبہ اور ان کے انعام واکرام کے مدارج میں اضافہ کیا۔اہل صلاح وتقویٰ کی احوال پرسی، جن کی خونخوار تیغ کی زبان جنگ کے دن فتح وکامرانی کا ترجمان ہے،ضروری سمجھتا ہے۔ان کی شرافت وکرامت کے دروازے اور عطا وبخشش کے اسباب ان پر کھلے رکھتا ہے۔حشم وخدم اور فوج ورعایا کے دل ودماغ کو اخوت ومحبت کے زیور سے آراستہ کرتا ہے۔ مایوس دل افراد کو رفاہیت وبہبودی وخوشحالی وفراغبالی کے وعدوں سے سکون بخشتا ہے۔انھیں خیرخواہ اور دوست دار بناتا ہے۔

ولایت داری یعنی انتظامی امور میں ان عمدہ وپسندیدہ اوصاف کی پابندی کو ایک معتبر اصول تسلیم کرتا ہے۔خوش سلیقگی اور تامل وتدبر کی باریکیوں کو مکمل طور پیش نظر رکھتا ہے۔ ولایت کے نظم ونسق کی ذمہ داری تجربہ کار آدمی ہی انجام دے سکتا ہے۔بہادر آدمی پر جب تک انعام کی بارش نہ ہوا پنے قبضے میں نہیں آتا ہے،احسان ونیکی کی اشاعت آبادی کے منافع کے بغیر ممکن نہیں ہے اور آبادی کے فوائد عدل وانصاف کے بغیر ہاتھ نہیں آتے ہیں۔ غرض عام حالات میں میانہ روی کے معمور ومعہود راستے کا ہی خیال رکھتا ہے اور وسط امور کو الحسنة بين السيئتين۔دو برائیوں کے بیچ ایک بھلائی ہوتی ہے۔کی کہاوت کو عادت کا

واسطۃ العقد (گردن بند کے بیچ کا سخت موتی) سمجھتا ہے۔ پست خصلتوں سے جو افراط وتفریط کی طرف میلان کا نام ہے پرہیز کرتا ہے۔ مختلف امور میں غلو کا دامن، جو ایک ناپسندیدہ خصلت ہے، نہیں تھامتا ہے۔ نبوی سیرت بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ کو قبول کرتا ہے۔ اس کے کریمانہ اخلاق وعادت کا لطیف نسخہ جو مطلق طور پر عمدہ خصائل اور نفیس اخلاق کے نقش نگار کی حیثیت رکھتا ہے عاریتاً لینا چاہتا ہے، اور اسے اس بات کا یقین ہے کہ پسندیدہ خصوصیات کے بغیر انسانی گوہر کا شرف ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ بشری درجات میں فرق اس کی ذاتی خصوصیتوں اور صفاتی فضیلتوں کے مطابق ہی نمایاں ہوتا ہے۔ لوگوں میں بعض کو بعض پر فضیلت وبرتری علم وفضل کی بنیاد پر ہی حاصل ہوتی ہے، جوانمردی ومردانگی کی صورت احسان اور نیکی کے آئینے میں ہی حسین وجمیل معلوم ہوتی ہے۔

البتہ خود کو شائستہ اوصاف کے زیور سے آراستہ کئے بغیر نہ چھوڑے، باطنی اوصاف کے محاسن کو چھوڑ کر صرف ظاہری حسن وجمال پر فریفتہ نہ ہو، ناپسندیدہ فعل کے اژدہوں کے جان لیوا زہر کو اچھے کاموں کے بہتر تریاق سے دور کرے۔ کلام مجید کے سیاق وسباق میں جو اس مفہوم کا مصداق ومظہر ہے، مناسب اور ضروری غور وفکر کو لازم سمجھے۔ ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اسأتم فلھا۔ (بنی اسرائیل 7) اگر تم نیکی کروگے تو اپنے فائدے کے لیے اور اگر برائی کروگے تو اپنے ہی نقصان کے لیے۔ کے مطابق شریف اور کمینے لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کے معاملے میں مساوات برتے۔ عدل وانصاف کے اصول وآئین کی پابندی پر زور دے۔ ظلم وجبر کے علم اور اس کی نشانی کو مٹائے، مظلوم کی بددعا سے، کہ ارشاد ہے مظلوم کی بددعا سے بچو، پہلوتہی کرے۔ اور سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ (غافر 52)۔ ظالموں کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ پلٹے جاتے ہیں۔ کو پیش نظر رکھے اور اس امر کی تلاش وکوشش جاری رکھے کہ دنیا کی نیک نامی عقبیٰ کی نجات سے وابستہ ہے، اور یوم لاینفع الظالمین معذرتھم۔ (شعراء 227) اس دن گنہگاروں کو ان کا عذر کارآمد ثابت نہ ہوگا۔ شرمندہ نہ ہوئے، اور ظالم وجابر امرا کے زمرے

میں شامل نہ ہو۔

فرض جہاد و جاهدوا فی الله حق جهاده ۔اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔کے حسب اقتضا ادا کرے اور نص قرآنی و اقتلوهم حیث ثقفتموهم. (حج 78) جہاں کہیں انھیں پاؤ قتل کرو، کو اپنا بنیادی اصول بنائے۔شریعت اور دینی احکام کے نفاذ میں جی جان سے کوشش کرے۔امور سیاست کی انجام دہی اور ان کو عملی شکل دینے میں جلد بازی سے کام نہ لے۔غصہ گرمی کے وقت اختیار کی ڈور ظلم و جبر کے ہاتھ میں نہ دے۔فکر کرتے وقت انجام اور آخری عمل پر نظر رکھے۔اہل لغزش کی بکواس اور خرافات کو کہاوت لو لم یکن ذنب لما عرف العفو ۔گناہ کا اگر وجود نہ ہوتا تو عفو و درگزری کے کوئی معنیٰ نہ ہوتے۔کے مطابق دامن عفو میں جگہ دے۔ان کے عذر کو صاحب شرع کے حکم اقبلو ذوی الهیات عثراتهم ۔اہل ہیئت یعنی حاکموں کی لغزشوں کو قبول کرو، کے حسب حکم قبول کریں۔عقل سے مشورہ لیے بغیر جو حاکم عدل اور صحیح تمیز کار ہے، سزا دہی کی طرف مائل نہ ہو۔حجت اور روشن دلیل کے بغیر حکم کو عملی شکل نہ دے۔معمولی سے گمان پر خود کو خالق کے قہر و غضب کا مورد نہ بنائے۔کیونکہ ارشاد ہے:ان الظن لا یغنی من الحق شیئا (نساء 91) ظن و گمان حق کے سامنے کارآمد ثابت نہیں ہوسکتا۔ بیداری یا بیدار مغزی اور تحفظ و احتیاط کی شرط پوری طرح بجا جائے۔ان تمام امور سے جو تمام ابواب شریعت سے ممنوع اور عقل کے نزدیک مردود ہے، اجتناب کرے اور چغل خوروں کی باتوں پر دھیان نہ دے۔

اہل غرض اور مطلبی قسم کے لوگوں کی موافقت سے دامن کشاں رہے۔تہمت لگانے والے اور شکی قسم کے لوگوں پر علی المریب شواهد لا تدفع ۔شکی لوگوں پاس ایسے شواہد ہوتے ہیں جن کو دور نہیں کیا جاسکتا۔کے مطابق اعتماد نہ کرے۔دشمن کی مکر و فریب کی راہ کو کہاوت لیس العدو علی ای حال بمامون ۔دشمن سے کسی حال میں محفوظ نہیں رہ سکتے۔کے مطابق مسدود کردے۔بدخواہوں کو طعن و تشنیع اور زور و قوت حاصل کرنے کا موقع نہ دے۔اہل فسق و فجور کی گوشمالی کرے۔انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہے۔فسادیوں اور بدمعاشوں کی سزا دہی میں راہِ راست اور جادہ شریعت سے تجاوز نہ کرے۔راستے گھاٹ میں

امن وامان کی بحالی کو ملکی نظم ونسق کا تقاضا تصور کرے۔ تاجروں کی رعایت کو، جو دنیا کے قاصد اور مکارم اخلاق کے مبلغ ہیں، لازم سمجھے۔ کسی بھی مستحق شخص کے چہرۂ مطلوب ومقصود کو توقف کے حجاب میں نہ رکھے۔ (یعنی ان کی ضرورتیں پوری کرے) آنے جانے والوں کی ضرورتوں اور خاص وعام کی مہمات کو پورا کرے۔

امیدوں کے میدان میں، جہاں فراخی اور کشادگی کی گنجائش نہیں، ہوتی ہے مراد کی باگ کسی ہوئی رکھے۔ فریادی کے حال پر غور وفکر کرے کیونکہ اس کے پیروکار اخروی آسائش کا حجاب ہوتے ہیں۔ ہوا وہوس کی پیروی سے، جس کا افسوس ناک ثمرہ ندامت وپشیمانی ہوسکتی ہے، پرہیز کرے۔ اس سے پہلے کہ دشمن زمانہ نامۂ دوستی کے عہد پر لات مارے احسان اور نیکی کی طرف متوجہ ہو۔ بھلائی کے کاموں کی ذخیرہ اندوزی میں پوری تندہی سے کام لے۔ نیکوکاری اور کم آزاری کو سرمایہ آخرت اور توشۂ عقبیٰ بنائے۔ غرض تمام حالات میں نظام اجل (موت کے نظام) کے حسن اہتمام کو نظام عاجل (دنیا کے نظام) سے اولیٰ اور بہتر سمجھے۔ کیونکہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے ذکر جمیل کی دستیابی اور نیک نامی کے حصول اپنی ہمت لگائے۔ پسندیدہ رسوم کی ادائیگی اور آثار حمیدہ کی پابندی کو زمانہ کی قابل فخر باتوں میں شمار کرے۔

کول کے مہم سے جب پوری فراغت ہوگئی اور وہاں کے حالات میں خاطر خطیر کی توجہ کی برکت سے، اللہ انھیں آرام وراحت پہنچائے، نظم ونسق قائم ہوگیا تو معمورۂ دہلی کا، جو اس دنیا والوں کا قبلہ اقبال ہے، رخ کیا، میدان خاک کے صحن نے تیز رفتار گھوڑوں کے نعل کی وجہ سے قوس ہلال کی شکل اختیار کرلی۔

خسرو کے رکاب ہمایوں کے وہاں پہنچنے پر دین وسنت اور شرع وملت کی تازگی وطراوت میں اضافہ ہوا۔ دست تائید نے گلزار مملکت سے خار فساد وشرارت کو دور کیا۔ کامگاری کی کلائی اور کشور کشائی کا برہان دنیا کے سلاطین کو دکھایا۔ انصاف ودادگری کے صیقل نے آئینہ دولت سے ظلم وجبر کی گرد اور بیداد کے زنگ کو دور کیا۔ شاہانہ نسیم رافت ورحمت بادلطف کی چلنے کی جگہ سے چلنے لگی۔ عدل وانصاف کی خوشبوئیں دنیا کے اطراف واکناف میں اور دنیا والوں کے مشام دماغ میں پہنچنے لگیں۔ عدل واحسان کے مقامات کا ذکر بنی آدم اور ساکنان جہاں کے کانوں تک پہنچا۔

عدل وانصاف کی اساس کو استوار کرنے کی وجہ سے چرغ (ایک شکاری پرندہ جس کے پنجے بہت مضبوط ہوتے ہیں) کا پنجہ کبک (چکور) کے سینے اور شیر کا پنجہ نیل گائے کی سرین تک پہنچنے سے قاصر رہا۔ عقاب کا شہپر طوطی اور دراج (چکور کی طرح کا پرندہ) کے سر پر تاج اور سائبان ثابت ہوا۔ انصاف کے مبارک ہما پرندے کی بدولت بلند پرواز شاہین نے کبوتر کے حلقہ پرواز میں اپنے پروبال کھولے اور جانباز چکور نے شہباز کے جلاجل (سینہ بند) سے دانے نکال لیے۔

امن وامان کے زیر سایہ خزانہ پاسبان کی حراست سے بے نیاز ہو گیا۔ مویشیوں کے ریوڑ چرواہوں کی نگہداشت سے فارغ ہوئے۔ اندھے لوگ شیر زیاں (دہاڑنے والے شیر) کی صولت وشوکت سے محفوظ رہے۔ ہرن نے دہاڑنے والے ببر شیر کے پڑوس میں اطمینان کا سانس لیا۔ شکار نے تیز پنجوں والے چیتے کی کمیں گاہ میں اپنا مسکن بنایا۔ بھیڑیا نے بکری کے ساتھ ایک ہی گھاٹ میں پانی پیا۔ چمگادڑ نے اپنی گمراہی کی عادت ترک کر دی۔ کیکڑے نے کجروی کی روش تیاگ دی۔ مقناطیس نے جذب آہن (لوہے کو اپنی طرف کھینچنے) کا خیال ترک کیا۔ بجلی نے خس وخاشاک کو زیر تصرف لانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ آفتاب نے بے رحمی کا مہرہ اونکھ کے تار وپود سے ہٹا لیا، یعنی اسے شیریں بنا دیا۔ چاند نے خورشید روشن تاب سے نور کی چوری سے توبہ کر لیا۔ دنیا میں صبح اور مشک کے سوا کسی کا نام چغل خور اور غماز نہیں رہا۔ چور اور چوری کا ذکر جو لوگوں کی زبانوں پر دائر وسائر رہتا ہے ان کی نوک زبان سے خاک میں مل گیا۔

جود وسخاوت کے مذہب اور کرم وعطا کی شریعت میں مسلمانوں کے قرض کی ادائیگی کو فرض عین سمجھا۔ اہل ہنر کی حاجت روائی اور امیدواروں کی امید برآری کی۔ انعام واکرام کے دروازے دنیا والوں پر کھول دیے۔ لطف وعنایت کے بادل سے جود وسخا کی بارش امیدواروں پر کی۔ بجلی کی طرح قہر وغضب اور کینہ وعداوت کا الماس شیطانی گروہوں کے دل میں پیوست کر دیا۔ کرم کے پیاسوں کو احسان کے شیریں پانی سے کل یعمل علیٰ شاکلته (اسرا 84)۔ ہر آدمی اپنے اپنے طریقہ پر چلتا ہے۔ کے مطابق سیراب کیا۔ دشمنان ملک کو خنجر کے پر گوہر چشمہ سے سرخ موت کا مزہ چکھایا۔

☆☆☆

فتح اجمیر کا دوسری بار تذکرہ

589 ہجری کے مہینوں میں مبارک دربار میں، جو قبلہ امانی ومقصد آمال ہے یہ خبر پہنچی کہ اجمیر کے راجہ ہرراج نے بغاوت وسرکشی کا علم بلند کر رکھا ہے، شر وفساد کی آگ، جو اس کے دل اور آنکھ میں روشن تھی، بھڑک رہا ہے، فتنہ وفساد کی راہ جو بند ہو چکی تھی، سدا کے لیے کھول دی ہے۔ سرکشی کے اثرات ظاہر ہونے لگے ہیں۔ انتہائی رسوائی کی وجہ سے ہوا پرستی کی باگ شیطان کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ مدارج سرداری اور معارج بہتری (بادشاہی یا تعلقداری) تک ترقی کرنے کا سودا اور خبط اس کے دماغ میں بس گیا ہے۔ جھوٹی امل اور امید پر جو اس کی عقل کا تاریک حجاب تھا وہ پھولا نہیں سماتا۔

جیتھر، جو اس کی فوج کا پشت پناہ یا سپہ سالار تھا، جلدی جلدی دہلی کے حدود میں داخل ہوا، رعایا اس کے ظلم وفساد میں گرفتار ہوئی، مسلمانوں کی جان ومال اور ان کا خون معرض خطر میں پڑ گیا۔

ان باتوں کا چرچا جب بادشاہ سلامت کے گوش مبارک، اللہ اسے خوشخبریاں سنائے، تک پہنچا، خسرو فیروز جنگ، جس کے آستانے پر سلاطین بندگی بجالاتے ہیں اور جس کے درباری غلام بادشاہی کرتے ہیں، اس حالت کی تلافی وتدارک پر شاہانہ عزم وہمت کے ساتھ کمر بستہ

ہوئے۔ بادشاہ کی جہاں آرارائے، جو روز مشکلات کی نورافزا صبح ہے اور شب مشکلات کی تاریکی دور کرنے والا چراغ ہے، جہاں ستانی کے دروازے کے کھولنے کا ذریعہ اور فتوح عالم کشائی کی چابی ہے، یوں متقاضی ہوئی کہ لشکر منصور کی ایک فوج اس خدمت کے لیے ترتیب دی جائے۔ بقیہ حشم وخدم اطراف ونواحی کے اندر بدنظمی کو دور کرنے اور سرحدوں کی نگرانی کرنے کی غرض سے کمر بستہ رہے اور سب مل کر ملعونوں پر قہر وغضب کے اظہار اور دین ودولت کے دشمنوں کے قلع قمع کرنے پر متوجہ ہوں، اور انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله...... الخ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے...... کے مطابق فرمان شاہی مطاع صادر ہوا۔

خورشید شکوہ علم نے، سدا کامیابی سے ہمکنار رہے، آسمان کی طرف سر اٹھایا، مبارک شاہی سواری شہاب ثاقب کی عدد اور بادلوں کے قطروں سے زیادہ تعداد سپاہ لے ساتھ اجمیر کو آزاد کرنے کے لیے ایسے موسم میں روانہ ہوئی جبکہ موسم گرما کی حرارت تلوار کی دھار کی طرح تیز تھی، آفتاب کی تمازت سے بہادروں کے جسم میں جوشن یعنی آہنی لباس جل رہے تھے، جنگجو سورما زرہ اور خفتان کے درمیان جل بھن رہے تھے، تلوار نیام کے اندر موم کی طرح پگھل رہی تھی، گوہر خنجر کے سرے پر چنگاری کی طرح چمک رہا تھا، پیکان اور بھالے کی نوک پگھلے ہوئے عقیق پتھر کی طرح گرم ہورہی تھی، ستارے اونچے ایوانوں کی چھت پر جل رہے تھے۔ گرم ہوا کی حرارت نے عرصہ خاک کو مرکز آتش میں بدل دیا تھا اور جہنم کی یاد تازہ کرارہی تھی۔ گویا فضا کی گرمی اور تمازت نے کرہ زمین کو آگ کی بھٹی میں تبدیل کردیا تھا اور موسم گرما کی حرارت کی وجہ سے جہنم کی چنگاری محسوس ہورہی تھی۔

خسرو غازی نے جس کی آتشبار تلوار اور تیز رفتار سواری آسمان اور آفتاب کی طرح بیقرار ہے، لشکر منصور کی ایک جماعت کے ساتھ تاخت وتاراج کرنے کا ایسے وقت میں عزم کیا جبکہ ظالم دشمنوں نے آسمان کے صحن کو تارکول سے آلودہ کردیا تھا، سیاہ زنگ یعنی کلوٹی فوج نے عرصہ گیتی پر غلبہ کر رکھا تھا، آسمان کا روشن علم اور چھتری بندھی ہوئی تھی، مشکیں رنگ کی سیاہ چادر فضا پر پھیلی ہوئی تھی۔ فضائے عالم انقاس (؟) رنگ کے کپڑے میں چھپی تھی۔ مینائے چرخ کا حدیقہ

تیرگی کی وجہ سے تارکول کے دریا کی طرح لگ رہا تھا۔ نیلا دائرہ یعنی آسمان سیارات وثوابت ستاروں سے خالی ہو گیا تھا۔ رات کے شب رنگ کوے نے صحن زمین کو قوادم اور خوافی (بڑے اور چھوٹے پروں) سے ڈھک دیا تھا۔ اس کے شب رنگ شہاب سیر نے رات کو ہوا کی طرح بساط خاک پر لکھنا شروع کیا۔ راستہ طے کرنے میں تیز قوت فہم اس کی ہمراہی سے عاجز ہو گئی۔ تیز رفتار چرخ کا قاصد اس کے سواریوں کی تیزی میں اپنی قوت واہمہ کی بدولت بھی برابری نہ کر سکا۔ دو اسپہ یعنی دو گھوڑے والے بگھی کا شہسوار اس کے خوش خرام گھوڑے کی گرد میں شگاف نہ ڈال سکا۔ اس کے کھر اور کان کے صدمہ یعنی چوٹ سے پشت ماہی اور چہرہ ماہ کو اذیت پہنچتی تھی۔ اس کے آتش انگیز نعل کے زخم سے صحن خاک آبگیر یا تالاب کی سطح کی طرح ہو جاتا تھا جو ہوا کی وجہ سے زرہ کی شکل اختیا کر لیتا تھا۔ اس کے صخرہ فرسا (سخت پتھر کو پھاڑ دینے والے) میخ کے انجم کی چنگاریوں سے فضا کا چہرہ زہرہ اور پروین سے معمور ہو جاتا تھا۔

جیتھر (یا چھتر) کو جب شاہی عزیمت پر عمل درآمد کی خبر ہوئی اور منصور فوج کے علم کے پہنچنے کی شہرت کان میں پہنچی تو سوچ بچار کی تنگی میں پڑ گیا اور اس کے صحن سینہ پر غم کی فوج آدھمکی۔ ثابت قدمی کا خیال جواب قابل دفع نہ تھا، اس کے ساحت ضمیر پر جاگزیں نہ ہو سکا۔ انتہائی تنگی اور ضیق کی وجہ سے سانس اس کے حلق میں شعلہ آتش ثابت ہوئی۔ انتہائی خوف ودہشت کی وجہ سے اس کے جسم پر آنکھ وکان تیر اور کانٹے سے بھی تکلیف دہ ثابت ہوئے۔ آئینہ دل غبار خطر وزنگ کا مستقر ہونے کی وجہ سے تاریک وسیاہ نظر آیا۔ رہائی کا راستہ کمینے کے سینے سے زیادہ تنگ نظر آیا۔ اپنی اوپری رائے سے بغیر سوچے سمجھے یہ جان لیا کہ میدان جنگ میں مقابلے کی تاب اس کے اندر نہیں ہے۔ اور شیران کارزاری یعنی میدان جنگ کے سورماؤں کے ساتھ روباہ بازی اور حیلہ سازی کی تکنیک کار آمد ثابت نہیں ہوگی۔ فوراً ہی جنگی امور کی ترتیب وتنظیم کے بغیر ہی گھوڑے کے زین اور پٹے کو کسا، اور ہوا کی طرح خاک پیمائی شروع کر دی۔ اس کا گمان تھا کہ رابطہ قہر سے گریز اور فرار کر کے نجات حاصل ہو جائے گی۔ بلاؤں کی قید اور شکنجے سے باہر نکل آئے گا۔ ہلاکت کی دریا میں ڈوبنے سے بچ کر ساحل سلامت پر پہنچ جائے گا اور خسرو جہانگیر کی جان لیوا تلوار سے صاف بچ نکلے گا۔

اس لیے وہاں سے چل کر کچھوے کی طرح اپنا سر مضبوط قلعہ میں ڈھک لیا۔ قلعہ کی چہار دیواری کو اپنی پناہ گاہ بنایا۔ مکھی کی طرح عنکبوت بلا کے جال میں پھنس گیا۔ ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے ہی لعاب دہن کو اپنا کفن بنایا۔ کنجشک یعنی چھوٹی چڑیا کی طرح پنجرہ عنا کا قیدی اور دام بلا میں گرفتار ہوا۔ کبوتر کی طرح اضطراب والتہاب کے دام میں پھنس گیا۔ اس کے بعد ذلیل ہو کر نصرت کی ہمسفری میں روانہ ہوا۔

افق جلال کا خورشید فراز علم جب صحرائے اجمیر پر ایسی فوج کے ساتھ طلوع ہوا جس کے اندر آسمان جیسی توانائی اور دریا جیسی روانی تھی۔

بہ شمشیر از بیشہ شیر آورند

بہ پیکان مہ از چرخ زیر آورند

تلوار کے ذریعہ جنگل سے شیر کو باہر نکالتے ہیں، اور پیکان کے ذریعہ آسمان سے چاند کو اتار لاتے ہیں۔

ہر راج، جو جانبازی کو حمیت وغیرت کی وجہ سے دل بازی تصور کرتا تھا، جب قتال کی صف میں پوری فوج کے ساتھ ہتھیار سے لیس ہو کر داخل ہوا تو قوت واہمہ کی شمار کرنے والی صلاحیت بھی اس کے شمار کرنے سے عاجز رہ گئی اور عبارت کی کمر بند اس محیط (سمندر) کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکی۔ عنقا کی توانائی کی طرح جوش اور خفتان یعنی جنگی لباس کو کوہ قاف کے پیچھے چھپائے تھا۔ اور کبوتر کی طرح تازہ دل میں دامن زرہ کو دامن فخر واعزاز میں پھیلا دیا۔ جنگجو مرغ کی طرح تاج کی جگہ آہنی خود پہن رکھا تھا۔ خوش آواز بلبل کی طرح چنگ باجا اور اغانی کے سماع پر تیغ وخنجر کو ترجیح دے رکھی تھی۔ شجاعت وبسالت کے موقع پر مردانگی کے آثار دکھا رہا تھا۔ لاف زنی اور چاپلوسی کے راستے جرات وجسارت کا اظہار کر رہا تھا۔ خونخوار بھالے کے سامنے حلاوت وشیرینی کا ڈھال کر دیتا۔ انتہائی خوف ودہشت کے ساتھ شجاعت وبہادری کی تلوار چلاتا، جنگ وجدل کے میدان میں خطرناک گھوڑے دوڑاتا۔ استبداد کی باگ ڈور تیز رفتار گھوڑے کے حوالے کرتا۔ ہلاکت کے بھنور میں گمراہی کا علم لہراتا اور اضطراب کے مقام میں جنگ کی آگ بھڑکاتا۔

اسلامی فوج نے اپنی باگ ابر و باد کے حوالے کر دی۔ ہر ایک فوجی غضب کی تلوار اور دہاڑنے والے شیر کی طرح قلعہ کے گرد اکٹھا ہوا۔ دائیں بائیں سے آندھی کی طرح زبردست حملہ

کر دیا۔ نقارے کی آواز اور کرنا یعنی بگل کی صدا سے دنیا کی فضا گونج اٹھی۔ تیز رفتار گھوڑوں کے نعل کی ٹھوکر سے خاک کا چہرہ ہلال چاند کی طرح ہو گیا۔ آسمان پر سواروں کی گرد وغبار سے سیاہ بادل کا قبہ بن گیا۔ خشم وغضب اور کینہ وعداوت کی وجہ سے شیر شکار بہادروں کے چہرے دیدہ شیر کے ہم رنگ ہو گئے۔ میدان کارزار کی گرد وغبار سے جان نثار بہادروں کے حلق میں زہر مار کا مزہ پیدا ہو گیا۔ گرد وغبار کا دھواں اور خون کی سرخی سے شب ادہم (سیاہ گھوڑے) کی توانائی ادہم شب کمیت (سرخ گھوڑے جس کی گردن اور دم کے بال سیاہ ہوں) کی طرح ہو گئی۔ فضا کے چہرے اور صحن زمین نے سرمئی نقاب اور عنابی فرش حاصل کر لیا۔

موت کے کوہ گداز یعنی پہاڑ کو پگھلا دینے والے تیر کے خوف سے انھوں نے پتھر کی طرح دروازے کی طرف پشت کر لی، دل کو سی ڈالنے والے بیلک تیر (بیل کی طرح کے دوشاخہ تیر) کے زخم سے جنگجوؤں کا جسم پشت خار (ایک جانور جس کی پشت کانٹے دار ہوتی ہے) کی طرح کانٹوں سے بھرا پیکان ہو گیا۔ چٹان میں شگاف ڈالنے والا تیر بادامی شکل کی آنکھ میں اس طرح تہ نشیں ہو گیا جس طرح پستہ میں مغز پستہ ہوتا ہے۔ اژدہے کی شکل کا چھوٹا نیزہ سرداروں اور گردنکشوں کے سرتن سے جدا کر رہا تھا۔ نوک سنان جوشن اور زرہ کی کڑیوں میں شہاب کی طرح آگ روشن کر رہی تھی) آبدار تلوار کی چمک سے مقابلے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ آتشبار خنجر کی بجلی سے مردان جنگ کے سینے چنگاری کی طرح چمک رہے تھے۔ دلیروں اور بہادروں کے جسم میں زرہ آگ کی بھٹی کی طرح تپ رہے تھے۔ سرداروں کے دماغ اس طرح پگھل رہے تھے جس طرح چاندی خس وخاشاک کی آگ میں پگھلتی ہے۔ وار کرنے میں نیزہ اور تلوار کے قد میں کجی آ گئی تھی۔ اسلحے کی جھنکار اور نشتر کی آواز سے زرہ پوشوں اور جوشن پوشوں کے کان میں موت کی صدا پہنچ رہی تھی۔ جان لیوا تلوار کی بجلی کی مسکراہٹ سے معرکۂ کارزار کی فضا مرگبار ہو گئی، اور جان لیوا خنجر کی گریہ سے فتح وظفر کی صبح مسکرانے لگی۔

دست اجل نے اہل کے گریبان تھام لیے اور بقا وفنا تار و پود کی طرح باہم مربوط ہو گئے۔ کشتوں کی جان جسم سے نکل کر بھاپ کی طرح پستی سے بلندی پر پہنچ گئی اور خاک کی پستی سے اڑ کر ہوا اور آگ کی طرح اپنے اصلی مرکز پر براجمان ہوئی۔ اس آبی رنگ کے قفس یعنی آسمان

کے نیچے مرغ روح کی پرواز سے عالم ارواح وجود میں آیا۔ جان لیوا تلوار اور سر قلم کرنے والے نیزہ کی وجہ سے بے سر کے دھڑ خون کی موجوں کے درمیان اس طرح تیرنے لگے جس طرح مچھلی پانی میں تیرتی ہے۔ ہندوستان کے سورماؤں کا بستر خار و خاشاک اور تکیہ سنگ و خشت ہوگئی۔

ہرّاج نے، خسروی غیظ و غضب کی آگ کے بھڑکنے سے، جو آب کوثر کو آگ کی طبیعت فراہم کرتا ہے اور جس کے قہر کی باد سموم مرکز خاک کو کرہ افلاک کی طرح بیقرار کرتی ہے، خود کو اشکبار آنکھوں اور آتشبار دل کے ساتھ آتش سوزاں کے حوالے کر دیا اور خرمن زندگی کو راکھ کے ڈھیر کی طرح آندھی کے سپرد کر دیا۔ شجرہ زندگی کے برگ و بار کو بلا و مصیبت کی آگ میں نذر آتش کر دیا۔ فنا کے سیلاب سے بقا کی جھونپڑی ویران کر دی۔ اجل کی تیز و تند ہوا سے زندگی کے تناور درخت کو جو سرزمین کفر میں پروان چڑھا تھا اور جس کی جڑیں شرک کے پانی سے سیراب ہوئی تھیں، چنگاری کی طرح گرا دیا۔

وہ عاجز آدمی ملک رانی کی ہوس کی باد پیائی میں اپنی آبرو اگر واؤں پر نہ لگاتا اور خام طبعی کی آگ پر:

جز خاک بہ سر نے و جز باد بدست

سر پر خاک کے سوا اور ہاتھ میں ہوا کے سوا کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ کے مطابق سودا اور جنون کے دیگ پکاتا، اور اس سے پہلے کہ وجود گوہر کی شکل اختیار کرتا اور جان کو مہالک کے بھنور میں مالک کے سپرد کرتا خسرو کے بادپا اور آتش گہر گھوڑے کے سامنے خاک میں اس طرح لوٹ پلٹ کرتا جس طرح پانی خاک میں ہوتا ہے تو مثال کے طور پر اگر ساری دنیا میں سیلاب آجاتا یا آگ لگ جاتی واقعات کی آندھی کے آسیب سے حوادث کی گرد اس کے دامن تک نہ پہنچتی۔

حکومت کے فوجی، اس مضبوط قلعے کے اوپر، کہ کسی تماشائی کی آنکھ نے اس جیسا قلعہ نہیں دیکھا تھا جو اپنی انتہائی استواری کی وجہ سے سد سکندری کی آبرو تھا اور جو کمال بلندی کی وجہ سے اپنا ہاتھ کمر میں ڈال کر سپہر اخضر یعنی سبز آسمان کے پیکر تک پہنچ گیا تھا، مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے، حصار کی دیوار کے سرے پر جس کے کنگورے کی بلندی ثریا کی چوٹی سے بھی اونچی تھی اور جس کے خندق کی پستی تحت الثریٰ کی گہرائی سے بھی نیچی تھی، آسانی سے چڑھ گئے، اور فتح کا جھنڈا

عیوق ستارہ تک لہرانے لگے۔ آفتاب پیروزی نے اپنا سایہ دولت قاہرہ کے صفحات پر ڈالا اور اختر ظفر کے انوار صفحہ خنجر کے گوہر پر، جو سدا چمکتا رہے، ظاہر ہوا۔

ایسا مضبوط اور مستحکم قلعہ، جس کا شمار ہندوستان کے مشہور ترین قلعوں میں ہوتا ہے، اس وقت سے جب کہ دن کے لشکر کے ہراول دستہ نے سپیدہ دم تلوار تاریک رات کے غلاف سے باہر نکالا۔ زنگی فوج کے طلایہ دستہ نے (فوج کی وہ ٹکڑی جو فوج سے پہلے دشمن کی نقل وحرکت معلوم کرنے کے لیے آگے جاتی ہے) کرہ خاک کے چہرے پر شکست کو پیٹھ دی یعنی ہار گئی۔ اس وقت تک جبکہ خورشید عالم آرا کا زریں ڈھال سیمگوں آسمان کے صحن پر نصب ہوا۔ اور اس کی لعل پیکر چھتری اس زبرجدیں قبہ اور زنگاری خیمے پر پوری طرح جاگزیں ہوگئی، کوئی آدمی اس میں ایسا باقی نہ رہا جس کا آرام زوال کے وقت تک زوال کا شکار نہ ہوا ہو، مفتوح ہوا۔

فضل الٰہی کی مدد سے توتی الملک من تشاء ۔ جسے چاہے بادشاہت عطا کرے، کے مطابق خزانے کے دروازے کھل گئے۔ خدائی قدرت اور آسمانی تائید کی عنایتیں اس حکومت پر رہیں۔ ہندوستان کے حل وعقد کی باگ ڈور خشکی وتری ہر جگہ اس کے ہاتھ لگی اور حدیث رویت لـی الارض...... الخ ۔ زمین مجھے دکھائی گئی۔ کا معجزہ کی صداقت پوری طرح واضح ہوگئی۔ ملک کے اطراف ونواحی نور گستر علم کے ذریعہ رونق پذیر ہوئے۔ سلیمان جاہ بادشاہ کی شان وشکوہ کی بدولت دنیا میں عہد سکندری کی یاد تازہ ہوگئی۔ بادشاہی تخت اور اس کے چاروں پائے بادشاہ سلامت کی مبارک ومسعود ذات کی بدولت از سر نو سج دھج گئے۔

ریاست اجمیر کو عہد قدیم کا اشراق اور ایام گذشتہ کے محاسن دوبارہ نصیب ہوئے، اس علاقے کے حالات جو اصلی ڈگر سے پوری طرح ہٹ گئے تھے معمول پر لوٹ آئے۔ وہاں کے نظم ونسق سے متعلق امور مرور زمانہ کے ساتھ مزید سدھرے اور پر رونق ہوتے گئے۔ لوگوں کے دھندے اور پیشے از سر نو معمول پر آگئے۔ دین ودولت کے مصالح اور مہمات میں پائیداری آئی۔ ملک وملت کے حل وعقد سے متعلق امور میں حسب خواہ نظم وترتیب پیدا ہوئی۔ اسلام کے شرعی احکام اور شعائر پوری طرح عملی شکل اختیار کر گئے۔ دین وسنت کی روایتیں جو ویران ہو چکی تھیں، منور ومعمور ہوئیں۔ فساد وعناد کی راہ اور اس کے دروازے جو کھلے تھے، بند ہو گئے۔

ضلالت وگمراہی کے علم سرنگوں ہوئے، بغاوت وسرکشی کی شاخ شجر مملکت سے ٹوٹ کر رہ گئی۔ حقیقة الظلم قاطع الحیات ومانع النبات ۔ ظلم کی حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو زندگی سے محروم کر دیتا ہے اور نشو ونما کو روکتا ہے۔ کی کہاوت میں کوئی شبہ نہ رہا۔ کفر وشرک کے مواد ختم ہوئے۔ بدعت وبت پرستی کی اساس مکمل طور سے جڑ سے اکھڑ گئی۔ فسق وفجور کے اثرات ناپید ہوئے۔ جہاں جہاں اصنام کی آلودگی تھی ان مقامات کی منبر ومصحف سے آرائش ہوئی۔ اہل فتنہ وفساد کا مسکن ارباب زہد وتقویٰ کی امن گاہ میں بدل گیا۔ موذنوں کی آواز اور قاریوں کی قرأت سے آسمانی فضا گونج اٹھی۔ شاہانہ عنایت وحمایت کے زیر سایہ کبوتر کی ہواداری کے خطے میں باز بھی پرواز کرنے لگا، شاہانہ ہیبت وسیاست کی بدولت فتنہ کا سیمرغ کوہ قاف کے پیچھے گوشہ نشین ہو گیا۔ شیر نے الو کی طرح آبادی سے ویرانے کا رخ کیا اور امن ومان کے حریم میں داخل ہوا۔ بھیڑیا کے خوف سے چرواہے اپنے ریوڑ کو آنکھ سے اوجھل سبزہ زار میں نہیں لے گئے۔ راستے گھاٹ چوروں اور فسادیوں کے خطرے سے خالی ہو گئے اور ڈاکوؤں اور سرکشوں کی آفت سے محفوظ ہو گئے۔ رعایا اور کمزور لوگوں نے بلا ومصیبت اور عنا ومشقت کی قید سے رہائی پائی۔ نور عدل کی تجلی سے تاریکی کا زنگ صفحہ روزگار سے مٹ گیا۔ ظلم وجبر کی بنیادیں پوری طرح منہدم ہو گئیں۔

خلل وبدنظمی کی گرد امانی وامال کے چہرے سے اڑ گئی، مسلمانوں، ذمیوں، رعایا اور فوجوں کے مقاصد پورے ہوئے۔ آنے جانے والوں اور موحد (خدا کو ایک ماننے والے) معاہد (صلح صفائی کرنے والے) کے مطالب کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ نیکی وبھلائی کے دروازے دور ونزدیک اور ترک وتاجیک سب پر کھلے، فراغت وخوشحالی اور سکون چین کے اسباب مہیا ہوئے۔ خورشید عاطفت کے پرتو میں فقر وناداری کی تاریک رات دنیا سے رخصت ہوئی۔ شاہانہ جود وکرم کے بادل کے فیض سے محرومی کی خشک سالی کی فوج نے عرصہ ممالک سے شکست کھائی۔ چشمۂ نوال وبخشش سے عدل وانصاف اور فضل وکرم کا شیریں پانی خاص وعام سب آدمی کے حلق میں پہنچا اور مکمل خسروانہ انعامات واحسانات نے دنیا والوں کے حسن وجمال میں اضافہ کیا۔

ارباب علم، جن کو آستانہ نبویؐ سے العلماء امناء الله علىٰ خلقه ۔ علماء اللہ کی مخلوق کے بارے میں اس کے امین ہیں۔ کی تعریف اور ان کے فخر واعزاز کی آتش پر علماء امتی

کانبیاء بنی اسرائیل۔میری امت کے علما اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔کی نقش کشی کی۔ شاہانہ اکرام وانعام سے وہ پوری طرح بہرہ ور ہوئے،اور فاخرانہ صلے اور قیمتی ہیرے جواہرات سے نوازے گئے۔

دولت قاہرہ کی محبت تمام فرماں بردار و نافرمان اور قریب وبعید لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوگئی۔حاضر اور غائب لوگوں کی زبان بادشاہ سلامت کے عہد کی حمد وستائش کی اشاعت اور دعا کے ذکر سے آراستہ ہوئی۔باغی سرداروں نے دنیا جہاں سے آکر جہاں پناہ کی درگاہ کا رخ کرنا شروع کیا۔سرداروں کی گردنیں بہ رضا ورغبت لگاتار اس کے آگے جھکنے لگیں۔بادشاہ کی لشکر گاہ راجاؤں،تعلقہ داروں اور زمین داروں کے اژدہام کی وجہ سے تنگ ہوگئی۔آسمان پایہ بارگاہ کی زمین ہندوستان کے سورماؤں اور ناموروں کی جبیں سائی سے گھس گئی۔ اطراف ونواحی کے بادشاہوں اور راجاؤں نے غلاموں کی طرح اطاعت کی چادر کاندھوں پر ڈالی اور فرمانبرداری کا حلقہ کان میں پہنا اور اس کے حکم کی بجا آوری میں غلاموں کی طرح چاکری پر کمر بستہ ہوئے۔

ہر ایک درباری نے اپنے اپنے حسن بندگی کے مطابق انواع واقسام کی عنایتوں کا مشاہدہ کیا،پسندیدہ خدمات کے درخت سے نفیس نعمت کا پھل پایا۔ملوکانہ فضل وکرم اور خسروانہ مراحم سے بہت زیادہ بہرہ مند ہوا۔شاہانہ انعام واکرام کے زیر سایہ اس کی مشقت سے بھری شام،کامرانی کی صبح میں بدل گئی۔

خسرو پیروز جنگ جدھر کا رخ کرتا میدان جنگ میں تلوار کو چلانے کی نوبت آنے سے پہلے ہی فتح ونصرت کی آواز مشام دماغ تک پہنچتی۔جہاں کشائی کی باگ ڈور جدھر موڑتا معرکۂ کارزار میں داخل ہونے کی نوبت آئے بغیر ہی امیدوں اور آرزوؤں کی تکمیل کی خوشبو محسوس ہونے لگتی۔انواع واقسام کی سعادت وکرامت مبارک عزائم کی تکمیل میں معاون ثابت ہوئی۔ طرح طرح کی کامرانی مبارک علم کے زیر سایہ ہاتھ آئی۔ایسی اہم فتوحات بھی ہاتھ لگیں جو کسی مخلوق کے دل میں اس کا تصور تک نہیں ابھرا اور نہ آسمان کے آبی رنگ کے طشت میں اس کی شہرت کی صدا بیان کرنے کی توانائی تھی۔روزانہ ایک نئے خطے اور تازہ علاقے کا اسلامی قلمرو میں اضافہ ہوتا۔مضبوط قلعے اور حصار زیر نگیں ہوتے۔اکثر ریاستوں کی باگ ڈور بادشاہ سلامت کے قبضہ

اقتدار وتصرف میں آئی۔اس کی جنگوں اورفتوحات کا چرچا اطراف عالم میں لگا تار پہنچنے لگا۔شہر یاری کے مفاخر یعنی قابل فخر باتوں کی شہرت دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل گئی۔بادشاہی مآثر کے آثار ایام ولیالی کے صفحات پر سدا کے لیے ثبت ہو گئے۔دواوین کے سینے اور دفاتر کے شکم شاہی مقامات کے محاسن کے پایہ ثبوت تک پہنچنے کی وجہ سے پر رونق ہوئے۔بلندیوں کے رجسٹر اور عزت وشرافت کے روزنامچوں کو زیب وزینت حاصل ہوئی۔عہد فرمان دہی وجہاں داری کی فضیلت و برتری عہود گذشتہ پر پوری طرح نمایاں ہوئی۔

بڑے بڑے جلیل القدر اور اہم امور کو نمٹا کر جب خاطر عاطر فارغ ہوا،ملکی مہمات اور مصالح کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور قلمرو کے گوشہ وکنار اور راستے گھاٹ مامون ومحفوظ ہو گئے تو جہاں کشائی کی باگ اس نے دہلی کی طرف موڑ دی جو عزت واقبال کا دولت خانہ ہے۔راہ فرسا یعنی راستے کو تھکا دینے والا مظفر ومنصور علم اس معمورہ جلال اور محروسہ افضال میں پہنچا اور مبارک علم کے ظہور کی وجہ سے عوام الناس جہنم کے نچلے درجے سے نکل کر نعیم جنت کے اعلیٰ درجے پر پہنچے اور عدل وانصاف کے باغ میں پاک وصاف اور خوش منظر جگہ پائی۔

☆☆☆

قلعۂ تھنکر کی فتح کا ذکر

ابلق ایام (زمانے کے چتکبرے گھوڑے) نے خاکی میدان میں کئی دفعہ دوڑ لگائی، دست آسمان نے شب وروز کے ہاتھوں کرہ ارض کی راہ پیمائی کی، بادشاہ کی دولت آرائے رائے، جو ابتدائے احوال میں اواخر اعمال یعنی نتیجے پر نظر رکھتی ہے اور ابتدائے فکر میں خاتمہ کے حساب یعنی انجام کا خیال رکھتی ہے، کلمہ حق کو بلند کرنے اور فرض جہاد کو ادا کرنے میں مصروف ہوئی، جہاں کشائی کی عزیمت آتش شرک کو بجھانے اور اساس بدعت وبت پرستی کو ڈھانے پر متوجہ ہوئی۔ فوجیں اور حشم وخدم کے مختلف طبقے مبارک علم کے زیر سایہ اکٹھے ہوئے۔ حکومت کے علم اٹھائے گئے اور نصرت وفتح کی تلوار ہاتھ میں لے کر میدان جنگ کا رخ کیا۔

مبارک روانگی کے دوران اعلیٰ درجے کی سواریوں کے پہنچنے کی خبر تواتر کے ساتھ پہنچتی رہی۔ اس خوش خبری کو پا کر جو سعادت کی دلیل تھی خوشی ومسرت کی ایک لہر دوڑ گئی، اور اس میں اضافہ ہوا۔ سرور ونشاط کا عہد از سر نو تازہ ہوا، آرزوؤں اور ارمانوں کا پودا حصول مراد کی کلیوں کی بدولت از سر نو ہرا بھرا ہوا۔ امانی کا درخت حصول مقصود سے بارآور ہوا۔

اس خبر کی شہرت سن کر اختر ستارہ آسمان اخضر پر رقص کرنے لگا، مطرب زہرہ نے سعد اکبر کے ساتھ مل کر خوشگوار شراب کے جام چڑھائے۔ حق کے انصار ومددگار کی توانائی کشور کشائی

اور عدو بندی میں دو چند ہوگئی۔ مخالفان دین کو پسپا کرنے میں اقتدار وخوش بختی کے اسباب ہزاروں کی عددتک پہنچ گئے۔
خسرو کے صدق اخلاص اور انتہائی خصوصیت کے سہارے ہانسی تک اس کی آؤ بھگت ہوتی رہی۔ اس نے بادشاہ سلامت کی اطاعت گذاری اور اس کے اوامر کی بجا آوری کا فرض ادا کیا جو خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری کے برابر ہے۔ سریر اعظم یعنی شاہی تخت کے سامنے، اللہ اس کے پائے کو بلند کرے، رخسار خاک کا بوسہ لیا۔ دست بوسی کی سعادت اور نوازشوں کی کرامت سے مشرف ہوا۔ مزید تقرب اور لطف وعنایت کی بدولت دنیا کے دیگر ملوک وسلاطین میں اسے امتیاز حاصل ہوا۔ شاہانہ عنایتوں سے بہت زیادہ بہرہ مند ہوا۔ مخصوص خلعت، گھوڑے اور اسلحے کی شکل میں گراں قدر صلے اور بیکراں عطیے اسے ملے۔ بادشاہ سلامت کے احسان واکرام کے ذکر سے زبان شکر آراستہ ہوئی۔ انواع واقسام کے شاہانہ انعام واکرام کے بیان میں اپنی کوتاہ علمی کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

شدست پیش تو پشتم دوتا نہ از پیری
از آنکہ ہست برو بار منت و انعام
ور زانکہ بندہ ہمہ اعضا زبان شود
ہم شکر نعمت نہ تواند تمام کرد

آپ کی پیشگاہ میں میری پشت دوہری ہوگئی لیکن پیری کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ اس پر آپ کے احسانات کا بوجھ ہے۔
خاکسار کے سارے اعضاء بھی اگر زبان کی خصوصیت حاصل کرلیں تو بھی آپ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔

اس (خسرو) کے بے انتہا ستودہ خدمات میں شاہانہ حسن اعتقاد اور خلوص کا سلسلہ روز بہ روز بڑھتا گیا۔ اس کے مشہور مقام ومرتبے اور مساعی جمیلہ کو قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اخلاص کے درخت سے خصوصی توجہ کا پھل اسے خوشگوار تر نظر آنے لگا۔ منظور نظر اور مقبول طبع ہونے میں اس کا درجہ بڑھتا گیا اور لطف وعنایت کے آثار اور آفتاب عاطفت

کے انوار اس کے چہرہ آمال اور صفحہ احوال پر نمایاں ہونے لگے۔

592 ہجری کے مہینوں میں کامرانی کی باگ خوش نصیبی کے زیر سایہ تھنکر کی طرف موڑ دی۔ ہما پرندہ صفت مبارک علم نے اقبال کے بازو دنیا اور دنیا والوں پر پھیلا دیے۔ فضا کے چہرے کو جنگلی مرغ، طاؤس کے پر اور چکور اور مرغ کی آنکھ کی طرح آراستہ کر دیا۔ آفتاب پیکر چھتری کے باز نے کامیابی و کامرانی کے بازو پھیلائے اور شہپر کا سایہ چرخ اخضر کے نسرین پر کر دیا۔

عروج و اقبال کے گھنے سایہ تلے جب وہ تھنکر کے حدود میں پہنچا اور مرکز کفر و ضلالت میں شاہی عز و جلال کا خیمہ نصب ہوا۔ شاہی بڑے خیمے کی طنابیں عیوق یعنی روشن ستارے تک پہنچ گئیں۔ انواع و اقسام کے خیموں کی بدولت اس علاقے میں سیکڑوں آسمان وجود میں آ گئے۔ شاہی غلام شاہین حرکت (شاہین جیسی رفتار والے) اور عقاب صولت (عقاب جیسے دبدبے والے) سواریوں پر سوار ہوئے۔ قلعہ کے گرد آہنی پہاڑ کی طرح گھیرابندی کی۔ اس کے گرد و پیش اس طرح صف آرائی کی کہ ہوا بھی بہ مشکل اس کے بیچ سے گزر سکتی تھی۔ اس پر شکوہ قلعہ کے اطراف و نواحی سے، جن کی بنیادیں مضبوطی میں سد سکندری کے برابر بلکہ اس سے بھی بڑھ کر لاف زنی کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اور اس کی برجوں کی بلندی اتنی ہی ہے کہ وہ آسمانی برجوں کو بھی پار کر گئی ہیں۔ اس کے خندق کی گہرائی جو مچھلی کی پشت تک پہنچی ہوئی ہے، بحر محیط کی گہرائی کی یاد تازہ کراتی ہے۔ اس کے کنگورے کے سرے سماک (دو روشن ستاروں کے نام) کے چہرے پر پہنچ کر فلک اعظم کی چوٹی کی نشاندہی کرتے ہیں، آندھی کی طرح زبردست حملے کرتے۔

معرکۂ کارزار کی گہما گہمی کی وجہ سے سر پر آہنی ٹوپی اور جسم میں زرہ تپنے لگے، مقابلے کی آگ کی وجہ سے حلق سے سانس کی جگہ آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ موت کے عقاب نے معرکۂ کارزار کی فضا میں پرواز کرنا شروع کر دیا۔ شاہین اجل نے قہر کے پنجے سے جنگجوؤں کی روحیں اچکنی شروع کر دیں۔ خنجر کے بادل جنگجوؤں کی زندگی پر جامہ مل (شراب کے مروارید موتی) کی طرح برسنے لگے تھے۔ تلوار کی بجلی دلیروں کی جان پر ساغر کی طرح قہقہے لگانے لگی۔ اس کا خون آلود صفحہ غبار کے تارکول جیسی ٹوپی سے یوں چمک رہا تھا جیسے بادل کے درمیان آفتاب چمکتا

رہا ہے۔ اس کا لعل فام پیکر گردغبار کے تاریک سائے میں اس طرح چمک رہا تھا جس طرح دھواں کے درمیان آگ چمکتی ہے۔

بہرام کے بہلہ یعنی چرمی دستانے اور کیوان کے زخم کے خوف سے موسیقار زہرہ کے جسم میں خون جوش مارنے لگا اور پتہ پانی ہونے لگا۔ آبدار و آتشبار جنگی اسلحوں کے خوف سے آب و آتش نے پتھر اور لوہے کے دل میں اپنا مسکن بنالیا۔ خطی رمح (خط کی طرح سیدھا نیزہ) تمام جسموں کے کینہ وعداوت کا کمر بستہ ہوگیا اور سواروں کے ہاتھ میں دہاڑنے والے اژدہے کی طرح پیچ وتاب کھانے لگا۔ بھالے کا الماس (ہیرے جیسی سخت نوک والے بھالے) جس کے سامنے زرہ بھی مکڑی کے جال کی طرح کمزور اور بے بنیاد معلوم ہوتا تھا، پتھر کے دل میں سراخ کیے دے رہا تھا۔ جگر دوز تیر کی طرح جنگجوؤں کے سر پر آہنی خود کو سے ڈال رہا تھا یا تیروں کی بارش کر رہا تھا، اور جس طرح حریر و پرنیاں یعنی ریشمی لباس میں سوئی آر پار ہو جاتی ہے اسی طرح آہنی ٹوپی اور خفتان کے آر پار ہو رہا تھا، برق اور صاعقہ کی طرح جوشن کی کڑیوں سے گذرتا تھا۔ ڈھال کا چہرہ پشت پر یزن (چھلنی کی پشت) کی طرح چشمہ اور روزن سے بھر رہا تھا اور دشمنوں کی آنکھ کی پلک میں پیکان کے کانٹے سے زیادہ گذر رہا تھا۔

ایک گھنٹے کے اندر اس مضبوط قلعے کی چہار دیواری، جس کا نشیب وفراز تحت الثریٰ اور ثریا تک پہنچا ہوا تھا اور جس کا پایان خندق اور سر کنگورہ مچھلی اور چاند سے جڑا ہوا تھا، اس کے فتح نامے کو دیدہ بان یعنی چوکیدار نے دیکھا اور نہ طلایہ خیال یعنی خیال کے مقدمۃ الجیش نے نہ خواب میں اور نہ بیداری میں دیکھا اور نہ وزیر ہوش اور برید گوش نے کسی وقت زبان کے ترجمان سے سنا، انتہائی نقب اور حفر یعنی کھودنے اور سوراخ کرنے کی وجہ سے زرہ کی آنکھ اور بھڑ کے چھتے کی طرح ہوگئی تھی۔ تیز رفتار گھوڑوں کے نعل کے نون جیسے دائرہ سے اس کے اندر حرف سین کے دانت کی طرح رخنے پڑ گئے تھے، آسمانی تائید ونصرت اور بادشاہ کے روز افزوں اقبال اور ہمت کی برکت سے ایسا مضبوط قلعہ جس کے آزاد کرانے کا طریقہ دنیا کے سلاطین پر مسدود تھا، فتح ہوا۔

راجہ تھنکر جو اپنی فوج کی تعداد اور قلعہ کی نگہداشت پر مغرور تھا اور اپنی کثرت آلات

حرب وفوج کے ذریعہ زبردست تیاری کررکھی تھی، جب اس نے بادشاہ کے منصور ومظفر حشم وخدم کی کثرت تعداد اور وفور امداد کو دیکھا تو اس کے صحن ضمیر پر غم واندوہ کے اچانک حملہ آوروں نے ہلہ بول دیا۔ تدبیر کا چہرہ اور صحیح راستے کی سمت اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ لات حین مناص (اور وقت نہ رہا خلاصی کا۔ کے واقعات کی صورت نے رونمائی کی، اس کے تصور فاسد اور تخیل باطل کا چہرہ شبہ کے حجاب سے باہر نکل آیا۔ اس کی امید کا رخسار سیاہ پڑ گیا اور چشم امل چندھیا گئی۔ تشویش اور تفرقہ کو اس کے منتظم عقد (ہار) میں راستہ ملا۔ مارے خوف کے سر میں اس کا دماغ اور جسم میں اس کا پتہ کھولنے۔ اس کے جسم کی کھال پر چشم نرگس کی طرح یرقان کی زردی پھیل گئی۔ خون اس کی رگ میں اسی طرح افسردہ ہوگیا، جس طرح لالہ پھول کے دل میں خون افسردہ ہوجاتا ہے۔ ناتوانی اور بیچارگی کے میدان میں ندامت کا گیند ہاتھ سے دے بیٹھا کبر ونخوت اور جبر واستبداد کے خیال سے اٹھا اور جباری کی چوٹی سے ذلت ورسوائی کی پستی میں گر گیا۔ گریہ وزاری کو اس نے نجات وخلاصی کا ذریعہ بنایا۔ عاجزانہ گفتگو سے زبان کو آراستہ کیا۔ بادشاہ سلامت کی پیش گاہ میں، جس کی ہیبت سے پانی فولاد کے دل میں آگ کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور پتھر کان لعل کے دل میں پگھل جاتا ہے، جان کی امان چاہی اور غلام کی طرح بن دندان سے رخسار خار کا بوسہ لیا۔

جیسا کہ بادشاہ سلامت کے اوصاف پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ کی شہرت ہے اور انتہائی ملوکانہ عاطفت ورافت کی جو عادت اسے ہے اس کی بنا پر قدرت آمیز عفو ودرگزری کو مکارم اخلاق ومحاسن اوصاف کے لوازم میں شمار کیا، اور اس کے جرم کو بخشش کے بازو اور بخشائش کے دامن تلے ڈھک دیا۔ وان اولیٰ الناس بالعفو اقدرھم علی العقوبۃ ۔عفو ودرگزری کا سب سے اہل وہ آدمی ہے جو ان میں سزا دہی پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر بھی سزا نہیں دیتا۔ کی کہاوت کو پیش نظر رکھا، اور لطف وعنایت وعفو ودرگزری کی بارش اس کے لغزشوں کے میدان میں کی، اور اس کے جرائم کے دفتر کو حسن مرحمت کے پانی سے دھوڈالا،

کنور پال رائے جھنکر، جس نے جاہلانہ حمیت کی وجہ سے اپنی جان کو تیر بلا کا ڈھال اور تیغ عنا ومشقت کا مورد بنا رکھا تھا اور کفر کا قدم دائرۂ گمراہی کے مرکز پر جمائے تھا پروانہ شاہی پر سر رکھ کر امن وامان کے خطے میں داخل ہوا، ملک ومِلک (جائداد اور بادشاہت) میں سے اپنی نیم

جان کو برقرار رکھنے پر قانع ہوا۔

ایزد تعالیٰ شانہ نے چونکہ اس مہم کے سر کرنے میں اپنی لطیف قدرت کی نمائش کی۔ اس کے فضل و کرم کی نشانیاں زمانے کے صفحات اور اس کے رخسار پر نمایاں ہوئیں۔ دین و دولت کے احوال میں حسب خواہ نظم و ترتیب پیدا ہوئی، اور ملک و ملت کی بنیادیں حسب خواہ مستحکم ہوئیں، شرعی امور بھی صحیح روش پر پابندی کے ساتھ انجام پانے لگے۔ اس سرزمین کا صحن کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک ہوا۔ مسلمان، حربی (دارالحرب کا رہنے والا) معاہد (عہد و پیمان کرنے والا) اور ذمی (دارالاسلام میں رہنے والا غیر مسلم) سب نے اطاعت و فرمانبرداری کرنی شروع کر دی، مال گزاری کی ادائیگی اور فرمانبرداری کے آثار کے اظہار پر کمر بستہ ہوئے۔ اور کسی بھی مخلوق کو عدل و انصاف اور امن و امان کے شاہی حریم میں سرکشی و دشمنی اور عداوت کی گنجائش باقی نہ رہی۔

☆☆☆

صوبہ تھنکر کو

بہاء الدین طغرل کے حوالے کرنے کا ذکر

اس ولایت کی صوبہ داری ماہ فلک رفعت، عطارد چرخ فطانت، ناہید سپہر لطافت، خورشید افق سخاوت، بہرام میدان شجاعت، مشتری مسند حشمت و کیوان آسمان رتبت، عز الامرا، الپ ارسلان سپہ سالار بہاء الدین طغرل کے حوالے ہوئی، جو حکومت کا پروردہ، نعمت شاہی کا شیر خوار، درگاہ شاہی کا پرداختہ ہے اور تخت اعلیٰ کے سامنے اونچے مقام اور مرتبے کا حامل ہے۔ اس کا جمال حال اخلاص اور اختصاص کے زیور سے آراستہ ہے، حکومت کے کارناموں میں وہ اپنی مساعی جمیلہ اور خدمات پسندیدہ کے لیے مشہور و ممتاز ہے۔ روزنامہ معالی و معانی (معالی و معانی کے روزنامچے) کے سرفہرست میں ہیں، اس کے فضائل و شمائل کی تاریخ لکھی گئی ہے۔ ولایت داری کے امور اور سپاہ آرائی کے رسوم یعنی انتظامی اور فوجی صلاحیتوں کے سلسلے میں اپنی شرافت اور بسالت و شجاعت کے آثار ظاہر کر چکا ہے۔

اس نے زبانی طور پر فرمان شاہی سنا، تاکہ اعلام سنت کی سربلندی اور مشعلہ

شریعت کی پاسداری میں پوری جد و جہد کرے اور تندہی سے کام لے۔ ارکان دین کی نہاد میں تبدیلی کرنے اور مشرب اسلام کی صفائی کو مکدر کرنے کی کوشش کو ناکام بنادے۔ اصنام اوثان (بتوں) کے مواقع کو مدارس اور بہترین بقعہ وخطہ میں بدل دے ان کو علما کے نور سے، جو انبیاء کے وارث اور شریعت کے محافظ ہیں آراستہ کرے، ان کے درس فتویٰ کے زیور سے، جن سے دین ودنیا کی سعادت وخوش نصیبی وابستہ ہے، سجائے، عدل وانصاف کی بنیادوں کو صدا قائم ودائم رکھے۔ غرض کہ تمام حالات میں ایسی صورت اختیار کرے کہ ذکر جمیل باقی رہے۔

☆☆☆

فتح کالیور

اس صوبے کے مصالح ومہمات کی انجام دہی جب پایہ تکمیل کو پہنچی، رعایا پروری کے امور مناسب طریقے سے انجام پاگئے اور نیک دعاؤں کے موجبات واسباب مختلف طریقوں سے ہاتھ آئے تو 592 ہجری کے مہینوں میں شاہی سواریاں، سدا کامیابی سے ہمکنار رہیں، کالیور کی طرف روانہ ہوئیں، جو اس علاقے کا واسطۃ العقد اور ہندوستان کے بہترین قلعوں میں ہے، اس مضبوط قلعہ کے پاس پہنچنے کے وقت، جس کی پستی سے تیز رفتار ہوا بھی اس کی چوٹی تک نہیں پہنچ سکتی، تیز رفتار بادل بھی اس کی برجیوں پر سایہ افگن نہیں ہوسکتا، سریع السیر قوت واہمہ بھی اس کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتی اور آسمان کی آنکھ اس کی بلندی دیکھ کر حیران رہ گئی ہے، قلعہ کے بیرونی حصہ پر نزول کیا۔

جہاد کی فرضیت کی بنا پر خونخوار تلوار دین کے دشمنوں پر چلائی، وہ آسمانی رنگ کا پیکر ہے جو چمکدار گوہر سے لاکھوں زہرہ اور پروین کی نمائش کرتا تھا اور وہ آبدار وآتشیں نعل تلوار جو زخمی کرنے میں برق اور صاعقہ کی خصوصیت کی حامل ہے اور اپنے اندر پلارک سانپ کے دانتوں کی تیزی کو چھپائے ہے، اور رہ گذر کے صفحے پر چیونٹی تک کو نمایاں کردیتی ہے۔ صیقل شدہ خنجر سورماؤں کے دماغ کو نیام بناتا ہے اور آہنی خود کی پیشانی سے لے کر زرہ کے دامن قبا کو لالہ پھول

اور خفتان کی طرح چاک کرتا، خون سے نیلوفری چہرے کو طبر خون (بید کا درخت یعنی سرخ اور عنابی) بناتا، فرش زمین کو بقم (ایک لکڑی جس سے سرخ رنگ حاصل ہوتا ہے) کے عرق سے رنگین کرتا، صحن خاک پر گل انار اور ارغوان چھڑکتا، اور بھالا جس کے زخم سے پتھر اور سندان (اہرن) پرنیاں (ریشمی کپڑے) کے تار سے بھی کمزور تر نظر آتے ، لالہ اور زعفران کے سینے پر چلتا تھا اور دشمن کے خون اور ہڈیوں سے گلزار اور سمن زار نظر آتا تھا۔

اگر چہ اس مضبوط قلعہ کو آزاد کرنا، جس کی دیواریں روضہ خرم کے بہادروں سے اور اس کی بنیادیں دہاڑنے والے شیر یعنی سورماؤں سے بھری تھیں، قوت قلب و واہمہ کے سامنے انوکھا امر لگتا تھا، انتہائی استحکام کی وجہ سے اس کا فتح کرنا عقل گرہ کشا کے نزدیک مشکل لگتا تھا، آسمانی تائید کی بدولت ہمائے ظفر و پیروزی حکومت کے خادموں پر سایہ فگن ہوا، سعادت وخوش نصیبی کا آفتاب حق کے مددگار کی پیشانی سے رونما ہوا، نصر عزیز اور فتح مبین مبارک علم کا نقش ٹھہرا، زمانہ نے آمال و امانی کی تسہیل میں مساعدت کی، دنیا والوں کے لیے کشور کشائی اور عدو بندی کی نشانیاں زیادہ روشن ہوئیں اور شاہانہ عزائم کے آثار حوادث دہر کے مشکلات کو دور کرنے میں زیادہ واضح ہوئیں۔

شکستہ خاطر راجہ، جس نے کفر وضلالت کے علم بلند کر رکھے تھے اور اپنی بے شمار فوج اور لاتعداد ہاتھی پر پھولا نہیں سماتا تھا، مکر وفریب اور بے وفائی کی کمیں گاہ میں ظلم وزیادتی کا تیر چلانے لگا اور فتنے کی آگ بھڑکانے لگا۔ بغاوت وسرکشی اور عداوت ودشمنی کی جڑیں اس کے ساحت ضمیر میں راسخ ہو چکی تھیں اور ظلم وفساد کا پودا اس کے صحن سینہ میں برگ وبار لا چکا تھا۔ جب اسلامی لشکر کی شوکت وسطوت کا مشاہدہ کیا اور ہما شکوہ والے باز کے پروبال کشادہ دیکھے تو پرندے کی طرح دام اضطراب میں گرفتار ہوا اور تفکر کی منزل اور تحیر کی تنگی میں بے بس ہو کر رہ گیا۔ اس کے ضمیر پر خطرے کا بادل منڈلانے لگا۔ اس کی امید کا چہرہ اور اس کی قسمت کا دن سیاہ ہو گیا۔ شاہانہ رعب ودبدبے کی وجہ سے اس کا رخ آبی رنگ کا ہو گیا اور ملوکانہ سختی کی وجہ سے اس کی کھال انار کی طرح سرخ ہو گئی۔

اسے حقیقت حال کا علم ہو گیا کہ میدان غفلت میں اس نے سہل انگاری اور کاہلی کے

ہاتھ میں باگ ڈور دے دی۔ اپنی کم عقلی سے بڑے خطرے کا ارتکاب کیا، جدھر نظر ڈالی اور عنا ومشقت و بلا ومصیبت سے رہائی کی شکل تلاش کی، تیز تلوار کے پنجوں اور خونریز دھاروں کے ناخنوں سے راہِ فرار مسدود نظر آئی۔ اسے اپنا سہارا چھوٹے اور پائے گریز ٹوٹے ہوئے نظر آئے۔ اپنے جرم کے لیے بادشاہ سلامت کے جامع عفو و درگزری اور حلم و بردباری کے سوا کوئی اور سہارا دینے والا نہ ملا۔ اس نے اطاعت کا حلقہ کان میں ڈالا اور بندگی کے شرائط اور مراسم ادا کیے۔ دربار کے مخصوص غلاموں سے مدد کی درخواست کی، ٹیکس ادا کرنے کو اس نے اپنی زندگی کا ذریعہ اور نجات کا وسیلہ بنایا اور دس زنجیر ہاتھی نذرانے کے طور پر بادشاہ کی پیش گاہ میں پیش کیا۔

جیسا کہ بادشاہ سلامت و فائض رحمت کے کریمانہ عادات سے امید کی جاتی تھی، اس نے عفو کے لطف اور امان کی کرامت سے نوازا، قدرت کے باوجود الا انبئکم باشد کم من ملک نفسہ عندالغضب۔ کیا میں تم کو بتاؤں کہ تم میں قوی ترین شخص کون ہے؟ ایسا آدمی ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ کا مصداق اپنے کو ظاہر کیا اور جان کی بقا اور امان کی برکت سے مزید مدد کی، اور افلت بجریعۃ الذقن۔ کو پڑھ کر ہلاکت کے دریا میں غرق ہونے سے بچا، فاختہ کی طرح اپنی گردن کو بندگی کے طوق سے آراستہ کیا، بلبل کی طرح خدمت کے گلبن پر نغمہ سرائی شروع کی اور لالہ و سوسن کی طرح مدح و ثنا کے لیے لب کشائی کی۔

آسمان را چہ ثنا گوید بیچارہ زمین
مدح خورشید چہ داند بہ سزا گفت سہا

بیچاری زمین آسمان کی کیا تعریف کرے گی، سہا ستارہ کو آفتاب کے مناسب ستائش کرنے کا کیا علم ہو سکتا ہے؟

حسب دستور سابق، قلعہ اور صوبہ کے اہتمام و انصرام کے کام پر اسے مقرر کیا۔ اس کے اقتدار کی برقراری کے سلسلے میں فرمان عالی، اللہ اسے بلند کرے، صادر ہوا، کہ بندگی کی راہ پر چلے اور خدمت کی بجا آوری پوری پابندی سے کرے۔ مختلف مسائل کے نمٹانے میں اخلاص کا

اثر دکھائے، عوام کے مصالح سے متعلق امور کی نگہداشت اور ان میں نظم و نسق قائم کرنے کو ضروری امر تصور کرے۔ تمام خدام دربار، ارباب تیغ و صاحب قلم حضرات کا احترام لازم سمجھے۔ صوبہ داری اور رعایا پروری کی ساری ذمہ داریوں کو حسب اقتضائے امانت و صداقت نبھائے، ہر وہ رسم جس سے ظلم و جبر کا شائبہ ہو اس کا استیصال کرے۔ شاہی فرمان کی پیروی میں اپنے ماتحتوں کی سستی اور کاہلی اور ٹال مٹول پر کڑی نظر رکھے اور اس کی انجام دہی میں تاخیر کی خرابی یا فرصت کے ضیاع سے بچتا رہے۔

اطراف و نواحی کے علاقے جب اعدائے دین سے، جو کہ قلعہ بند ہو گئے تھے، پاک صاف ہو گئے، اور ہندو راجا درباری غلاموں کی صف میں شامل ہو گئے، آمر و مامور اور حاکم و محکوم کے احوال کا چہرہ حسن عنایت اور لطف تربیت کے زیور سے سج دھج گیا۔ خاص و عام ہر طبقے کی رفاہیت و خوش حالی، امن و امان اور عدل و احسان کے زیر سایہ رونما ہوئی۔ مبارک اور مسعود قسمت کے ساتھ بادشاہ سلامت، زمانہ سدا اس کا غلام اور فلک اس کے احکام کے تابع رہے، وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا، اس کا رکاب فرقد ساغزنی کی طرف روانہ ہوا جو مرکز رایت و دولت، مستقر سریر جلالت، قبلہ جہاندار گیتی اور کعبہ تاجوران جہاں ہے۔

جب وہاں واپس پہنچے تو اسلامی شریعت کے ارکان اور اس کی بنیادوں کو استحکام بخشنے کی کوشش اس انداز سے شروع کی کہ زمانے کے رخسار پر اس کے محاسن و فضائل کا چرچا رہا۔ بھلائیوں کی علامات کی تجدید کی اس طرح کوشش کی کہ اس کے شواہد و دلائل کے انوار زمانہ کے چہرے پر چمکنے لگے۔ اس کا ذکر خیر اہل جہاں کی انتہائی عمر اور فلکی ادوار کے آخری دور تک زندہ و پائندہ رہا۔ ان مکارم و معالی کا چرچا معمورہ جہاں میں بادل اور ہوا کی طرح جاری و ساری رہے گا۔

ان پسندیدہ خصال کی برکت سے عرصہ ممالک مزید وسیع اور کشادہ ہو گیا، ایزدی کی لطف و عنایت کی نشانیاں حکومت کے رخسار اور مملکت کے صفحات پر ظاہر ہوئیں۔ عوام الناس کے امور بادشاہ کی رائے جہاں آراء کے مطابق انجام پائے۔ مطالب و مقاصد حسب خواہ کامیابی سے

ہمکنار ہوئے۔ ملک کے اطراف واکناف میں بادشاہ سلامت کی تدبیر صائب سے رونق وتازگی آئی۔

دشمنوں کو قید کرنے والے خسرو نے جہاں کشائی کی باگ کالیور سے دہلی کی طرف موڑ دی۔ اور بلند علم بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے۔

در سپہر حضرت آمد کام جوی و کامران
از شکار خسروی آن آفتاب خسروان
خون و آتش در پلارک زہر و بادا ندر خدنگ
کوہ دگردون در جنیبت ابر و دریا در بنان

وہ آفتاب خسرواں شاہی شکار سے کامیاب وکامراں ہو کر سپہر حضرت (شاہی دربار) میں خون اور آتش جوہر دار تلوار میں، زہر اور ہوا تیر میں، پہاڑ اور آسمان پہلو میں اور ابر و دریا پوروں میں لیے ہوئے داخل ہوا۔

فتح وظفر کے شہباز نے دنیا کو اپنے شہپر کے زیر سایہ کرلیا۔ حکومت کے مبارک ہما پرندے نے اقبال کا سایہ عوام کے سر پر پھیلایا۔ مراد کے سیمرغ نے کامگاری کے بازو سے خشکی وتری کے اطراف ونواحی کو اپنی حمایت کے قلعہ میں داخل کرلیا۔ ماہ پیکر شاہی چھتری اور علم کو فضا میں چکور کے پر اور مور کی دم سے آراستہ کیا۔ ان کے بابرکت قدوم کی بدولت دین ودولت کی آنکھ روشن ہوگئی۔ عرصہ ملک ومیدان ملت گلشن کی طرح آراستہ ہوگیا۔ چشم نرگس اور گوش بنفشہ کے سوا کوئی چیز بیداری اور آفت گری کی علامت نہ رہی۔

لشکر شکن خسرو جنگ کی صف سے نکل کر باریابی کے چبوترے پر آیا۔ رزم اور مردانگی کا مقام بزم اور مردی کی مجلس میں بدل گیا۔ پری چہرہ مغنیہ کا خورشید ملاحت اس کی زلف کے اطراف کے سوا کہیں اور باریابی کا موقع نہیں دیتا تھا اور اپنے آتش پیکر رخسار کے نور سے بدر کامل کی آبرو خاک میں ملاتی تھی۔ بلبل کی طرح شاخ گل پر نغمہ سرائی کرتی، اپنے داؤدی نغمہ سے مسیح کا معجزہ دکھاتی، اپنے ترنم کے جادو سے سنگ ریزوں کو بھی بلبلے کی طرح پانی کی سطح پر لے آتی، رود

باجااور سرود نغمہ کی آواز سے خرمن صبر کو بیقراری کی ہوا کے حوالے کرتی، غم انجام سماع کے ذریعہ غم واندوہ کے دن کو شب وصل کی طرح مختصر کر دیتی، اپنے دلکش نغموں سے بربط نواز زہرہ کے چہرے پر خاک اندازی کرتی۔ مضراب کی چوٹ سے پرندے کو ہوا کی بلندی سے پستی میں لے آتی۔ ساز کے تاروں کو چھیڑ کر دل کے اندر آتش شوق کو گرماتی اور پوروں کی تحریک سے ید بیضا کا مظاہرہ کرتی۔

باربد موسیقار جیسی آواز سے، جو روح کا گوہر اور زخمی دل کی نصیب ہے، نشاط وسرور اور طرب وخوشی کا چہرا روشن کرتی، شاہانہ راہ وروش سے جو غم کا رہزن اور خوشی کا رہبر ہے عیش وعشرت کا علم لہراتی، دل آویز سماع کی لذت سے روحیں باہم ایک دوسرے سے آشنا ہو رہی تھیں۔ رامشگر موسیقار کی آواز کی خوشی سے خنیاگر (موسیقی نواز) زہرہ فلک پر رقص کرنے لگا تھا، بلبل کی گریہ وزاری سے صبح نشاط مسکرانے لگی، غنچہ امید سے شاداب پھول رونمائی کرنے لگا۔ خوشی کی خوشبو چمن مراد سے اڑ کر شاخ دل میں پہنچی۔ خوش دلی کی باد نسیم کامیابی کے مہب سے چلنے لگی۔ نشاط وسرور کا پودا عیش وعشرت کے باغ میں پروان چڑھا۔ نزہت وتازگی کی شاخ باغ طرب میں محو آسائش ہوئی۔ سرو سرو دنے جوئے بار (نہروں) کے کنارے تر وتازگی اور شادابی حاصل کی۔ غم کی فوج حیرت کی طرح ضمیر کے میدان سے پراگندہ ہوئی۔ خوشی کا لشکر ثریا کی طرح امان کی لڑی میں یکجا ہو گیا۔ تیمار کا خرمن خوشگوار شراب کی کوشش سے ہوا کے حوالے ہوا۔

باہوش ساقی نے خالص شراب کے پیالوں کا، جو پگھلے ہوئے عقیق پتھر کی طرح تھے، دور چلایا، اور ساغر شراب کی آفتاب کے سنہرے پیالے کی طرح گردش کرائی۔ شراب کی چمک دمک سے اس کے رخسار کے چمن میں گل وگلنار کی یاد تازہ ہو گئی، اس کے دل فروز عارض کے باغ میں لالہ اور ارغوان کے پھول اُگ آئے۔ بلوریں جام کی رنگین شراب کے عکس سے خورشید کا مطلع چمکنے لگا۔ شامی آبگینہ عقیق پتھر کا کان اور لال بدخشاں کا معدن بن گیا۔ شراب کی بو سے عنبر تر کی خوشبو مشام جام میں پہنچی۔ دل کی بزمگاہ مشک فروش کے کارخانے کی طرح معطر ہو گئی یا خوشبو سے بس گئی۔ خون کے رنگ کی شراب کی بدولت زندگی کے آئینے سے زنگ دور ہوا۔ اس کے شکر خند لفظ

یعنی شیریں مسکراہٹ نے چاند اور آفتاب پر دلربائی اور شوخی کا اظہار کیا۔ بسدیں عقد (مرجان جیسے سرخ ہار) کو عقد پرویں (پروین کے ہار) سے اٹھایا، دریتیم یعنی یگانہ موتی کی ڈبیا سے یاقوت کا قفل کھولتا تھا۔ چشمہ نوشیں یعنی شیریں اور گوارہ چشمے سے چمکدار موتی نکالتا تھا، عقیق رنگ کی شکر سے موتیوں کی لڑی بناتا۔ سیپ سے سے شب افروز یعنی راتوں کو روشن کرنے والے موتی پیش کرتا۔ کبھی اس پستہ شکر افشاں کی مسکراہٹ سے عاشقوں کی جان پر ڈاکے ڈالتا، کبھی چوگان زن یعنی بلے باز کی ہتھیلی پر ٹھڈی کے دلستاں گیند کے ذریعہ کارواں کی رہزنی کرتا۔

اس کے لب لعل آبدار کا زمرویں گردوں اور لعل آفتاب کی آبرو لے جاتا یعنی اس کی چمک دمک ماند کر دیتا۔ اس کے جعد پرتاپ سنبل (گھنگریالے بال) عنبر تر اور مشک خالص کا بازار بے رونق کر دیتے۔ اس چوگان جیسی زلف کا لام جہان فراخ کو عاشقوں کی آنکھ کے سامنے میم کے حلقے سے بھی زیادہ تنگ کر دیتا۔ اس کی کمان جیسی بھوں کا نون اپنے الف پیکر قد وقامت سے عاشقوں کو جیم ودال کی طرح منحنی کر دیتا اس کا طرہ مفتول (بٹی ہوئی زلف) گل ویاسمن کا سائبان ہوتا۔ اس کی زلف مسلسل یعنی لمبی زلف لالہ ونسرین پھولوں کی پردہ دار ہوتی۔ گویا اس کی زلف کا خیال روز روشن کے رخسار پر تاریک رات کا نقاب ڈالتا، اس کی کمان جیسی زلف کا عقرب گل سوری پر عنبریں دام ڈالتا۔ اس کا زمردیں سبز خط سنبل پر چیں (گرہ دار زلف) کے ذریعہ ارغوان درخت اور پرنیاں یعنی ریشمی کپڑے پر خاردار کانٹے کی باڑھ لگاتا۔ بنفشہ تر سے سمن اور سوسن پھولوں پر سیم سوختہ یعنی جلی ہوئی چاندی کے نقوش بناتا۔ گویا دست فتنہ سمن تازہ کی پتی پر مشک وعنبر لگاتا۔ یا تارکول سے ماہ منیر کے گوشے پر سیکڑوں بند اور بیڑیاں رکھتا۔

چاند سیم کی طرح اس گورے رخسار والی معشوق کی خدمت پر سوسن پھول کی طرح کمر بستہ رہا تھا۔ عطارد اپنے مشک بار قلم سے اس کے عارض ورخسار پر پھول کی پنکھڑی بنا رہا تھا۔ ناہید ستارہ اس کی زلف بنفشہ رنگ کی بندگی کا حلقہ کان میں ڈالے تھا۔ سورج اس کے رخسار کے گل انار پر رشک کرنے کی وجہ سے شرمندگی کے احساس سے پسینہ میں شرابور ہو گیا تھا۔ بہرام اس کے محو اب نرگس چشم سے جان کی امان چاہتا۔ مشتری اس کے لالہ رنگ چہرے کے نور کی وجہ سے

بساط چرخ سے روشنی کی گوٹ سمیٹ لیتا۔ اس کی مشکیں یعنی سیاہ زلف کا کمند کیوان یا جوزا کا طوق بن گیا۔ اس کی کوے جیسی سیاہ زلف طوطی کے شہپر پر سایہ افگن ہوئی، جو اس کے رخسار کے شمشاد اور بنفشہ کے گرد جولانی کرتی ہے۔ کبھی اس کی چشم قتال کمان جیسے طاق ابرو سے ارش (ایک ماہر ایرانی تیر انداز) کی طرح تیر چلاتی، کبھی اس کا سمن جیسے پھول کو گھنے والا خط تازہ ورق گل پر تنگ حلقے والا زرہ بناتا، اور کبھی اس کی ماہ فرسا زلف لالہ سیراب کے رخ پر آتش انگیزی کرتا۔

☆☆☆

نہروالا کی جنگ اور وہاں کے راجا کی شکست کا ذکر

591 ہجری کے مہینوں میں جبکہ ولایت اجمیر تازہ تازہ اپنے تمام اطراف ونواحی کے ساتھ مظفر ومنصور سواریوں کے نور حضور سے آراستہ ہوا اور اس علاقے کے اطراف واکناف مبارک علم کی شان وشکوہ کی وجہ سے رونق پذیر ہوئے۔ بادشاہ کی رائے انور پر، جس کی روشنی کی شرم سے روشن آفتاب اپنی نورانی تلوار مشرقی غلاف سے باہر نہیں نکالتا، اور عکس کو قبول کرنے والا چانداس کے چمکنے کے رشک میں اپنا سیمائی ڈھال تاخیر کے غلاف میں چھپاتا ہے، یوں عرض کیا گیا کہ تاریک دل فسادیوں کی ایک جماعت، جوفتنہ وفساد اور شر وعناد کی سربراہ ہے اور بے وفائی وغداری کا تیر لگا تار سرکشی کے کمان میں رکھ کر چلاتی ہے۔ جنگ وجدال کے ڈھال کے پیچھے اپنا سر کھینچ رکھا ہے یعنی اس پر آمادہ ہے۔ جسم میں آہنی لباس اور سر پر آہنی ٹوپی پہن رکھا ہے خوں ریز بھالے کے سرے کو جنگ اور آویزش کے لیے تیز کر رکھا ہے۔ زرافشاں تلوار کو ظلم وجبر کے زہر سے بجھایا ہے۔ ذوالیزن () نیزہ کو بیوہ عورت کے منحنی سر کی طرح کمزور وناتواں سمجھا۔ سرافراز یعنی سر کو بلند کرنے والے شیر کے حملے کو لومڑی کا حملہ تصور کیا۔ سرانداز یعنی سر کی بازی لگانے والے ہاتھی کی صولت وہیبت یا حملے کو شطرنج کھیل کے ہاتھی کی طرح سمجھا۔ نشاط وسرور کی بساط پر رخ کی طرح روبرو آیا۔ خون کے ہاتھوں خونخوار آسمان کے ساتھ جنگ کی مزدوری سراسر ہاتھ سے دے بیٹھا۔

سروری وسرداری کے میدان میں کینہ وعداوت کی آگ بھڑکائی اور بلا ومصیبت کی دھول اڑائی ،لوٹ مار اور غارت گری کی خاطر اپنا سر بلا وجہ برہنہ کیا۔اورخواری ورسوائی اور جہل ونادانی کا ڈھال دریا میں پھینک دیا۔نام وننگ کی خاطر سراورزر کی پرواہ نہ کی۔جفاپیشہ دنیا کی طرح شوخ چشمی وبے حیائی کے گریباں سے سر باہر نکالا،حوادث زمانہ کی طرح سرایک دوسرے کی دم میں رکھا۔یعنی اس کا سلسلہ لگا تار جاری رہا،اصرار کا مشکل لگام خودرائی کے گھوڑے پر کھینچا۔پرکار کی طرح مرکز خلاف وسرکشی پرسر کے بل کھڑا ہوا یعنی بغاوت وسرکشی کی۔دائرے کی طرح سرگردانی کی راہ وروش اپنائی۔صلاح ورشاد کی ڈور اہرمن یعنی شیطان کے ہاتھ میں دے دی۔ہواوہوس میں گرفتار ہوکر اپنا سر کفر وضلالت کی وادی میں رکھا،بے مغز سر کے بادخانے (ہوامحل) میں جنون کا دیگ پکایا۔اپنی خباثت سے غلط افکار وخیالات کو اپنے دماغ میں جگہ دی۔جس طرح ہوا سے آگ بھڑک اٹھتی ہے،وہ بھی حمیت وغیرت کی وجہ سے بھڑک اٹھا،اور جمعیت اور سکون کی خاطر خاک وآب کے اجزا کی طرح ایک دوسرے کے سر میں سرجوڑ کر بیٹھا۔

نہروالا کی طرف جاسوسوں کو روانہ کیا کہ ترک فوجوں کی ایک جماعت اجمیر پہنچ تو گئی ہے لیکن اس کی شوکت وتعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ادھر سے اگر فوری طور پر اس سرحد پر کمک پہنچ جائے اور دشمنوں کی تیاری سے پہلے پہلے دونوں کو ملنے کا موقع مل جائے ،دونوں باہم مل کر ان پر شبخون ماریں تو کمزوری اور بددلی کا حجاب آفتاب شجاعت وبسالت کے سامنے سے اٹھ جائے گا اور تیروں کی بارش کر کے شرم کی گرد دلیری ومردانگی کے آئینے سے دھوڈالی جائے گی۔نیلوفری خنجر کی سختی کے ذریعہ عیش وعشرت کا گلزار شر وفساد کے کانٹے سے خالی ہوجائے گا۔فوج کا ایک سپاہی بھی اگر عقاب اجل کے پنجے سے آزاد ہوگیا اور جنگ کے دن دام بلا میں گرفتار نہ ہوا تو یقیناً وہ گریز کی راہ اختیار کرے گا،تیز تلوار کے خوف سے دواسپہ یعنی دوگھوڑوں کی رفتار سے بھاگ کر تین منزلوں کو اس طرح ایک منزل کی شکل دے گا کہ خورشید اس کا سایہ نہ دیکھ سکے اور ہوا اس کی گرد کو نہ پاسکے اور دہلی پہنچ جائے گا۔

ان کے مکر وفریب کی روش کا جب پتہ چلا اور اس کی دھوکہ دھڑی کا حال معلوم ہوا تو بادشاہ کی رائے عالم آرا نے فوراً یہ فیصلہ کیا کہ جہاد فرض ہوگیا ہے۔ہندستانی ریاستوں کو آزاد

کرنے اور اس مہم کو سر کرنے کی غرض سے اس نے جہاں کشائی کا ایسے وقت میں عزم کیا جب کہ زمین موسم گرما کی شدت سے آگ کی بھٹی بنی ہوئی تھی، پانی سخت حرارت کی وجہ سے کھول رہا تھا گرم ہوا کی حرارت کی وجہ سے خاک کا تنور آتشیں ہو گیا تھا اور ہوا کی طبیعت میں جہنم کی سی حرارت پیدا ہو گئی تھی۔ خادموں کی ایک ایسی فوج کے ہمراہ، جن کے گھوڑوں کے نعل کی گرد خواب میں بھی نہیں دیکھا گیا تھا اور آسمان پر سوار شیر نے ان کے تیز رفتار گھوڑے کے کھر کی گرد میں شگاف نہیں ڈالا تھا، طلوع آفتاب سے پہلے دشمنوں کی فوج کے ہراول دستے پر یلغار کر دیا۔ اژدہا پیکر اور شیر صفت نیزوں سے ان کے دائیں بائیں بازو پر حملہ کیا۔ خون افشاں بھالے کی نوک سے باغیوں کے سروں کو پرچم کی جگہ لٹکا دیا۔ میدان جنگ سے گرد اڑ کر زبرجدیں آسمان اور گنبد تک پہنچایا۔ چشمہ خورشید نورانی کے چشم کور تو ندھی کی تکلیف میں گرفتار کر دیا۔

آسمانی رنگ کی تلوار سے، جس کے پر گوہر صفحے پر اجل اپنے چہرے کی نمائش کرتی ہے، قیامت کا سماں باندھ دیا اور آبی رنگ کے خنجر سے، جس کی تیزی سے آگ بھی پناہ مانگتی ہے، خون کی لہریں نیلگوں آسمان کی بلندی تک پہنچا دیں۔ دیدہ دوز تیر کے زخم سے دشمنوں کی آنکھوں میں زہرہ اور پروین کی آنکھوں کی طرح خون چڑھ آیا۔ معرکہ کارزار کا میدان کشتوں کی نعشوں سے پٹ گیا۔ شیر کو شکار کرنے والے خسرو نے تلوار کی حرارت سے شیر فلک سوار کے سینے کو نذر آتش کر دیا، اور مقابلے کی صف میں پانی کو سرخ شراب کی طرح خون سے آلودہ کر کے معرکہ کارزار کی آگ بھڑکا دیتا، میدان جنگ میں پہنچے، چہرے اور منہ گرد و غبار سے اٹ گئے تھے اور ہوا سے باتیں کرنے والے گھوڑے اپنی جولانی دکھا رہے تھے۔

دو شیر صفت جنگجو فوجیں باہم بھڑ گئیں۔ زمین میں گوپال یعنی گرز اور تبرزن ایک قسم کا تیر جسے سپاہی زین سے باندھتے تھے) کے زخم سے اذا دکت الارض دکا۔ جب زمین پوری طرح کوٹ کر رکھ دی جائے گی۔ کی صورت حال پیدا ہو گئی اور ابر صفت ہاتھیوں کے حملے سے تسیر الجبال سیراً۔ پہاڑ چلنے لگیں گے۔ کی شکل رونما ہوئی۔

دوسرے دن جب سورج نے زر نگار ڈھال سیم صفت سفید آسمان پر نمایاں کیا اور زرد پیکر علم کو نیلے گنبد پر لہرایا تو لشکر کفر و ضلال نے پھر اپنی فوج اکٹھی کی اور جنگ وجدل کے لیے

آمادہ ہوا۔ گویا مارے حرص کے میدان جنگ میں اپنی زندگی سے ناطہ توڑ لیا ہو اور معرکہ کارزار میں موت سے ہم آغوشی کا ارادہ رکھتے ہوں۔ سوسن پھول کی طرح بدعہدی پر کمربستہ ہوں اور گل خیری کی طرح اپنے حیران و پریشان چہرے کو خون سے دھویا ہو، گل نرگس کی طرح چشم شوخ کو جنگ وجدل کی راہ پر لگا دیا، گل احمر کی طرح لعل پیکر ڈھال کو کینہ وعداوت کے ہاتھ میں اٹھایا۔ غنچے کی طرح بغاوت وعداوت کے پیکان کی نوک تیز کردی ہو۔

قضا وقدر جیسی توانائی کے حامل خسرو نے، جس کی تلوار کے خوف سے شیر بھی جنگل میں روپوش ہو جاتا ہے جس کے تیر کے خوف سے عقاب بھی خلا کی بلندی پر پرواز کرتا ہے، حکومت کے چند مددگاروں کے ساتھ دشمن کی صفوں پر حملہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے گرد وغبار زمین سے اڑ کر قبہ افلاک پر پہنچا۔ روئے زمین کو سورماؤں سے آراستہ اور چشمہ خورشید کو گرد سے پاٹ دیا۔ اسلامی اور غیر اسلامی فوجیں دائرے کی طرح مرکز کارزار کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئی تھیں، ایمان وشرک کے لشکر دریا کی لہروں کی طرح ایک دوسرے کے مقابل ٹھہرے اور آسمانی رنگ کے نیلے بھالے سے ارغوانی سیلاب صحرائے جنگ میں بہانے لگے۔ آتش پیکر تلوار سے کیمخت زمین (گھوڑے گدھے کے دباغت شدہ چمڑے یعنی بھورے رنگ کی زمین) کو خون سے رنگین کرنے لگے، اور سہیل گہر خنجر سے خاک سیاہ کو ادیم (سرخ رنگ کا چمڑا جو سہیل ستارے کی چمک سے رنگین ہو جاتا ہے) کے رنگ میں رنگنے لگے۔

پہاڑ جیسے تیر کی بارش سے اچانک خسرو زخمی ہو گیا۔ اسلامی لشکر کے چند مجاہدوں نے جام شہادت نوش کیا، اور آیت ان اللہ یحکم ما یرید۔ اللہ جیسا چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ نے ان الحکم الا للہ۔ حکم تو اللہ ہی کا چلتا ہے۔ کی تاکید کر دی۔ گویا وہ گھوڑ دوڑ کا میدان ہے جہاں سورماؤں نے اپنی جولانی اور شہ سواری کے جوہر دکھلائے اور یہ کہ نظر حق ہے، کا راز آشکار ہوا۔ خسرو دریائے جنگ کی موت اور آتش نبرد کے شعلے سے صحیح سلامت بچ نکلا۔ اس مضمون کے مناسب عربی کے دو اشعار ہیں جو گویا شاعر نے بادشاہ سلامت کی زبان سے کہے ہیں۔ (شعر واضح نہیں ہے)

اس اثنا میں نہروالا کی فوج، جس نے اپنی کثرت تعداد و وفور کمک اور جنگی تیاری کی

بدولت باد صبا و نکبا کی راہیں بند کردی تھیں اور قوت فہم کی شمار کرنے والی صلاحیت بھی ان کے ہاتھیوں کی تعداد شمار کرنے سے عاجز رہ گئی تھی، ان سے آ کر ملی۔ اجمیر سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر پڑاؤ کیا۔ ان کا یہ جھوٹا گمان تھا کہ حق کے یہ مددگار آتش پیکار کو بھڑکانے سے دستکش ہو جائیں گے، کارزار کی جگہ سے خود کو دور رکھیں گے، جنگ کے موقف سے پہلو تہی کریں گے، جدال وقتال سے منہ موڑ لیں گے، وہاں سے روگردانی کریں گے، میدان کین وعداوت میں شکست کا منہ دیکھیں گے اور صحرائے نبرد گاہ سے اپنی باگ موڑ لیں گے۔

اسلامی فوج دل و جان سے جنگ وجدل پر آمادہ تھی اور میدان کارزار کی راہ تک رہی تھی، دین کی خاطر جی جان سے جہاد کرنے پر کمربستہ تھی۔ انھوں نے یقاتلون فی سبیل الله فیقتلون ویقتلون (توبہ 111)۔ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ کے مطابق عزم بالجزم کر رکھا تھا، اور خدائی فیصلہ پر لیقضی الله امراً کان مفعولاً (انفال 44)۔ تاکہ اللہ اس کام کو انجام دے جسے ہر حال میں ہونا تھا۔ کے مطابق اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ انھوں نے امداد باہمی کے خیموں کی رسیاں ملا کر تن دیں، جب چاند نے چاندی سے بھرا ڈھال نمایاں کیا۔ جب سورج نے خون آلود تلوار کے قبضے پر اپنے ہاتھ رکھے، اور جب باد رفتار آتش جیسی سریع الحرکت، خیزران یعنی بانس جیسی دم والے، سخت پتھر جیسی کھر والے گھوڑوں پر زین کسا گیا۔

ایک امیر کو، جس کا شمار بڑے اور مخصوص امراء میں ہوتا تھا، جو اپنے فن گفتگو کے لیے مشہور تھا اور جو خدمت کے آداب اور ورسوم کی باریکیوں سے پوری طرح واقف تھا، غزنی، اللہ اسے بزرگی عطا کرے، بھیجا گیا، تاکہ مخالف لشکر کی حالت وکیفیت تخت اعلیٰ کے روبرو، اللہ اس کا پایہ رفعت کیوان ستارے اور فرقد ان کی پیشانی تک پہنچائے، بیان کرے۔ جنگ سے متعلق امور کی انجام دہی میں مبارک بادشاہ کے فرمان کو جلد عملی شکل دے تاکہ حسب دستور لشکر کشی اور صف آرائی کے مراسم ادا ہوں اور انواع واقسام کی جان نثاری میں اخلاص کے ساتھ کمربستہ ہوں۔

وہ بزرگ شخصیت جب راجدھانی غزنہ، اس کا سایہ سدا طویل اور جاہ وجلال باقی رہے، پہنچی اور متعلقہ باتیں نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیں، مجلس اعلیٰ میں، اللہ اس کے علم ورفعت

میں اضافہ کرے، ان باتوں کو بادشاہ نے دھیان سے سنا و شرف استماع سے نوازا۔ انواع واقسام کی بے انتہا عنایتوں پر مشتمل فرمان شاہی صادر ہوا۔ سرکشوں کے قلع قمع کرنے میں اختیار کی باگ ڈور خسرو پیروز جنگ کے حوالے کی۔ ایک لشکر جرار اور فوج بے شمار، جس کی سپاہی نے دنیا کے نشیب وفراز کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا، اور جس کا طول وعرض بر و بحر کے حدود سے بھی آگے نکل چکا تھا، ساتھ لے جانے کے لیے نامزد ہوئی۔ زمانہ کے ان نامور جنگجوؤں کی جماعت میں عالم گیر پہلوان اسدالدین ارسلان قلج، نصیرالدین حسین وعزالدین بن موید شرف الدین محمد چرک وغیرہ تھے۔ جن کے شان وشکوہ اور رعب وداب سے اوج فلک پر برج حمل کا دل بھی دہل جاتا، برج ثور کے سر میں دماغ اس طرح پگھل پڑتا جس طرح چاندی بھٹی میں پگھلتی ہے، ان دو پیکر (شخصوں) کے اندر جان اس طرح مضطرب ہوتی جس طرح کبوتر مضراب میں مضطرب ہوتا ہے، آوارہ خیال برج خرچنگ نے استقامت کی راہ اپنائی، ثابت قدم برج شیر نے اپنے پنجے ناخن میں روپوش کر لیے، دودلے برج سنبلہ نے رنگ آمیزی اور دورِدئی کا شیوہ ترک کیا، راست چشمہ برج ترازو نے پلہ اعتدال سے پاسنگ کو گرادیا۔ ستم پیشہ برج کژدم نے نیش کے خیال سے باز آکر نوش یعنی پلانے کا ارادہ کیا، تیرانداز برج قوس نے راستے ہی میں ظلم کا کمان گرادیا۔ خاکی طبع برج جدی مرغزار فلک میں روپوش ہوگیا۔ اور اشک بار برج دلو (ڈول) منحنی آسمان کی گردش میں خالی ہاتھ رہ گیا اور سبک دل یعنی ہلکے دل کی برج ماہی نے آسمان کے سبز دریا سے سر باہر نہیں نکالا۔

ان فوجیوں کے پہنچنے کے ساتھ ہی قرص خورشید خوشہ گندم سے نکل کر پلہ ترازو میں داخل ہوا۔ دنیا تیر ماہ (شمسی سال کا چوتھا مہینہ) کے فصل کی وجہ سے تیر کی طرح سیدھی کھڑی ہو گئی۔ لشکر سرما (سردی کی فوج) کے ہراول دستے نے تلوار نیام سے باہر نکال لی، اردی بہشت (شمسی سال کا دوسرا مہینہ یعنی موسم بہار) کی فوج کے ہراول دستے نے خنجر اٹھانے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا اور لشکر کشی کا موسم آ گیا۔

پندرھویں صفر 593 ہجری میں خسرو جہانگیر خطہ اجمیر سے روانہ ہوا، اس نے مختلف النوع حشم وخدم اور فوجی طبقے کے ساتھ نہروالا کے راجہ کے قلع قمع کرنے کا عزم کیا۔ خورشید فرسا ہما پرندہ جیسے جیسے ہڈی کے ایک ٹکڑے پر اپنے شہپر پھیلائے، ماہ پیکر علموں کا باز پرندہ ان مضبوط

قلعوں کی فضا میں جس کے سامنے قیصر روم کے محل بھی ہیچ ہیں پرواز کرنے لگا، اس علاقے کے باشندوں نے خسروی سطوت وشوکت کے عقاب کے خوف سے کبوتر کی طرح شکست کا منہ دیکھا، قہر شاہ کے شاہین کے شکوہ سے مرغابی کی طرح راہ فرار اختیار کی، اور جان جانے کے خوف سے مرکز خاکی کو خالی کر دیا اور ان کے پہنچنے سے پہلے ہی نصرت وفتح کی صورت پیدا ہو گئی۔

ان دو قلعوں کو، جن کے سرے نسرین چرخ کو بھی پار کر گئے تھے اور بلند پرواز پرندہ بھی اس کی بلندی پر سایہ فگن نہیں ہو سکتا تھا، الوؤں کا مسکن بنا دیا، اس کی دیوار سے جو ناہید ستارہ اور خورشید کا تاج ہے، اس کے فرقد سا کنگورے کے سرے، جو نو آسمان کے بام سے آگے نکل گئے ہیں، گرد وغبار جھاڑا ہے اور اس کی دیوار کو جو بلند پہاڑ کی طرح استواری سے جمی ہوئی تھی اور اس کے خندق کو جو تاریک جہنم کی طرح گہرا تھا، چٹیل میدان کر دیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ یخربون بیوتھم بایدیھم۔حشر (2) اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے ویران کرتے ہیں۔ کی نص اس پر صادق آئی اور شاہی اقبال وجلال میں اضافہ ہوا۔

جاسوسوں اور مخبروں نے لگا تار یہ خبر دی کہ وہاں کے حاکم یا والی نے آفتاب کے ذرے اور بادل کے قطروں کی طرح بے شمار فوج اکٹھا کر لی ہے اور کوہ آبو کے دامن میں واقع گھاٹی میں آہنی پہاڑ کی طرح گھات لگائے بیٹھا ہے اور جدال وقتال کے لیے آمادہ ہے۔ سارے سپاہی شیر اور ہاتھی کی طرح مضبوط بازو اور کھلے جبڑے والے ہیں، چیتے اور گھڑیال کی طرح سخت دل اور آہنین جگر اور ببر شیر اور بھیڑیا کی طرح جنگی اسلحے سے لیس ہیں۔

خسرو، جس کا کہربائی رنگ کا چھوٹا نیزہ پہاڑ کو تنکے کی طرح خرمن خاک سے اچک لیتا ہے اور حملہ کے وقت بھاری بھرکم پہاڑ کو تنکے کی طرح ہلکا تصور کرتا ہے، پہاڑ کے اندر سرایت کر جانے والے پیکان کی نوک کو سخت پتھر کے آر پار کر دیتا ہے، بجلی سی تیز رفتار اور الماس جیسی سخت کردار تلوار سے سخت پتھر کی پرتیں جدا کر دیتا ہے۔ زبردست حشم وخدم کے ساتھ جو شہاب کی طرح زخمی کرنے والے، ثریا کی طرح گروہ در گروہ، سیلاب کی طرح خوفناک اور دریا کی طرح شان وشکوہ والے لاتعداد تھے، دامن کوہ میں آ کر پڑاؤ کیا۔

نہروالا کے سوار و پیادہ اور دیگر طبقے کی ہندستانی فوج، جن کے لاتعداد سپاہیوں اور

بے انتہا کمک کے تصور سے انسانی قوت واہمہ عاجز تھی اور اہل عالم کے قلم ولــو ان مــا فــی الارض مــن شــجــرۃ اقلامٌ (لقمان 45) ۔زمین میں جتنے درخت ہیں اگر سب کے سب قلم ہو جائیں تو بھی اللہ کی بات کو لکھ نہیں سکتے ۔کے مطابق اس کی تحریر میں وفاداری نہ دکھا سکے یعنی ان کو لکھ نہ سکے ۔شگون کے طور پر گھاٹی کی راہ سے نہیں گزری، کیونکہ ایک بار شاہی علم، اللہ اسے برکتوں کا اہل بنائے، اس سمت سے گزرا تھا اور گردش زمانہ کے نتیجہ میں وہاں اسے چشم زخم دیکھنا پڑا تھا۔ اس حکومت کی تمنا میں انھوں نے غلط اندازہ لگایا کہ شاید دوسری بار کعبتین (ہڈی کے دو مربع شش پہلو پانسے جن سے چوسر کھیلا جاتا ہے) مراد کا نقش صحیح جگہ پر پڑے، بساط ہوس پر مقصد کا شطرنج ہاتھ لگے اور قسمت کے تخت پر عذرا (شطرنج کے ایک مہرے کا نام) کی امید برآئے، خون کے ہاتھوں آرزوؤں کی تاریک چشم کامیابی کا سرمہ لگا کر روشنی محسوس کرے اور کامیابی کے تصور سے جسے آئینہ خیال میں خواب کے طور پر دیکھتے تھے، بیداری میں بھی نظر آ جائے۔منصور و مظفر خادموں کی ایک فوج اور سرحدی محافظوں کا ایک دستہ اپنی جگہ سے جو اسے تنگ معلوم ہو رہی، تھی پیچھے ہٹ کر بیٹھا۔

اس صورت حال کا مشاہدہ کر کے اہل کفر و ضلالت کا دل جھوم اٹھا اور کمال رغبت سے جنگ کے لیے ایسی تیاری کے ساتھ آمادہ ہوئے جس کا تصور نگار خانہ خیال میں نہیں کیا جا سکتا تھا اور دو اسپہ یعنی تیز فہم قوت وہم کے شہسوار بھی اس کے گھوڑوں کی گرد میں شگاف نہیں ڈال سکتے ۔ شاہین فکر اس کے مقدار کے ادراک کی فضا میں پرواز کرنے سے عاجز رہا۔نقاش نقش بندی کے ذریعہ اس کے چہرے کی خط کشی نہ کر سکے یا اس کا خاکہ نہ بنا سکے۔آہنی پہاڑ کی طرح صف بندی کی اور دامن کوہ سے نکل کر صحرائے جنگ اور میدان نام و ننگ کا رخ کیا اور یہ گمان کیا کہ ان کی شان و شوکت اور شجاعت و بسالت سے حوزہ اسلام کے حامیوں کے دل میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ جائے گی۔حریم دین کے محافظوں کے ضمیر میں ان کا رعب و دبدبہ سما جائے گا اور یقیناً انھیں اس کی شناخت نہیں ہوئی۔

برکشد دشمن ترا گردون
لیک بر نہ گذارند از سر دار

دشمن تجھے آسمان پر کھینچے لیے جارہا ہے۔لیکن اسے سردار سے آگے نہ جانے دیں گے۔

دو کینہ جو فوجیں چار دن تک ایک دوسرے کے مقابل کھڑی رہیں اور میدان کارزار کے اسباب واسلحے کی نظم وترتیب میں مشغول رہیں۔ ربیع الاول کی تیرھویں تاریخ کو اتوار کی رات بادشاہ کے ماہ پیکر علم طالع سعد کے ساتھ منزل سے روانہ ہوئے اور صبح کو ان کے فوجی پڑاؤ پر پہنچ گئے۔

جس وقت خسرو سیارگان (ستاروں کے بادشاہ سورج) نے کانھا المرأة فی کفة الاشل۔(گویا وہ مفلوج کے ہاتھ میں آئینہ ہو) لعل پیکر چھتری کو سیمابی افق سے باہر نکالا، اور زنگاری آسمان پر سرخ ڈھال نمودار کیا، تو دونوں فوجوں میں لڑائی چھڑ گئی، اسلامی فوج نے روز مرہ کے لباس کی جگہ جنگی لباس زیب تن کیا، معرکہ کارزار میں شطرنج کے ساز وبرگ کی طرح صف آرائی کی، ساری فوج نیزے کی طرح سیدھی قد وقامت، تیر کی طرح بالکل راست، کمان کی طرح سرکش، ڈھال کی طرح فراخ سینہ، پیکان کی طرح تیز پنجے والی، بھالے کی طرح پاک خصال، تلوار کی طرح خون جگر سے اپنا چہرہ دھوئی ہوئی یا کٹاری کی طرح جنگ کی پیاسی، زوبین (چھوٹا نیزہ جس کا سرا دوشاخہ ہوتا تھا، اور قدیم جنگوں میں اس کو دشمن کی طرف پھینکتے تھے) کی طرح موت کا خبط بہادری کے سر میں سمائے، آہنی کلاہ کی طرح زرہ کا دامن پائے فخر تک دراز کیے ہوئے جوشن یعنی آہنی لباس کی مختلف کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے پیٹھ لگائے اور حلقہ زرہ کی طرح صفوں کو باہم جوڑے ہوئے تھی۔

ایسے جرار ونامور، پہاڑ صفت اور دریا مثال حشم وخدم کے سامنے دشمن کی فوج نے شرک وضلالت کے علم کیوان کی بلندی پر لہرانا شروع کیے۔اس سبز گنبد پر ثریا کی طرح فوج کے قلب اور بازوؤں کو ترتیب دی اور میمنہ اور میسرہ کو حسب دستور صف آرا کیا۔اس طرح وہ جنگ وجدل کے لیے آمادہ ہوئے۔

ساری فوج نیزے کی طرح ظلم وجور اور کینہ وعداوت پر کمر بستہ تھی، بھالے کی طرح جنگ کی بھٹی میں آگ بھڑکا رہی تھی، تیر کی طرح تدبیر میں یک دل ہو کر سیدھی کھڑی تھی، کشت وخون کے وقت کمان کی طرح ظلم پیشہ تیر کج کئے تھی۔مقابلے کی شکل میں سوہان یعنی لوہے کے

ہتھیار کی ٹکر سے جنگ کی آگ اور تیز ہوگئی، ڈھال کی طرح سینے کو کینہ وعداوت کا نشانہ بنائے تھی تلوار کی طرح چرخ عنا و مشقت کی گردش میں جلا پائی تھی۔ خنجر کی طرح جنگ کی دوا پی کر گوہر شجاعت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ جوشن کی طرح غیض وغضب اور کینہ وعداوت سے چین ابرو بر وبر ہم تھے۔ زرہ کی طرح معرکہ کارزار کی حرص میں ہمہ تن چشم بنے ہوئے تھے، خود یعنی آہنی کلاہ کی طرح مصقلہ (قلعی کرنے کا آلہ) سے قتال وجدال کا گرز پاک صاف کیے۔ چھری کی طرح سنگ فساں (پتھر جس پر چھری یا چاقو تیز کرتے ہیں) پر جنگ کی چکی تیز چلنے لگی تھی۔ گوہر کی طرح آنکھوں کے اطراف طعن وضرب سے کھلے ہوئے تھے۔ جنگی آلات کے صفحے کی طرح چہرے خالص خون سے دھوئے ہوئے تھے۔

دیو پیکر، کوہ شکل، ابر مانند، آسمان پیکر، شہاب مخبر، برق شکوہ اور صاعقہ صفت ہاتھیوں پر برگستوان (وہ لباس جو زمانہ قدیم میں بہادر لوگ میدان جنگ میں پہنتے تھے اور گھوڑوں کو پہناتے تھے) ڈال رکھے تھے۔ ان کی اژدہے جیسی شکل کی سونڈ ہو جو گویا چوگان ہلال ہے، میدان سپہر سے آفتاب کا گیندا چک رہی تھی۔ اور نسرین چرخ پایہ اور جوت فلک (برج کا نام) کے دام ہوگئی تھی۔ نیز آسمان کے عربدہ یا جنگجو ترکوں کا پٹہ اور پاسبان آسمان کے ہندی طوق کی شکل کی ہوگئی تھی۔ وشاخ یعنی سینہ بند کی طرح جوزا کے جسم اور ثریا کی گردن سے لٹک گئی تھی۔

مبارک ومسعود علم لہرانے لگے، جنگ کی شکل پیدا ہوئی فوجیں حرکت میں آئیں، ہر طرف سے جنگ چھڑ گئی، مقابلے کی چنگاری خاک کی پستی سے اڑ کر افلاک کی چوٹی پر پہنچ گئی، قتال وجدال کی آگ بھڑک اٹھی، دیو پیکر ہاتھیوں کی خوں ریز فوج کی بدولت معرکہ کارزار کی زمین پر خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ ان کوہ پیکر ہاتھیوں کی ہیکل سے معرکہ کارزار کی فضا دریائے نیل کی طرح ہوگئی۔ گھوڑوں کی ٹاپ کی گرد سے آفتاب کی نور بخش چشم ڈھک گئی، چاند کا صفحہ روز محشر کے گناہ گاروں کے اعمال نامے کی طرح سیاہ ہوگیا۔ گرد وغبار کی وجہ سے صاف ستھری فضا زنگی کے چہرے اور وحشی کی رخسار کی طرح سیاہ ہوگئی۔ دنیا کوؤں کے پر اور بازو کے تلے نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ فارسلنا علیھم ریحا صرصراً وجنوداً لم تروھا۔ (احزاب 9) ہم نے ان پر تیز آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا۔) کی صورت حال پیدا ہوئی، گویا آسمان نے گرد

وغبار کی وجہ سے زمین کی طرح انتہائی گردآلود لباس پہن لیا ہوا اور زمین فولاد پوشوں کی وجہ سے آسمان کی طرح جوشن والی ہوگئی ہو۔

ضمیرانی تلوار نیلگوں صفحے پر خون کا سیلاب بہا رہی تھی۔ نیلوفری خنجر اپنے آبدار پیکر سے آگ بھڑکا رہا تھا۔ ناچخ دیلمی (دیلمی چھوٹا نیزہ) جنگجوؤں کے دل وجگر آنت سے راز کی بات کہہ رہا تھا۔ شل ہندی (ایک ہندوستانی ہتھیار) سرداروں کے سر میں راستہ بنا رہا تھا۔ پیشانی میں شگاف ڈالنے والا گرز گردنکشوں اور باغیوں کے جسم اور بازوؤں کو کوٹے ڈال رہا تھا۔ ژوبین (ایک قسم کا ہتھیار) گھوڑوں اور سواروں کے سینے کو ایک دوسرے سے پیوست کیے دے رہا تھا۔ چار پروں والا تیر جنگجوؤں کے دماغ کو نشانہ بنا رہا تھا۔ موشگاف پیلک (دوشاخہ تیر جو بال میں شگاف ڈالنے والا ہو)۔ آنکھوں کے گھیرے اور غلاف کو نشانہ بنائے ہوئے تھا۔ خطی نیزہ سورماؤں کے جگر سے سیراب ہو رہا تھا۔ جان لیوا بھالا بہادروں کے جسم میں جاگزیں ہو رہا تھا۔

آفتاب کے پیکر زریں کے سیم سیما افق سے طلوع ہونے کے وقت سے لے کر اس کے چڑھنے کی رفتار کے ساتھ ساتھ جنگ کی آگ بھی مزید بھڑک گئی تھی۔ دوپہر کے قریب یہ آگ ٹھنڈی پڑی اور لشکر کفر وضلالت نے میدان جنگ سے پشت پھیری۔ اسلامی فوج کی پامردی اور خوف سے وہ فوج میدان کارزار سے بیابان کی طرف فرار کر گئی۔ جلد بازی میں وہ رکاب اور باگ اور نشیب وفراز میں فرق کرنا بھول گئی۔

زیادہ تر ہندوستانی سردار مقابلے کے دوران قید ہوئے اور تقریباً بیس ہزار شمشیر آبدار سے جہنم رسید ہوئے۔ کشتوں اور زخمیوں کی تعداد اتنی تھی کہ پہاڑ اور پشتے کے برابر ہو گئی۔ باغیوں کے سر چوگانی گھوڑوں کے پاؤں تلے گیند کی طرح لڑھکنے لگے۔

خون کی موجوں سے سرزمین ہند اور قصر آسمان ہفتم نے لعل بدخشاں کا روپ دھار لیا۔ صحن ششم (چھٹے فلک) کے مسند سیمائے قاضی نے ارغوان اور ہرمان کی سرخی اپنالی۔ خطہ پنجم (پانچویں فلک) کے جلاد کی نیلوفری تلوار نے پیکر گلزار ولالہ زار کی شکل اختیار کر لی، میدان چہارم (فلک چہارم) کے شہ سواروں کے قبا نارنگی اور عنابی رنگ کے ہوگئے۔ رواق سوم (تیسری چھت

یعنی فلک سوم) کے رامشگر (مطرب زہرا) کی زمین کا حصہ عرق گل سے رنگین ہوگیا۔ بارگاہ دوم (فلک دوم) کے دبیر کی سنہری دوات خالص شراب اور پگھلے ہوئے عقیق سے بھر گئی۔ ایوان اول (فلک اول) کے قاصد کا زرنگار لباس رومی شنگرف یعنی سرخ روشنائی سے آلودہ ہوگیا تھا۔ دریائے خون کے بخارات چرخ سقلاطون کی بلندی پر پہنچ گئے۔ ماہی یعنی برج ماہی کا سیم اندود جوشن خون کی تری سے طبرخون (ایک درخت جس سے سرخ رنگ بنتا ہے) کے رنگ میں رنگ گیا۔

سور ماؤں کا سردار رائے دہلہ، جس نے مارے غرور کے اپنا سر چرخ نہم کی چوٹی پر رکھ چھوڑا تھا، بلا اور مصیبت کے پاؤں میں پھنس کر روزانہ سات آٹھ مرتبہ ہوا و ہوس کے گھوڑے پر سوار ہوتا۔ غم و اندیشہ کے ششدر (محل ہلاکت) میں اس کے حواس خمسہ اسیر ہو گئے تھے۔ آرزوؤں اور امیدوں کی بساط پر کعبتین چشم چار کیے ہوئے تھا کہ عجلت کے ساتھ دو اسپہ رفتار سے طے کرنے والی تین منزلوں کے فاصلے کو ایک منزل کے فاصلے میں بدل دے، میدان دار و گیر میں خسرو شیر گیر کا ہم عناں ہو کر لومڑی کی طرح پیٹھ پھیر کر راہ فرار اختیار کیا، شاہ جہانگیر (دنیا کا فتح کرنے والا بادشاہ) کی تلوار کے خوف سے اس طرح دم دبا کر بھاگا جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔ خسرو کے خنجر کے خوف سے اس طرح فرار کرنا شروع کیا جس طرح کبوتر عقاب کے دبدبے سے بھاگتا ہے۔ راستے بھر نمکین پانی اور ببول کے کانٹے کو راح و ریحان (خوشی اور شادمانی) سمجھتا رہا۔ جنگل اور اوبڑ کھابڑ راستے کو باغ و بستان تصور کرتا رہا۔ گویا وہ لعین چند دشمنان دین کے ساتھ مرکب فراق پر سوار ہو کر ایک ہی دن میں پوری مسافت طے کرے گا۔ شاہ کی تلوار کے خوف سے میدان کارزار سے ہزیمت و شکست کی آواز فلک تک پہنچ گئی۔ بیس ہزار سے زیادہ غلام اور اٹھائیس زنجیر ہاتھی مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے۔ بے شمار مویشی اور ہتھیار جو شمار میں نہیں آتے دستیاب ہوئے۔ اسلامی فوج بے انتہا نقد و جواہرات سے مالا مال ہوگئی، اور بے اندازہ غنائم سے جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، مال دار ہوگئی۔ گویا دنیا کے سلاطین کے خزانوں کے دروازے ان پر کھل گئے اور معمورہ عالم کے دفینے ان کے ہاتھ لگے۔

شہر نہروالا، جو دریا بار (دریاؤں والے) علاقوں میں مشہور ترین علاقہ ہے اور ایک جداگانہ ملک کی حیثیت رکھتا ہے، حریم مملکت میں شامل ہوا شاہانہ انعام و اکرام کا خورشید

خاص و عام سب لوگوں پر سایہ فگن ہوا۔ ایک دنیا اس کے سایہ عدل وانصاف ورافت ورحمت میں آئی۔ باغ شریعت وسنت عدل وداوگری کے انوار کی برکت سے پر رونق ہوئے۔ فتح وپیروزی کے علم سپہر فیروزہ کی بلندی پر لہرانے لگے۔ نصرت وخوش نصیبی کی آیات مہر وماہ کے رخ پر لکھی جانے لگیں۔

روشن ضمیر دبیر، جس کی سرعت کتابت کی وجہ سے زود رفتار ماہ بھی حیرت کی انگلی دانتوں تلے دباتا، راست تدبیر تیر اس کے ذہن صاف ورسا کی غیرت سے فکر کے پوروں کو حیرت کے دانتوں تلے کاٹتا، خوش نواز زہرہ اس کے قلم کے صریر کے رشک میں اپنے مزامیر اور چنگ باجے کو پتھر سے ٹکرا دیتا۔ دنیا کو سجانے والے آفتاب نے اس کے درفشاں الفاظ کے انوار سے بساط فلک کی مہرہ چینی کی (دوستی ختم کردی)۔

تیغ زن مریخ اس کے الماس جیسی سخت زبان کی تیزی سے عمل کا خنجر چلاتا، حسین چہرہ مشتری اس کے گہر ہائے کلام کے سامنے دراور شکر کا تذکرہ نہ کرتا، بلند مقام زحل اس کی اعلیٰ عبارت کی سواری پر غلامی وبندگی کی چادر ڈال دیتا۔ مشہور فتوحات کا تذکرہ مشک بار قلم سے کرتا آب زلال (شیریں پانی) اور سحر حلال (اعلیٰ نظم ونثر یا حیرت انگیز ہنر) جیسے الفاظ کو نظم کا روپ دیتا، سلک عبارت اور سطر کتابت کو درو گوہر سے پروتا۔ پانی اور آگ اس کی آتشیں اور آبی طبیعت کے رشک میں عرق ندامت سے شرابور ہوجاتے۔ اس کے قلب سلیم ودماغ رسا کی وجہ سے ہوا سر پر خاک اڑاتی، اور غوطہ خوروں کی طرح دریائے فکر سے قیمتی گوہر نکال کر پیش کرتی۔ تختہ دانش پر صراف کی طرح خالص الفاظ کے نقوش بکھیرتی، سکہ ڈھالنے والے کی طرح ٹکسال کے کارخانے میں زر معانی کے سکے ڈھالتی، اس کا زرد پیکر قلم سفید صفحہ پر سیاہ تل رکھتا، ریشمی کپڑے پر عبیر خوشبو سے خط کشی کرتا۔ ہاتھی دانت کی طرح سفید میدان میں دو گھوڑے کی رفتار سے پا پیادہ راستہ طے کرتا۔ روز روشن کی پیشانی اور رخسار کو تاریک شب کی زلف اور خال سے آراستہ کرتا، گویا اس کے غالیہ خوار قلم (مرکب خوشبو سے معطر قلم) کی نوک سیاہ صحرا پر گرویدہ ہوگئی ہے۔ اس کے کلوٹے قلم کی زبان تارکول کے دریا کی عاشق ہوگئی ہے، تدبیر سے پر دبیر جب فتح نامہ لکھنے سے فارغ ہوا۔ فن تحریر ونویسندگی میں براعت یا خوشنویسی کی رسم ادا کی۔ ادب میں خوش سلیقگی کی

موشگافی کی خاطر سخن آرائی کی۔ ارکان دولت خلعت فاخرہ سے نوازے گئے اور مراحم خسروانہ سے بہت زیادہ بہرہ مند ہوئے۔

خسرو پیروز جنگ کا علم اقبال کے گھنے سائے تلے اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔ مبارک شاہی سواری کے پہنچنے کے وقت دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ صوبہ کی آبادی اور اس کے نظم ونسق کے لیے شہر کے دروازے پر چند دن قیام کیا۔ بلندی کے سراپردہ یعنی بڑے خیمے کی طنابیں آسمان کے چار طاق تک پہنچ گئیں۔ دین کا اعزاز واکرام اور حکومت کا اقتدار واستحکام مختلف طریقے سے حاصل ہوا۔ وہاں سے عنان مبارک دہلی کی طرف، جو مطلع خورشید دولت ہے، موڑ دی۔ خوش نصیبی کے ہمراہ جب مستقر عزوجلال یعنی دارالخلافہ واپس لوٹے تو حسب عادت مالوف خزانہ جودوکرم کے دروازے کھول دیے اور اپنے زرفشاں ہاتھوں سے، بحروکان کے ذخیرے بخشنا شروع کر دیے۔

اظہار اخلاص کے طور پر انواع واقسام کے نفیس سامان اور نقود حضرت غزنہ، اللہ اس کے سائے کو بڑھائے، کی خدمت میں بھیجے گئے، اور مجلس اعلیٰ یعنی شاہی مجلس میں، سدا بلند ہوتی رہے، مقبول وپسندیدہ شخصیت قرار پائے، اس کا صفحہ حال شاہانہ حسن آرائش کے زیور سے رونق افروز ہوا، خدا کرے وہ مسند جلال پر سپہر آرا آفتاب کی طرح ملک کے تخت پر زندہ وپائندہ رہے، خسرو کے مآثر ومفاخر کے آثار ملک کے دور دراز علاقے تک روز بروز ظاہر ہونے لگے۔ اس کا ملوکانہ مقام وشاہانہ ہمت وحوصلہ اور مساعی جمیلہ کے حسب خواہ بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ بربط نواز ناہید نے کیت (سرخ بال اور سیاہ دم والا گھوڑا) اور ادہم (سیاہ گھوڑا) کے نعل کو اپنے کان کا گوشوارہ بنایا۔ کینہ ساز بہرام نے فرقد سا علم اور چھتری کو آفتاب کے ہاتھوں بلند کیا، قیصر روم اس کے فلک فرسا رکاب کے سامنے سبز آسمان کے کیمخت (گھوڑے یا گدھے کا دباغت شدہ چمڑا) کی طرح زنگاری چادر کاندھے پر ڈالے ہوئے۔ فغفور چین (چین کے قدیم بادشاہوں کا لقب) سائے کی طرح آفتاب کے پیچھے رواں دواں تھا۔

☆☆☆

قلعۂ کالنجر کی فتح کا ذکر

رومی جیسے سفید دن نے ہندی جیسی تاریک رات پر جب چند بار حملہ کیا، آفتاب کے تلوار نے آسمان کے سیمیں جوشن کو چاک کیا اور ہلال کا زریں ناچخ (چھوٹا نیزہ) سیر صفت ہوا یعنی گردش کرنے لگا۔ مشتری رائے خسرو نے خود اپنے نور قلب سے چرخ اثیر (کرہ ہوا کا بالاترین اور درخشاں ترین حصہ) کی مشکل کشائی کی، حسن تدبیر سے تقدیر کے سررشتہ کی بازیابی کی، آئینہ حال میں مستقبل کی صورت دیکھا اور آج کے نسخے سے کل کا حساب معلوم کیا، یعنی آج کے صورت حال سے کل کی کیفیت کا پتہ چلایا۔ اہل شرک وضلالت سے معرکہ آرائی پر کمر بستہ ہوا۔ اس کی شاہانہ ہمت، جو اپنا سر رفعت قبہ چرخ بریں پر ٹیکتی ہے اور اس کا قدم رتبت، جو ماہ و پروین کے قبے پر رکھتا ہے، اس کی شاہانہ عزیمت، جو میدان جنگ میں اپنا گیند براق صبا سے اچک لیتی ہے اور تیز روی میں بادِ نکبار سے بازی لے جاتی ہے، ہندوستان کے قلعوں کو آزاد کرانے میں مصروف ہوئی۔

599 ہجری کے مہینوں میں اس نے اپنی کامیابی کی باگ کالنجر کی طرف موڑ دی۔ اپنی مبارک و مسعود قسمت کے ساتھ، جبکہ شاہ کا آفتاب جیسا علم لہرا رہا تھا اور عطارد بادشاہ سلامت کی مدح وثنا میں لب کشائی کر رہا تھا، ناہید نے سازگاری

کا گردن بند ہاتھ میں لے رکھا تھا، خورشید نے ہوا خواہی اور دوستی کا پٹا کمر میں باندھ رکھا تھا، بہرام نے بندگی اور شاطری کا حلقہ کان میں پہن رکھا تھا، مشتری اخلاص وفرماں برداری کے قدم پر کھڑا ہو گیا تھا۔ کیوان نے کہتری اور خدمت گزاری کی چادر کاندھے پر ڈال رکھی تھی۔ فلک حصول امانی وآرزو براری کی نوید دیتا تھا۔ فرشتہ جاہ وجلال کی مزید فراخی اور عرصہ مملکت کی مزید وسعت کی خوش خبری سنا رہا تھا۔ خورشید سای اور عالم آرا علم، سدا لہراتے رہے، خداوند عالم، سلطان عادل اعظم، صفدر ایران وتوران، تہمتن صاحبقران، حاتم روزگار، رستم روز پیکار، بادشاہ جوان بخت، جہاں بخش، آسمان قدر، کیوان قصر، مشتری خصال، مریخ فعال، خورشید آثار، ناہید دیدار، عطارد بناں، ہلال چوگاں، شمس الدین والدنیا، اللہ اس کے ملک واقتدار کو سدا باقی رکھے اور اس کی قدر ومنزلت میں اضافہ کرے، جس کی ہر تلوار کے گوہر اور جس کے ہر خنجر کے صفحے پر جہانگیری اور عالم ستائی کے آثار نمایاں تھے۔ اس کے نور گستر طلعت کی چادر اور اس کے خورشید پیکر پیشانی کی روشنی میں برجیس کی سعادت اور ناہید کا لطف روشن تھا۔ دنیا والوں کی آنکھ میں دو جہاں کشا اور عدو بند سورماؤں اور دو سرور خورشید رائے فیروز جنگ کی بدولت روشنی آئی، ملک کا بازو اور حکومت کی کلائی دو جمشید رایت شہر یار (بادشاہوں) کی وجہ سے قوی اور توانا ہوئی۔ سپاہ دین کی پشت میدان کینہ وعداوت کے دو شہسواروں کی بدولت استوار ہوئی۔ گویا دو سعد اختر ستارے جہانداری کی برج میں باہم مل گئے ہیں۔ یا دو گوہر شرف بختیاری اور خوش نصیبی کی اوج میں اکٹھے ہو گئے ہیں۔ دو جنگی شیروں یعنی بہادروں نے دلیری اور انسانیت کا علم زہرہ اور پروین کی بلندی سے آگے نکال دیا ہو۔ دو دلاور ہبر شیر نے شجاعت وفرزانگی کا علم ماہ ومشتری کے رخ پر نصب کر دیا ہو۔ نہ تو چرخ کہن سال کی آنکھ نے ایسا جواں بخش جہانگیر اور بہادر بادشاہ دیکھا تھا اور نہ زمانے کے کان نے ایسا خسرو نشان تہمتن سردار کو سنا تھا۔ ایک اپنے عزم وارادے کو عملی شکل دینے میں تیز رفتار بادصبا

سے بھی سبقت لے جاتا، تو دوسرا عزم وجزم کی پائیداری سے گراں سنگ خاک پرفوقیت وبرتری جتاتا۔ نہ پانی کے اندر اتنی توانائی کہ اس روز بزم کی لطافت کی برابری کا دعویٰ کر سکے اور نہ آگ میں یہ صلاحیت کہ اس ہنگام رزم کی شدت وسختی کے ساتھ برتری کی لاف زنی کرے۔

ایک ان میں تیر، نیزہ، شل اور شمشیر کے ساتھ پیدا ہوا تھا۔(ان چیزوں سے اس کا سروکار تھا۔) دوسرا جودوکرم اور ناز ونعم کے ساتھ محض فضل وکرم سے معرض وجود میں آیا تھا۔ ایک نے نیکی اور بھلائی کے قلم سے امیدواروں کی حاجت روائی کی، دوسرے نے اپنے ابر صفت ہاتھ سے آرزومندوں کے نام عنایتوں کے رجسٹر پر ثبت کیے۔ اس (اول الذکر) کی تیغ فتنہ نشاں کے خندہ صبح نے ملک کی تیغ صبح پر فتح کا دروازہ کھول دیا۔ اس دوسرے کے کف درفشاں کی ابر جیسی گریہ وزاری نے دست ابر کے لیے دروازہ کھول دیا۔ ہوا نے اس (اول الذکر) کی خونخوار تلوار کی حدت سے آگ کی طرح سوزندگی کی ساری خصوصیت کو قبول کیا، اور خاک اس (ثانی الذکر) کے کف گہر بار کے رشک سے شرمساری کے پسینے سے پانی کی طرح ہمہ تن شرابور ہوگئی۔

اس کی تلوار کے وار سے پہنچنے والے بخارات نے اس طرح اوپر چڑھنا شروع کیا کہ ادہم شب (رات کے سیاہ گھوڑے) اور اشہب روز (دن کے سفید گھوڑے) نے اشقر سرخ بال والا گھوڑا، جس کی گردن اور دم سرخ ہوتی ہے) کا روپ دھار لیا۔ اس کی نوازشوں سے دریائے جودوکرم اس طرح موج زن ہوا کہ دنیا موسم خزاں کے باغ کی طرح سیم وزر سے مالدار ہوگئی۔ بلکہ اپنی آبدار تلوار سے عقیق کا سیلاب اس نے اس طرح بہایا کہ خاک میں خون کی موجوں کے درمیان لعل بدخشاں کے پیکر کی نمائش کی اور اس نے اپنے سحاب اثر ہاتھ سے سخاوت کی ایسی بارش کی کہ صحن خاک ٹکسالی کی جھونپڑی کی طرح درہم ودینار سے بھر گیا۔

نہیں نہیں، اُس کی تلوار نے کرہ افلاک کو نشتر لگانے والے کے نشتر کی طرح خون کی موجوں میں غلطاں کر دیا، اور اس بساط کے ہاتھ نے ادیم زمیں کو سبز آسمان کے کیمخت (گھوڑے یا گدھے کے دباغت شدہ چمڑے) کی طرح درو گوہر سے سجا دیا۔ ایک نے اپنی کلائی کی توانائی سے برج جوزہ کے پٹے اور برج ذنب کی گرہ کھول دی۔ تو دوسرا زور بازو سے ستاروں کے

پٹے اور مجرہ یعنی کہکشاں کے حمائل کو توڑ دیئے بلکہ وہ نبرد گاہ سے انتہائی اشتیاق کی بنا پر پیکان کے کانٹوں اور بھالے کے ناخنوں کو گلستاں اور لالہ ستاں تصور کرتا تھا۔ اور یہ انتہائی تشنگی کی وجہ سے میدان جنگ میں خنجر کا جرعہ (گھونٹ) اور تلوار کے الماس (سختی) کو راح و ریحان یعنی اسباب راحت سمجھتا تھا۔

اُس ایک آدمی نے آئینہ فام آسمان کی طرح انتقام کا جوشن یعنی آہنی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ اور بہرام کی طرح خون آشام تلوار غلاف سے نکال کر اس انداز سے بول رہا تھا۔

یکے تیغ دارم بجنگ اندرون
کہ ہم رنگ ابر ست و بارانش خون
ہمی آتش افزود از گوہرش
ہماں مغز پیلان بساید سرش

جنگ کے دوران میرے پاس ایک ایسی تلوار ہے جو بادل کا ہم رنگ ہے، اور اس کی بارش خون ہے۔
اس کے گوہر سے آگ برس رہی ہے اور اس کے ہاتھیوں کے دماغ کو گھستا ہے۔
اس ایک نے پیکان آتش کو زہر میں بجھایا تھا اور چار پر والے تیر کو شاہی کمان میں رکھ کر چلایا تھا۔
اس نے بھالے جیسی زبان صورت حال کی تعریف میں کھولی۔

کہ خو کردہ جنگ شیراں منم پناہ دلیران ایراں منم
بسی سر جدا کردہ دارم ز تن کہ جز خاک تیرہ نبودش کفن
ز قرباں چوں چاچی کماں برکشم زمانہ برآرد سر از ترکشم

میری عادت بہادروں سے جنگ کرنے کی رہی ہے۔ ایرانی دلیروں کی میں پناہ گاہ ہوں۔ بہت سے سروں کو جسم سے جدا کیا ہے۔ جن کا کفن سیاہ خاک کے سوا کوئی چیز نہیں رہی ہے۔ نزدیک سے جب چاچی کمان (چاچ شہر کا بنا ہوا کمان) چلاتا ہوں تو زمانہ میرے ترکش سے سر باہر نکالتا ہے۔

اُس ایک نے خونخوار خنجر کے ساتھ جنگی آہنی ٹوپی سر پر رکھی، اور اجگر پیکر چھوٹے نیزے کی طرح جہانگیری پر کمر بستہ ہوا اور ان الفاظ سے گوہر فشانی کرنے لگا۔

گر چرخ بکام ما نگردد

چنبرش ز ہم فروکشائیم

آسمان اگر ہمارے حسب خواہ نہ ہوا تو اس کے حلقے کو ہم کھول ڈالیں گے۔

دوسرے نے کمند پیچاں (پیچ در پیچ کمند) اور گوپال فتنہ نشاں (فتنے کو دبانے والا گرز) نکال کر آسمانی رنگ کے بھالے سے شبرنگ زہرہ جبیں کے کان پر نشانہ لگایا، اور اس انداز سے کہہ رہا تھا۔

مرا چوں بکف گرز و شبرنگ زیر بچشم چہ نر اژدھا و چہ شیر

کشم رازہای فلک سر ز کیں چہ باک آیدم ز اژدہای زمین

میرے ہاتھ میں جب گرز اور شب رنگ زیر جامہ کپڑا ہو تو میرے سامنے کیا نر اژدہا اور کیا شیر، یعنی مجھے ان کی پروا نہیں۔

کینہ وعداوت سے جب میں آسمان کے رازہائے سربستہ کو فاش کرتا ہوں تو زمین کے اژدہے سے ہمیں کیا خوف۔

بلکہ اس نے ضمیرانی (ضمیران کی طرف منسوب) جیسی ارغوانی (سرخ) کمر میں زنگاری زرہ پہن رکھا تھا، نیلوفری تلوار سے پھول کی طرح کا سرخ ڈھال لیے ہوئے تھا عبارت کے ہیرے سے اس انداز سے شاہوار موتی پرور ہا تھا۔

دل سپہر شد بیکم از سپندانی

ز بیم صفحہ تیغ چو کند نای ملست

آسمان کا دل سپندان یعنی صحرائی رائی کے دانے سے بھی کم تھا۔ صفحہ تیغ کے خوف سے میری بانسری کند ہو گئی ہے۔

بلکہ اس نے لالہ پیکر خفتان یعنی جنگی لباس پہنا، نرگس کی طرح آہنی ٹوپی سر پر رکھا اور سوسن پھول کی طرح دسیوں زبان سے محو گفتگو ہوا۔

زمانہ نہ گردد ز من در نبرد

از آن پیش کش گویم از راہ برد

زمانہ میدان جنگ میں مجھ سے بازی نہیں لے جاسکتا۔ اس سے پہلے کہ کہوں اس نے بے راہ

کر دیا۔

اس دوسرے (آدمی) نے شاخ بید کی طرح خنجر اخضر کو عداوت وکینہ کے ہاتھ میں لیا، گلبن (پھول کے درخت) کی طرح غنچہ جیسا پیکان قہر وغضب کے تیر سے روانہ کیا اور تیر کے سوفار (دہانہ تیر) کی طرح فخر کی زبان سے یوں گویا ہوا۔

پیش پیکان من کی آید کوہ
گر بداند کہ چیست جان بازی

میرے پیکان کے سامنے پہاڑ کی کیا مجال کہ آئے اگر اسے معلوم ہو جائے کہ جانبازی کیا چیز ہے۔

پیچدار نیزہ کے خوف سے نیزہ چلانے والا سیماب (پارہ) کی طرح کانپنے لگا، اور خدنگ پراں (اڑنے والے تیر) کے خوف سے نسر طائر (چیل) کو کبوتر کی طرح جان جانے کا ڈر لاحق ہوا۔

اس کی تلوار کی گندنا برگ (ایک طرح کی سبزی جس سے پیاز کی بو آتی ہے) پر حیرت ہے کہ اس کے خون کے بخارات سبزہ زار آسمان کو لالہ گوں بنا رہے تھے۔ اور اس کے خنجر کے سداب رنگ (شاخ اور پتے سے بھرا درخت) پر تعجب ہے جو زمین کے گیند کو دریائے خون کی لہروں میں غوطہ زنی کراتا، اس کے نقصان کے ڈر سے مچھلی نے دریا کی گہرائی میں سیمیں جوشن زیب تن کر رکھا ہے اس کی ضرب یعنی چوٹ کی شان وشکوہ سے آفتاب آسمان کے زنگاری ڈھال میں روپوش ہو گیا۔ وہ پہاڑ کو آر پار کر جانے والے تیر کی سختی سے سانپ کی تیزی دندان کو ظاہر کرتا تھا، تو یہ گو ہر جرم سے آئینے کی طرح زہرہ اور پروین بھرا آسمان دکھاتا تھا۔

کبھی یہ گرد وغبار کے پردے سے فرشتے کے رخ کی طرح اہرمن کے لباس میں ظاہر ہوتا اور کبھی وہ گرد کے حجاب میں آفتاب کی طرح اہل شک کے دلوں میں یقین پیدا کرتا۔ کبھی وہ آفتاب صفت پیکر نظر آتا جو گرد وغبار کے بادل کی اوٹ سے نورانی نقوش نمایاں کرتا، اور کبھی وہ آگ جیسا جوہر نظر آتا جو گرد کے دھوؤں سے زریں شعلے نمایاں کرتا۔

کبھی اس کا آسمان پر چلنے والا گھوڑا بلندی میں چاند کا ہمرکاب ہوتا، اور کبھی اس کا میدان کو سر کرنے والا رخش گھوڑا پستی میں مچھلی کا ہمراز ہوتا۔ وہ نعل کی چوٹ سے پتھر کے دل

میں آگ روشن کرتا تو دوسرا سنان گوش (کان کا بھالا) سے مہر و ماہ کو نقصان پہنچاتا۔ حیرت اس بادپا تیز رفتار گھوڑے پر ہے جو ہوا کی طرح چلتا تھا اور خاک کو اس کی خبر نہ ہوتی تھی۔ اور تعجب اس گوہر پر ہے جو پانی کی طرح رواں تھا اور دوڑ کی آگ دیمی نہیں ہوتی تھی، نہ تو کودنے میں براق کو وہ سامان حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے وہ برابری کی لاف زنی کرے، اور نہ چلنے میں رخش گھوڑے کی یہ کیفیت کہ اس کے ساتھ چلنے میں جیسا کہ سایہ آفتاب کے ساتھ چلتا ہے، ہمراہی کا دعویٰ کرے۔

اس دو خورشید شکوہ کا علم، جس میں سے ہر ایک پیکان کے الماس یعنی سخت نوک سے چمکدار موتیوں کو پروتا تھا اور بھالے کے شہاب سے آسمان کی انگوٹھی سے سورج کا نگینہ اچکتا تھا۔ افق جلال سے صحرائے کالنجر کے صحن پر نمودار ہوا۔ اس نے جوشن یعنی آہنی لباس کی کڑیوں کی گرد وغبار سے آئینہ چینی کے پرنور پیکر کی طرح تیرگی کا زنگ اپنالیا تھا۔ زرہ کی آنکھوں کی گرد سے خورشید رخشاں (چمکدار سورج) کے چشمے کی طرح حجاب میں روپوش ہو گیا تھا۔ منصور و مظفر لشکر نے شیطانی گروہ کو بھگانے اور مشرکوں کی بیخ کنی کی خاطر تیغ آتش نیام سے باہر نکالا اور فتنے کو فرو کرنے والے بھالے سے تیز رفتار سورماؤں کے کان پر نشانہ کیا۔ میدان جنگ میں سیارے کی طرح فلک دوار پر صف کشی کی۔

ساری فوج گلبن کی طرح لعل پیکر علم کے ساتھ لالہ و نرگس کی طرح آہنی ٹوپی اور مغفر (آہنی ٹوپی کے نیچے کا زرہ) سے آراستہ، بید اور کلی کی طرح بیلک (ایک قسم کا دوشاخہ تیر) اور رزوبین (ایک قسم کا قدیم ہتھیار) سے لیس، برق و صاعقہ کی طرح خنجر آتش اور اسلحہ سے مسلح، کڑک اور بادل کی طرح بیلچا اور نائے روئین یعنی آہنی بانسری کے ہمراہ، ہوا اور آگ کی طرح ایک دوسرے کو نیزہ مارتے اور وار کرتے، آب و خاک کی طرح دیر اور جلدی کرتے، اور سماک (دو روشن ستاروں کے نام) اور کیوان یعنی زحل کی طرح نیزہ اور شل یعنی چھوٹا نیزہ چلانے والی، مشتری اور بہرام کی طرح روشن رائے اور جنگ آزما، خورشید اور ناہید ستارے کی طرح تلوار چلانے والا اور مے نوش، تیر اور ماہ کی طرح قلم چلانے والا اور ڈھال تھامنے والا، پرمار (راجہ کا نام) لاتعداد فوجیوں کے ساتھ، جس کو شمار کرنے والی قوت

واہمہ بھی شمار کرنے سے عاجز ہے اور ایک لشکر جرارر کے ہمراہ جس کا تصور کسی دانا اور محاسب کے صفحۂ دماغ پر نہیں گزرتا، سب خنجر، زوبین وغیرہ ہتھیار سے لیس اور گھوڑے اور زین سے وابستہ ہو کر میدان کارزار کی طرف اس طرح روانہ ہوا جس طرح ستارے سپہر گردوں پر گرم رفتار ہوتے ہیں۔

حکومت کے فرمانبردار غلام، جن کی کوہ میں پیوست ہو جانے والی تلوار کی دھار سے سخت پتھر بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور جس کی موشگاف نوک پیکان سے ذرے کے بھی سیکڑوں ٹکڑے ہو جاتے ہیں طلیعہ نور (روشنی کے ہراول دستے یعنی صبح کی طرح) ظلمت و تاریکی کے کتبہ (دشمنوں کی فوج) کے سامنے آئے، کوہ پیکر یعنی بڑے ڈیل ڈول والے، آسمان سے مقابلے کرنے والے، ابر منظر، عفریت یعنی دیو کی خبر دینے والے، برق صفت، شہاب ثاقب کی طرح رجم کرنے والے، رعد کی طرح کڑکنے والے، بادل کی طرح چلنے والے، دریا کی طرح جوش مارنے والے، آگ کی طرح خروش کرنے والے اور صحرائے نبردگاہ میں ابر و باد کی طرح دوڑنے والے ہاتھی تھے۔

موحدوں اور جنگجوؤں کے نعرہ تکبیر و تہلیل نے آسمان کے کان بہرے کر دیے۔ جنگی نقارے کی گرج نے پہاڑوں میں زلزلہ اور آسمان پر شور برپا کر دیا تھا۔ آہنی بانسری کی پھونک نے قیامت کے نفخ صور کا سماں باندھ دیا تھا۔ بادپا گھوڑوں کے نعل کی گرد سے آفتاب کا پرنور چشمہ تاریک چشمے میں بدل گیا تھا۔ گھوڑوں کے کھر سے اڑنے والی گرد کی وجہ سے فضا نے اپنے چہرے پر سرمئی اور نیلا حجاب ڈال لیا تھا۔ دنیا نے عباسیوں کا لباس اور سوگواروں کی پوشاک زیب تن کر لی تھی۔ زمانہ نے رہبانوں کی چادر اور طیلسان (ایک قسم کی چادر جسے خطیب اور قاضی اپنے کاندھوں پر ڈال لیتے ہیں) اپنے کاندھے پر ڈال رکھا تھا۔ تلوار و بھالے کی زبان سرداروں کے سر سے راز و نیاز کی بات کرتی تھی، ان سرداروں کے سر تلوار اور بھالے کی زبان سے پناہ مانگتے تھے۔ خطی نیزہ نے سینہ کے پنجرے کو کبوتر کا جال بنایا، ہندستانی شل (چھوٹا نیزہ) جسم کے تنور سے روشن دان کے سیکڑوں چشمے کھولتا تھا۔ چار پروالے تیر نے کاسہ سر کو مٹی کے برتن کے منہ کی طرح چاک کرنا شروع کر دیا تھا۔ مقابل فوج

کے خون سے کیوان نے لعل بدخشاں کا رنگ اختیار کرلیا تھا۔ مشتری کا لباس عنابی رنگ کا ہوگیا۔ بہرام کا دیلمی ناچخ (ایک قسم کا نیزہ) ہرمانی (مصر میں سنگی گنبدوں والی عمارت جس کو بہت قدیم زمانے میں تعمیر کیا گیا تھا۔) ہوگیا۔ خورشید کے زریں تاج نے رمانی یاقوت کا رنگ اپنا لیا۔ ناہید کی سیمیں شراب نے یمانی عقیق کا رنگ اختیار کرلیا۔ تیر کا خیزراں پیکر قلم عرق بقم (ایک لکڑی جس سے سرخ رنگ حاصل ہوتا ہے) سے رنگین ہوگیا۔ چاند کا خمیدہ ڈھال اور فلک کا زنگاری زرہ سرخ چہرے والا ہوگیا۔

کالنجر کا راجہ جو دام بلا میں گرفتار ہوکر خواب خرگوش کا شیوہ اپنائے ہوئے تھا، شیطان کے بہکاوے میں آکر چیتے کا غرور دماغ میں بسائے تھا۔ بادشاہ کے علم کے شیر کے خوف سے لومڑی کی طرح پیٹھ پھیر کر بھاگا اور مبارک چتر کے شکوہ سے راسو کی طرح ہر طرف فرار کرنے لگا۔

دین و دولت کے معاونوں نے آگ کی طرح قلعے کی پستی سے اس کی بلندی کا رخ کیا، اس بلند پہاڑ کی چوٹی پر، جس نے دریا کی گہرائی سے بادل کی چوٹی اور چشمۂ آفتاب پر اپنا سر اٹھا رکھا تھا، وہ معرکہ آرائی پر اتر آئے۔ ایسے قلعے کی برج کی راہ پیائی نہیں کی جو آسمان کی برجوں کا دیدار کرتا تھا، بادصبا کے پاؤں بھی اس کے فرقد سا کنگورے تک رسائی حاصل نہیں کرسکتے تھے اور بادنکبا (چار طرف سے چلنے والی ہوا جو بری سمجھی جاتی ہے) کے ہاتھ اس کے سمندر جیسے خندق تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ عقاب شہپر کے زور سے قلعہ کی پستی سے جس کے دامن سے شہلان وابستہ تھے، کسی بہانے چوٹی پر نہیں پہنچ سکتا تھا، تیز پرواز شاہین اس کی بلندی پر، جس کی کمر سے جودی پہاڑ بھی نشیب میں دکھائی دیتی ہے، کوشش کر کے سایہ فگن نہیں ہوسکتا۔ کافی نقب زنی کے بعد بھی وہ برج کبوتر کی طرح دریچے اور روشن دان سے بھرا تھا۔ پر مارنے ایسی بہادری اور دلیری کا مشاہدہ کیا کہ داستان رستم بھی طاق نسیاں کی زینت بن گئی اور ہفت خواں اور مازندران کے قصے بھی کالعدم ہوگئے۔ خورشید جیسے چتر شاہی کے خوف سے سائے کی طرح دق زدہ وکوفتہ ہوگیا۔ فرقد کو گھنے والے ماہ علم کی شکوہ سے ہلال کی طرح زرد اور منحنی ہوگیا۔ اس نے کچھ سوجھ بوجھ سے کام لیا، اپنے انجام پر کافی نظر دوڑائی، اپنے عزم جزم اور عقل کی باگ ڈور صحیح سمت میں

موڑ دی، عجب وخود پسندی کا لگام کھینچا، گردن کشی اور سرکشی کی چوٹی سے اتر کر مسکنت اور گریہ وزاری کی سطح پر اتر آیا۔ اطاعت وفرمانبرداری کا طوق اپنے گردن میں ڈالا، خلوص و بندگی کے دائرے میں قدم رکھا۔ حکومت کی خیرخواہی کی تحریر لکھی، ان عنایتوں کی یاد تازہ کی جو سلطان یمین الدولہ والدین محمود، اللہ تعالیٰ ان کے مقام کو بلند کرے اور کرامت عطافرمائے ، کے عہد میں اس کے اسلاف پر کی گئی تھیں۔ بڑے بڑے ارکان دولت کو بادشاہ کی رائے کو اپنے حق میں سازگار بنانے کا ذریعہ بنایا اور مال ودولت اور ہاتھیوں کی قبولیت کو امن وامان کا ذریعہ وجان کی خلاصی کا دستاویز بنایا۔

اس بیچ آسمانی اتفاق اوراجرام فلکی کے باہمی اتصال کے حسب حکم اس ذلیل راجا کا مرغ روح دام اجل میں گرفتار ہوگیا۔ اس کی زندگی کی سواری حوادث کے صدموں کی تاب نہ لاسکی، دست ایام نے اس کے صفحۂ روزگار پر خاتمے کی تحریر لکھ دی۔

اس کی عمر کی کشتی جو چند دن قضا وقدر کی میخوں سے جڑی ہوئی تھی، ساحل فنا سے آ لگی، دریائے ضلالت وگمراہی کے بھنور میں پھنس کر آدھی جان جو بچ رہی تھی اسے بھی مالک کے سپرد کردی۔ اس طرح روئے زمین اس کی خباثت اورشرک کی آلودگیوں سے پاک ہو گئی۔ اس کے مہتا اجدیو (اس کے لڑکے یا نائب کا نام) نے مرکب ہوا کی باگ ڈور دیو کے حوالے کی، بیچارگی کے میدان میں مکر/وفریب اور بدسگالی وبدخواہی کا گیند اچھالا، نافرمانی وسرکشی کی گرد اڑائی، کینہ وعداوت کی آگ بھڑکائی، فتنہ وفساد کی رسی بٹی، شیطان کے وساوس نے اس کے سینے کو اپنا ماوا وملجا بنایا، جھوٹی/امیدوں وآرزؤں نے اس کے دل کو عہد شکنی پرآمادہ کیا، باطل خیال نے مکروفریب کا چہرہ اس کے سامنے پیش کیا، ہاتھیوں اور مال ودولت کی ادائیگی میں بدعہدوں کی روش اختیار کی۔ کبروغرور اور فاسد خیالات کے مرغ نے اس کے بادخانہ دماغ میں اپنا آشیانہ بنالیا۔ لاف زنی کے مقام میں اس نے المنیة ولا الدنیة۔ یعنی موت کا نہ کہ پستی کا، کے دعویٰ کا ظہار کیا اور نام وننگ کی راہ سے النار لا العار۔ یعنی ہم شرم وعار گوارا نہیں کریں گے بھلے ہی مرجائیں۔ کی لاف زنی کی، مخالفت کے باوجود ہمچنیں دیگرے نیست کا جھنڈا بلند کیا۔ انتہائی خوف وہراس کے عالم میں صبر وتسلیم

کی پناہ لی۔ ڈھال دریا میں پھینک کرخوف وخطر کا تیر کمان میں لگایا، جان شیریں سے ہاتھ دھوکر شجاعت و بسالت کی تلوار کھینچ لی۔ ظلم وجبر اور عداوت وعناد پر کمر بستہ ہوکر حیرانی کی زبان بے شرمی سے کھولی کیونکہ موت کا جان لیوا تیر قابل دفع نہیں ہوتا ہے اور اجل کا خوں فشاں بھالا انی وان عمرت اعلم انی سالقی سنان موت ۔عمر چاہے جتنی لمبی ہوجائے مجھے معلوم ہے کہ آخر کار موت کے بھالے سے میرا سابقہ پڑنے والا ہے۔ کے مطابق، اس پر بجلی گرنے میں سرے سے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنی۔ آخر کس توجیہ کی بنا پر جسم کو ذلت ورسوائی کے حوالے کرنا چاہیے۔ عجز و بے بسی کے دامن سے وابستہ ہونا چاہیے اور مسکنت کے مقام میں قیام کرنا چاہیے۔ اس پنج روزہ دنیا میں، جس میں بہت جیے تو پانچ دن، دلیری کے نام پر بزدلی کا قلم چلایا اور عجز و بے چارگی کا خط مردانگی اور رزم آرائی کے صفحہ پر لکھا۔ اس طرح کی فضول باتوں اور خرافات کو باہم ترتیب دیتا تھا۔ کسی تاویل وتوجیہ سے ناپسندیدہ باتوں سے بے تعلق ہونے کو تیار نہ تھا اور خطرے کے مقام پر حفظ جان ونفس کو ضروری نہیں سمجھتا تھا۔

عقل رہنما اس شعر کے مفہوم کو اس کے دل پر املا نہیں کراتی تھی، سخن سراز بان اس کے گوش نیوش میں یہ نہیں کہتی:

سخن گر سری را کند تاجدار
سری را کند ہم سخن تاجدار

کلام کسی سر کو اگر تاجدار بناتا ہے تو سر بھی کلام کو تاجدار بناتا ہے۔

چند چشموں کی دلآویزی کی بنا پر جن کو وہ خوش عیشی اور خوش دلی کا گھاٹ تصور کرتا تھا اور زندگی کے لطف ولذت کا سرمایہ سمجھتا تھا، کفر و گمراہی پر اصرار کرتا تھا، ظلم وجبر کی جسارت کرتا تھا، غرور و گھمنڈ کی رسی پر الیس لی ملک مصر وھذہ الانھٰر تجری من تحتی۔ (زخرف 51) کیا میرے پاس مصر کی بادشاہت اور نہریں نہیں ہیں جو میرے نیچے بہتی ہیں۔ کے مطابق کروفر اور جاہ وجلال کا اظہار کرتا تھا، عاجزی سے خام طبعی کی آگ پر جنون کا دیگ پکاتا تھا، باد پیمائی یعنی بیہودہ گوئی ولغو کاری کی وجہ سے ہوا وہوس کا پانی چھلنی

سے چھان رہا تھا۔ آتش جنگ کو بھڑکا کر مقصد کی آبرو ریزی کر رہا تھا، سر میں ہوائے غرور بھر کر عقل کی آنکھ میں دھول جھونکتا تھا۔ انجام کار کی نزاکت اور احوال عوام کی طرف سے لاپروائی کی وجہ سے دشمنانِ حکومت سبق نہیں لیتے تھے۔

اچانک بادشاہ کی روز افزوں شان وشکوہ کی وجہ سے، جن کی طرح طرح کی خصوصیات شواہد وقرائن کی بدولت حدگمان سے نکل کر مرکز یقین پر پہنچ چکی ہیں اور نشانیوں اور علامتوں کے ظہور نے دنیاوالوں کی نگاہ سے شک وشبہ کا نقاب سرکا دیا ہے۔ پردۂ غیب سے ایک لطیفہ رونما ہوا، اور ایسی نہروں کو جن کو زندگی کی نہریں اور بہاریں سمجھتے تھے اور چند چشموں کو جن کو لذائذ بلکہ عین حیات تصور کرتے تھے، زبردست نقصان لاحق ہوا۔ ان خشک چشموں سے ایک تیز آگ نکل کر ان کے دماغ تک پہنچی اور آیت قــل ارئیتــم ان اصبح ماؤکم غوراً فمن یاتیکم بماء معین ۔(سورہ قلم 30)۔ بتاؤ اگر تمھارا پانی انتہائی گہرائی میں پہنچ جائے تو کون ہے جو نتھرا پانی نکال کر تم کو دے۔ کے راز سے اپنا مفہوم پوری طرح واضح کیا۔ احدیو کی آنکھ ان چشموں کی چمک سے خون کی ندی بن گئی، ان نہروں کی خشکی سے نہر کے کنارے کے بیمار پیڑ پودوں نے اس کی آنکھ کو بےنور کر دیا۔ اس کی آنکھ کے چشمے سے خون آلود آنسو سیاہ چہرے پر ٹپکنے لگے۔ اس کی آنکھ کے فوارے سے پانی کی جگہ خوناب جگر رواں ہو گیا۔ اس کی آنکھ کی پتلی نے اپنی آنکھ کی موج خون میں تیرنا شروع کر دیا۔ اس کا دل گرمی سے آگ کی بھٹی اور آنکھ نمی سے دریائے نیل ہو گیا۔ اس کی آنکھ جو بینائی کی چشمہ سار (بہت زیادہ بینائی والی) تھی، چشمہ خون میں بدل گئی، خون کے قطرے آنکھ کے ڈھیلے سے نکل کر صفحہ رخسار پر دوڑنے لگے۔ بلکہ خون کا سیلاب اس کے دماغ کے کنگورے سے نکل کر اس کی آنکھ کے سوراخ دار پنجرے پر گرنے لگا۔ غم واندوہ کا دھواں دل کے آتش دان سے نکل کر اس کی آنکھ کے روشن دان پر آیا۔ بادشاہ کی ہیبت کی باد سموم اس کے صحن سینہ اور عرصہ دماغ کو آسیب زدہ کر گئی۔ اس کی ہڈی کے اندر کا مغز اس طرح پگھل گیا جس طرح سونا اور چاندی مٹی کے برتن میں پگھلتی ہے۔ خون اس کی رگوں کے خلیے میں شیرے کی طرح جوش مار رہا تھا۔ قہر وغضب کی بدولت اس کا مرغ

روح اس طرح تڑپ رہا تھا جس طرح کبوتر باز کے پنجے میں پھنس کر تڑپتا ہے، اس کے تار کول جیسے سیاہ رخسار نے زرنیخ (ہڑتال) اور زعفران کی زردی اپنالی تھی۔

قلعہ کے باشندوں کے دل میں رعب ودبدبے کی موج نے اختلاف پیدا کر دیا۔ خوف وہراس کی لہران کے دلوں میں دوڑ گئی۔ دوشنبہ 20 رجب کو، اس کی برکتیں عام ہوں، سارے باشندے اضطراب کے عالم میں قلعہ سے باہر نکل آئے اور اپنے مالوف وطن اور موروثی مسکن کو خوشی یا ناخوشی سے خالی کر گئے۔ روزافزوں شاہی اقبال نے پیروزی وکامیابی کی سواری اختیار کی اور سازگار قسمت نے فتح وظفر کی ہتھیلی کو ہاتھ لگایا۔ تائید ونصرت کی سفید صبح افق دولت سے نمودار ہوئی، اور مبارک علم، سدا دنیا کے اطراف ونواحی میں برقرار رہے، آسمان پر سایہ فگن ہوا۔

قلعہ کالنجر، جو اپنی پختگی واستواری کی وجہ سے ہرمان (مصر کی سنگی گنبدوں والی عمارت) کی عمارت کی طرح لوگوں کی نوک زبان ہے۔ اس کی مضبوطی اور استحکام کا چرچا سد سکندری کی طرح ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، اس پر قبضہ کرنے کا خبط سلاطین کے دماغ میں رہا مگر وہ ناکام رہے۔ اسے آزاد کرنے کی خواہش ان کے دلوں میں پروان چڑھتی رہی لیکن وہ شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکی۔ اہل عالم کا آفتاب ہمت اس مقصد کی تکمیل اور اس آرزو کی براری کی جدوجہد میں ڈوب گیا اور بنی آدم کے ماہ ہمت وحوصلہ کو اس کے گل فتح کی تلاش وجستجو میں محرومی کے کانٹے کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا۔ سپاہ شکن صف آراء سورماؤں اور عدو بند قلعہ کشا بہادروں کے تیغ قہر سے فتح ہوا، اور حال ہی میں وہ خطہ بھی اسلامی عمل داری میں داخل ہوا۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے اطاعت کا طوق گلے میں ڈالا۔ شاہی عدل وانصاف کا ثمرہ، جو دنیا کا معمار اور احوال بنی آدم کا منتظم ہے دور ونزدیک علاقے تک پہنچا، ضلالت وگمراہی کی اساس اور بدعت کے ٹیلے پوری طرح منہدم ہو گئے۔ دین ودولت کے اعلام اور ارباب علم ودانش کے پرچم بلند ہوئے۔ موحدوں کی تسبیح اور موذنوں کی تہلیل کی آواز اوج ثریا پر پہنچ گئی۔ بت وبت پرستی کا نام تحت الثریٰ میں پہنچ گیا۔ اہل شرک وضلالت کے رسوم ورواج آیات ھدیٰ کے انوار سے منسوخ ہوئے۔ اسلامی فوج بے انتہا مال ودولت اور ہیرے جواہرات

کے ساتھ کوہ ودریا کی طرح تونگر ہوگئی۔ گل ونرگس کی طرح جام عقیق اور ساغر زر سے بہرہ مند ہوئی۔ پچاس ہزار غلام طوق واغلال کے تحت ہاتھ آئے۔ صحن زمین بڑے ڈیل ڈول والے ہاتھیوں کی ہیکل سے پہاڑ کا روپ دھار رہے تھے۔ اور میدان سیاہ چہرے والے لوگوں کی صورت سے تاریک وسیاہ ہوگیا۔ بہت سے مویشی اور بے شمار ہتھیار کی وجہ سے عام گذرگاہ اور سڑکیں تنگ ثابت ہورہی تھیں۔ ستودہ مقامات اور پسندیدہ مواقف کے آثار دنیا کے اطراف واکناف میں روشن ہونے لگے۔ مآثر ماثور اور مفاخر مشہور کی خبریں دنیا کے دور دراز علاقوں اور دنیا والوں کے کان میں پہنچنے لگیں۔

☆☆☆

قلعہ کالنجر کو ہزبر الدین حسن ارنب کے حوالے کرنے کا ذکر

فتح کی باگ ڈور کالنجر سے مہوبہ کی طرف موڑ دی گئی، مخصوص خادموں اور مقربین دربار میں ہزبر الدین حسن ارنب کو وہاں مامور کیا۔ جو فرزانگی و دانش مندی کے واسطۃ العقد (گردن بند کے بیچ کی سخت موتی)، طوق مردانگی کا موتی، خاتم مروت کا نگین، کان فتوت و بہادری کا لعل تھا، اور اس کی ممالک آرا رائے دین و دولت کا زیور تھی، اس کی فتنوں کو زیر کرنے والی تلوار فتح نامہ کا عنوان ہے۔ اس کی کمال شہامت و بہادری اور وفور درایت و معاملہ فہمی جامہ معالی کا نقش ہے۔ صفحہ روزگار پر اس کے کارناموں کا ذکر شرح وبسط سے بے نیاز ہے، اور جو ہر قسم کی تعریف وستائش سے بے پرواہے اور اس مشہور کہاوت ایسی قوت وتوانائی سے جو قبیس سے ٹکر لے۔ کے مطابق عمل کیا گیا تاکہ اس علاقے میں جو بدامنی پیدا ہوگئی تھی اس کا تدارک کرے۔ ہر وہ مہم جس کو وہ بذات خود سر نہیں کر سکتا اس کی اطلاع کرنا ضروری سمجھے، رعایا کو جو مشقت اور مصیبت کے تحت پامال ہو رہی تھی ظلم و جبر کے چنگل سے آزاد کرے اور آرام و آسائش کے سائے میں ان کو جگہ دے۔ مختلف طبقوں کی دلداری اور ذرہ نوازی کی انتہائی کوشش کرے، ہر ایک کے حسب حال لطف و کرامت اور حسن رعایت کو لازم سمجھے۔ حشم و خدم کو اچھے وعدوں اور وفائے عہد سے ہم آہنگ

کرے۔ ملک داری، جہانداری کے رسوم میں دولت قاہرہ کی قدیم سنت کو اپنا دستورالعمل بنائے۔ عدل وانصاف کے قیام اور احسان واکرام کی اشاعت میں ارکان دولت کی اقتدا کرے۔ ظلم کا ہاتھ مروڑ دے۔ مظلوموں کو اپنی پناہ میں لے۔ نجات ورستگاری کا ثمرہ درست کاری سے تلاش کرے۔ عہد حکومت کو، اللہ اسے دوام عطا کرے، ثواب جزیل کا ذخیرہ بنائے۔ ذکر جمیل کو زمانہ دراز تک باقی رکھے، بادشاہ کا خاطر خطیر ریاستوں کے نظم ونسق اور مہمات کی ترتیب سے جب فارغ ہوا، ملکی حالات درست ہوئے، عوام کی امیدیں برآئیں، خسرو کی خورشید پیکر رائے بدایوں کی طرف جو ہندوستان کا ایک عظیم اور اہم شہر ہے، متوجہ ہوئی۔ رکاب فرقد سا کے پہنچتے ہی اور جہاں کشا کی آمد کے ساتھ ہی ملک الامرا اختیار الدین محمد بختیار، جو حکومت کے مددگاروں میں تھا، جو اپنی سخت گیر پالیسی اور خدمت کے لیے ممتاز تھا، جو بیضہ اسلام کی حمایت اور سرحد دین کی حفاظت میں کمال بہادری کا اظہار کر چکا تھا، جس کے مساعی جمیلہ اور مکارم اخلاق کا چرچا ہند اور سندھ کے اطراف میں پھیل چکا تھا اور جس کی مشہور جنگوں کی شہرت دور دراز علاقے تک پہنچ چکی تھی، اودند بہار؟ کے علاقے سے آکر خدمت شاہی میں حاضر ہوا۔ مبارک بارگاہ میں جو دنیا کے جبار بادشاہوں کے منہ کو لگام لگانے والا اور قہار بادشاہوں کی پیشانی کو زمین پر جھکانے والا ہے، رخسار خاک کا بوسہ لیا اور بیس زنجیر ہاتھی پیش کیے، جو کوہ پیکر اور خون آشام تھے، جن کی اژدہا پیکر سونڈ کے خوف سے اژدہائے فلک روپوش ہو جاتے۔ اور شیر گردوں ان میں سے ہر ایک کے خونریز گولی کے ڈر سے اپنے ناخن پنجوں میں چھپا لیتے۔ سب آگ کی طرح اوپر کی طرف جولانی کرنے والے، پانی کی طرح نشیب کی طرف دوڑنے والے، ہوا کی طرح پہلو بدلنے والے، مٹی کی طرح بھاری بوجھ اٹھانے اور سہنے والے تھے۔ اس نے انواع واقسام کے جواہرات اور نقدیات خدمت میں پیش کیے، اس کے سابقہ خدمات لاحقہ خدمات سے وابستہ ہوئے۔ جس جانبازی کی نمائش اس نے مختلف معرکوں میں کی تھی اور جن جوکھموں میں اس نے ہاتھ ڈالا تھا اس کی وجہ سے لطیف ونفیس موقع اسے ہاتھ آیا، اور بادشاہ کی صدق عنایت اور خیر خواہی کی زمین میں اس کا شجرۂ اخلاص بارآوار ثابت ہوا، درگاہ معظم کے حضور میں اس کے معاملات درست ہوئے، مراحم خسروانہ سے نوازے جانے میں وہ اپنے ہم عصر سرداروں سے سبقت لے گیا۔ رخصت

ہونے کے وقت مزید اختیارات کی تجدید کا پیان اور شاہی فرمان صادر ہوا، بہت سی عنایتوں مثلاً سراپردا (بڑا خیمہ) طبل (نقارہ) اور علم وغیرہ سے بہرہ مند ہوا، اور خلعت فاخرہ واسباب جیسے گھوڑے، ساز وسامان، کمر، تلوار ومخصوص پوشاک سے نوازا گیا۔ طالع سعد کے ساتھ مبارک شاہی علم روانہ ہوا اور عنان دہلی کی طرف مڑ گیا، جو دارالملک اقبال اور قبلہ افضال ہے۔ سپہر جلالت کے رکاب کے پہنچتے ہی حکومت کے احوال وامور میں ازسرنو نظم وترتیب پیدا ہوئی۔ ارکان دین کے قواعد واساس میں مناسب پختگی آئی۔ کامگاری کا اختر فلک تائید کی برج سے چمک اٹھا۔ صدف بختیاری کا گوہر درج معالی سے دمک اٹھا۔ سیمابی آسمان کے ساکن اور چرخ گلابی کے روشناس نے عالم سفلی میں آواز لگائی۔

اے ملک ترا عرصۂ عالم سرکوبی
وز ملک تو تا ملک سلیمان سر موئی

اے وہ ہستی کہ تیرا ملک اور تیری بادشاہت عرصہ عالم کے لیے سرکوب ہے یعنی دنیا پر تیرا اقتدار جمانے والا ہے۔ تیرے ملک سے ملک سلیماں تک کا فاصلہ بال برابر کا ہے۔

طاق ازرق نام کا ایک کہن سال بوڑھا ہندوستانی نصر فرقد سا کی پاسبانی کے وظیفے سے مفتخر ہوا، اور سیم گوں ایوان (سفید محل) کے خطیب منبر نے مدح وستائش کے لیے لب کشائی کی۔ نیلی چھت آسمان کا تنگ چشم ترک غلام کی طرح کہکشاں صفت سیمیں حمائل (تعویذ، گنڈا) اٹھائے تھا۔ سرمئی رنگ کے گنبد کا شیر سوار تاج شاہی کے نگینے کی خاطر لعل بدخشاں کی رنگ آمیزی کا جتن کر رہا تھا۔ سپہر مینا فام کی خاتون نے خلد آسا بزم کی خواہش میں بلبل کی طرح نغمہ سرائی شروع کی۔ سقف پیروزہ کے دبیر نے منشور دولت پر فتح وظفر کا طغریٰ بنایا، بارگاہ زرنگار کے مشعل بردار نے آسمان رفعت درگاہ کے آستانے پر سر ٹیک دیا۔ تائید ایزدی کے ہاتھوں عدل جہاں کی بنیاد اس درجہ مستحکم ہوگئی کہ چکور نے باز کے پر پھڑ پھڑانے کی آواز سنی، اور طوطی رنگ کی تلوار سے ظلم کی بساط اس طرح پلٹ گئی کہ چکور کے ساتھ وفاداری کے سلسلے میں شاہین کی قسم برقرار رہی۔ چرغ (ایک شکاری پرندہ) اور عقاب کی آنکھ ہرن کا چشمہ سار (بہت سے چشمے والی زمین) اور کبوتر کا نشیمن بن گئی۔ ساری مخلوق ظلم کی تاریکی سے نکل کر عدل وانصاف اور نیکوکاری کے چشمہ حیات اور رفاہیت

وخوشحالی کے باغ میں آسودہ خاطر ہوئی۔ نیکی اور احسان کے مشرب اور جود وکرم کے زمزم سے سیراب ہوئی۔

علماء اور ائمہ دین، جو خاتم شریعت کے نگینہ، قلادہ سنت کے واسطہ، دُرج فتویٰ کے در یعنی موتی، دائرۂ علم کے مرکز، فلک فضل وشرف کے قطب، آسمان معالی کے ماہ، سپہر معانی کے خورشید، عزت ورتبے میں انبیاء بنی اسرائیل کے ہم رتبہ ہیں، نقل وعقل کے میدان میں مہارت کا گوئے سبقت آسمان کے فلسفیوں سے بھی آگے لے گئے۔ نور ضمیر اور صفائے ذہن کی بدولت حکیمانہ اسرار ورموز اور مشکل مسائل سے واقف ہوئے۔ نجات ورستگاری کی صبح نیران کے آثار قلم سے نمودار ہوئی اور مہر صلاح وفلاح کا آسمان ہر ایک کے فتویٰ کے افق سے رونق افروز ہوا، مخصوص اعزاز واکرام والقاب وآداب اور اسباب وساز وسامان سے نوازے گئے۔

☆☆☆

خداوند سلطان السلاطین محمد بن سام اعلی اللہ اوامرہ کی خوارزم، غزا اور کور سے واپسی کا ذکر

جب بلند پایہ علم، سدا کامیابی سے ہمکنار رہے، 600ہجری کے مہینوں میں خوارزم سے، اللہ اسے جلال بخشے، واپس ہوئے، تو لشکر خطا (دشمنوں کی فوج) نے، اللہ انھیں اور ان کے آباء واجداد کو رسوا کرے، ایک جمعیت اکٹھی کی اور راستے ہی میں آندخود؟ کے علاقے میں اچانک اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا اور بادشاہ سلامت کو، اللہ ان کی قدر و منزلت میں اضافہ کرے اور ان کے امور میں نظم و ترتیب پیدا فرمائے، اس گروہ سے، جو آسمان کے ستاروں کی طرح لاتعداد اور زمین کے ذرات کی طرح بے شمار تھے، معمولی چشم زخم پہنچی اور انھیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ لہٰذا کامیابی کی باگ کینہ وعداوت کے میدان سے غزنین کی طرف موڑ دی۔

ایبک پاک برنے، جو مخصوص خادموں اور مقربین دربار میں تھا اور درگاہ معظم کا ساختہ و پرداختہ تھا، میدان جنگ سے نکل کر شکست کا رخ کیا۔ اس نے گمان کیا کہ بادشاہ کی ذات مبارک کو آسمانی حادثے سے کوئی آسیب پہنچا ہے یا گردش فلک سے کوئی آفت پہنچی ہے اس لیے جلدی سے ہوا کی طرح گھوڑے پر سوار ہو کر ملتان کا رخ کیا۔

وہاں پہنچ کر امیر داد حسن کے ساتھ جو امیر علم تھے، حیرت انگیز حرکت کرنی شروع کی، مکر و فریب کا شیوہ اختیار کیا۔ دھوکہ دھڑی اور بدسگالی کرنے لگا۔ طرح طرح کے لطیف بہانے تراشنے لگا، اس نے کہا کہ مبارک شاہی فرمان، سدا نافذ ہوتا رہے، یوں صادر ہوا ہے کہ او نچے محل میں خلوت کے اندر باہم مشورہ کیا جائے، اور جونئی صورت حال پیدا ہوئی ہے اسے اس طرح پیش نظر رکھا جائے کہ اس کی صلاح اور درستگی اور فساد و خرابی خاص و عام سب لوگوں کے گوش گزار ہو جائے اور کسی بھی طرح دوست و دشمن کے کان میں اس کی بھنک نہ پڑے۔ راز کی طرح سویدائے دل اور صمیم جان میں پنہاں رہے، اس بات کو صیغہ راز میں رکھنے میں اگر کوتاہی کی گئی اور راز داری کی شرط جو لوازم احتیاط میں ہے پیش نظر نہ رکھی گئی تو فوراً راز کے فاش ہونے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ افشائے راز کے درخت سے ثمرۂ ندامت رونما ہوگا، نیز درجہ اعتماد اور زیور امانت سے وہ ساقط ہو جائے گا۔ پھر مستقبل میں اس سے ایک عجیب آفت یا فساد رونما ہوگا اور شر و فتنے کی یہ آگ پوری طرح بھڑک اٹھے گی۔ بادشاہ سلامت کے خاطر اشرف پر، اللہ اسے شرافت بخشے، اس طرح گرد و غبار بیٹھ جائے گا کہ اس کا دور کرنا کسی کے نگار خانہ وہم و خیال میں بھی ممکن نہیں۔ نیز دور اندیش عقل و فکر کی تدبیر سے وہ درست نہ ہو سکے گا۔ اس کے تدارک و تلافی کا ہاتھ اس کے دامن تک پہنچنے سے کوتاہ رہے گا۔ اس کی اصلاح کی طلب میں جد و جہد کے پاؤں بندھ جائیں گے۔

اس دل پذیر و دلکش گفتگو کا اثر امیر داد کے قوت سامعہ میں جاگزیں ہو گیا۔ اس کی افتاد طبع میں خبث کے دواعی پیدا ہوئے اور اس کے صفحہ احوال پر نحوست کے علامات نمایاں ہوئے۔ اس نے عقل رہنما سے جو نیک رائے رفیق اور دستگیر ہے، مشورہ لینے سے پہلو تہی کی، بے سوچے سمجھے اس قصر آسمان رفعت کا رخ کیا۔ وہ بیچارہ اس بات سے پوری طرح بے خبر تھا کہ اس کو قتل کرنے کے لیے فوج کے قلب، جناح اور میسرہ اور میمنہ یعنی دائیں بائیں اور بیچ کے بازو کو ترتیب دیا ہے۔ خونخوار تلوار غلاف بیزاری سے نکل چکی ہے ۔ انتہائی غضب ناک بھالے کو سرکشی کے زہر میں بجھایا جا چکا ہے۔ ظلم و جبر اور کینہ و عداوت

پردیدہ دلیری سے کمر بستہ ہے۔ عہد شکنی اور بے وفائی کے ذریعہ ظلم وتعدی کا دست دراز کیے ہے۔ فتنہ انگیزی اور رنگ آمیزی کے ذریعہ سازشیں کر رکھی ہیں ۔ نیرنگ اور حیلہ بہانہ کا شطرنج تختہ خداع پر رکھا ہے ۔دوستی کا نقد ریا ونمود کے دسترخوان پر ڈال دیا ہے۔اس نے پوشیدہ طور پر فرزین کی طرح کج رفتاری کا شیوہ شروع کیا ہے اور کھل کر راہِ راست پر چلنے کے بجائے نفاق وشقاق کی راہ اختیار کی ہے۔ اور بے وفائی کے گھر سے دغابازی کے گھوڑے اور ظلم وزیادتی کے ہاتھی پر سوار ہوا ہے۔ شطرنج کے اندر بادشاہ کے کھیل نے اس کی عمر اور زندگی کو عنا ومشقت کے عری (شطرنج میں بادشاہ کے بے حرکت ہونے کا نام) میں ڈال دیا ہے۔ بلا ومصیبت کے چار خانے میں تیر شہمات (جب شطرنج کے کھیل میں شاہ مات ہو جاتا ہے تو اسے شہمات کہتے ہیں) کا نشانہ بنا دیا ہے۔اس کے اور ایک پاک بر کی موجودگی کے وقت کچھ تلطف اور تملق وخوشامد کی صورت پیدا ہوئی اور خود کو اس کی خوش آمد وآ وَ بھگت پر اس کا رہین وممنون قرار دیا۔ بازار نفاق کی آب وتاب اور چٹک بھٹک پر اس کی کڑی نظر ہے اگر چہ منافق کا کلام ڈھکا چھپا نہیں رہتا ہے، کی تدبیر اور موقع پرستی سے کام لیا۔ چپ وراست اور اطراف ونواحی کو نظر انداز کیا۔ انواع واقسام کی تقیہ یعنی پوشیدہ گوئی اور سازشوں میں مصروف ہوا۔ ہر باب میں جنگ آمیز فصلوں کو باہم مخلوط کیا۔ کیونکہ مشہور کہاوت ہے کہ الحدیث ذو شحون۔ گفتگو کی شاخ وبرگ ہوتی ہے۔(یعنی بات سے بات نکلتی ہے) اور سربستہ راز کہاوت ان فی المعاریض لمندوحة عن الکذب۔سخن سنجی میں البتہ دروغ گوئی سے بچنا ہے۔ کے مطابق گرم کیے رکھا۔

گفتگو کے دوران اچانک اس کے قتل کا اشارہ کیا، اور ایک خونخوار ترکی فوجی نے جو پہلے سے اس کام کے لیے تیار بیٹھا تھا، بجلی کی طرح ایک خنجر چلایا۔

بزد بر سر و ترک آن نامدار
تو گفتی سرش تن نیاورد بار

اس نامور ترک کے سر پر اس طرح وار کیا جیسے اس کے سر سے جسم کی کبھی ملاقات ہی نہ ہوئی ہو۔

جفا پیشہ آسمان نے نوش کے بعد زہر آگین نیش پیش کیا۔ بے وفا زمانہ نے سرور ونشاط کو

آہ وشیون وماتم وسوگواری سے بدل دیا۔ ایک نے غیروں کی مزاحمت کے بغیر ہی شہر وحصار پر قبضہ کرلیا۔ ولایت داری وامارت داری کے موتی لڑی میں پروکر شاداں وفرحاں ہوا۔ خلاف ورزی کے انجام کی نزاکت اور کفران نعمت کی نحوست کے بابت اس نے کچھ نہ سوچا اور بدکرداری کے درخت کے پھل اور ظلم وجفا کی کھیتی کی افزونی اس کی نگاہوں سے اوجھل رہی۔

ایک مدت تک اس امر کا سرانا پیدر ہا، یہ افواہ پھیل گئی کہ اس کو اوامر عالیہ، اللہ اسے نافذ فرمائے، کے حسب حکم قید وبند میں رکھا گیا۔ کچھ دنوں (بادشاہی حکم)، کچھ دنوں بعد جب انواع واقسام کے حشم وخدم کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس حادثے کی اطلاع اطراف ونواحی میں پھیل گئی اور اس کا چرچا ہندوسندھ کے دوردراز علاقے تک ہونے لگا۔ کوکریان کی ایک جماعت نے، اللہ ان کو برباد کرے اور ان کی جماعت میں پھوٹ ڈالے، اس صورت حال کو عجیب وغریب تصور کیا اور کہنے لگی جس کو تھوڑی بہت بھی سوجھ بوجھ ہوگی اور اپنی عقل وہوش سے کام لے گا، اس پر یہ بات ڈھکی چھپی نہ رہے گی کہ بادشاہ کی مبارک ذات، سدادوام کے زیور سے آراستہ رہے اور سریر مملکت پر باقی رہے، زندگی کے زیور سے عاری نہیں ہوئی۔ بادشاہ کی بادشاہ کی مبارک ذات، کہ تاابد امیدوں کی نشانی بنی رہے، مایہ وجود سے خالی نہیں رہتی اس طرح کی حرکات ایک پاک بر سے سرزد نہ ہوتی، اور اس قسم کی بے باکی وگستاخی اس کے اقران وامثال سے سرزد ہونا ممکن نہ ہوتا۔ بادشاہ سلامت نے شاید تخت جہاں داری کو تختۂ خاک میں بدل دیا ہے، بادشاہی کی چھت اور انسانوں کی دنیا سے عالم قدس کا رخ کیا ہے۔ اپنے نور گستر چہرے کو خاک سیاہ کے نقاب میں ڈھک دیا۔ اس واقعے کے پیش آنے سے دشمنوں کے دماغ میں فاسد خیالات جنم لینے لگے۔ کوکری اور سرکی کے لڑکوں کے دماغ میں ایالت وامارت کا خبط سوار ہوا۔ اور کہاوت من تصدر قبل اوانہ تصد لھوانہ۔ جو وقت سے پہلے صدر نشینی کا ارادہ کرے وہ اپنی ذلت ورسوائی کا تعاقب کرتا ہے۔ کے مفہوم کا خیال کرنے سے پہلے لاہور کو آزاد کرنے کی تمنا ان کے دل میں کروٹیں لینے لگی۔ سروری اور ملک گیری کی خواہش نے تمالک یعنی آپس میں مالک ہونے کی (باگ ڈور) ان کے ہاتھ سے لے لی۔ انھوں نے فرمان کا طوق گردن میں آویزاں کرنے اور پیمان

کا پٹہ گردن میں ڈالنے سے سرپیچی کی۔ بندگی کی سرحد اور اطاعت کے مقام سے پاؤں کھینچ لیا۔ ویہی علاقوں کو برباد کرنا اور مویشیوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ دریائے جہلم اور سدرہ کے درمیان فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی۔ اشتعال انگیزی کی چنگاری روشن کی ۔ شیطان کے ساتھیوں کی فسادی جماعت کے ساتھ، جو آرام وسکون کے گلستاں میں سانس لے رہے تھے اورخوشی کے باغ میں فخر ومباحات کا چنگ و بربط بجایا کرتے تھے، لوٹ مار پر اتر آئے۔

اس گروہ کی بیخودی ومستی کی کیفیت جب چشم پوشی اورنظر اندازی کی حد سے گزر گئی، تنبیہ کی لطافت اور تہدید کی شدت اور وعدہ ووعید کے الفاظ کارآمد ثابت نہ ہوئے۔ ارکان دولت اورامرائے عظام کی ایک جماعت نے، جس میں بہاء الدین محمد والی شکوان، ان کے بھائی جو ملتان کے حدود میں زمیندار تھے اور شہر کی عام مشہور ہستیاں شامل تھیں جن کی نگاہوں کے سامنے دریا بھی جنگ کے دن چھوٹا سا چشمہ معلوم ہوتا تھا اور جن کے نیلے پیکر خنجر کے خوف سے تیغ زن خورشید بھی اپنا سرخ ڈھال افق سے باہر نہ نکال سکتا تھا، عام خروج کیا۔ فتنہ کی آگ کو بجھانے اور شر کی چنگاریوں کو دبانے کے لیے جہاد پر کمر بستہ ہوئے۔ انھوں نے ڈھال کی طرح باہم پشت جوڑ کر اور تلوار کی طرح یک زبان ہو کر ملعونوں کو دور کرنے اور دین ودولت کے دشمنوں پر قہر وغضب کرنے کا عزم کیا۔

بڑی کوششوں کے بعد غیر مسلموں کی فوجی کمک کی وجہ سے، جن کی تعداد ریت اور موسم بہار کی بارش کے قطروں کے عدد کی طرح بہت زیادہ تھی اور اس لشکر جرار کا شمار درخت کے پتوں کی طرح بیکراں تھا۔ وہ لوگ عاجز و بے بس ہو گئے۔ بعض تو نطاق الفرار مما لا يطاق من سنن المرسلين ۔ جس چیز کی طاقت نہ ہو اس سے فرار کرنا رسولوں کی سنت ہے۔ کے مطابق ناتوانی کا اظہار کر کے فرار کر گئے اور ایک طبقہ دام بلا وعنا میں گرفتار ہوا۔

في ساعة لو كان لقماناً بها

وهو الحكيم لكان غير حكيم

ایسے وقت میں اگر لقمان حکیم بھی ہوتے تو حکیم اور دانا ہونے کے باوجود وہ حکیم نہ رہ جاتے۔ قید یا زخمی یا مقتول ہوئے۔

غیر مسلموں کی قوت روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ ان کا دائرۂ فتنہ وفساد پھیلتا جارہا تھا۔ سپہ سالار سلیمان نے، جس کی تلوار کے خندہ برق سے شیر بھی جنگل میں خون کے آنسو روتا ہے اور جس کے ابر خنجر کی گریہ وزاری سے فتح وظفر کی صبح مسکراتی ہے، میدان جنگ کا رخ کیا۔ غیر مسلموں کی کثرت فوج کی وجہ سے ان سے جنگ وآویزش کی راہ مسدود اور فرار وشکست کی راہ کشادہ نظر آئی۔ اس نے الفرار فی دقة الظفر جہاں کامیابی میں پریشانی ہو وہاں فرار کرنا چاہیے۔ کی کہاوت پڑھی فوراً ہوا سے باتیں کرنے والے گھوڑے کا رخ کیا، تیز رفتار اور ہوا کی طرح زمین پیما گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس طرح وہ لاچاری کے عالم میں جنگ کی صف سے خود کو صاف بچالے گیا۔ کہاوت من نجا براسه فقد ربح، جو آدمی اپنے سر کو بچالے گیا وہ فائدے میں رہا کو دستاویز بنایا۔ منزل پر پہنچنے تک آتش گہر گھوڑے کو نرم خاک پر دوڑاتا رہا۔ پانی وہوا کی طرح تیز رفتاری سے بھاگتا ہوا رضیت من الغنیمة بالآیات غنیمت کے طور پر میں نے آیات کی تلاوت یا فتح کی نشانیوں ہی پر رضامندی ظاہر کی، پڑھا میدان کارزار سے گریز کا یہ عذر پیش کیا۔

دلیری کہ نیندیشد از پیل و شیر
تو دیوانہ خوانش نہ خوانش دلیر

جو دلیر اور بہادر شخص ہاتھی اور شیر کی موجودگی کا خیال نہیں کرتا ہے، اسے دیوانہ کہو، دلیر مت کہو۔

ایک مدت تک مراد کی پردہ نشیں دلہن نے رخ نمائی نہیں کی اور ماہ پیروزی کا رخسار اور خورشید تصرف کا چہرہ افق کے پردے میں روپوش رہا۔

یہ صورت حال جب بادشاہ سلامت کے سامنے بیان کی گئی، جس کے نور گستر خنجر کے خوف سے آسمان صبح کی طرح اپنے جامہ وجود کو چاک کرتا ہے اور جس کے آسمان پیکر تلوار کے ڈر سے صبح اپنے چہرے کو دریائے نیل میں دھوتی ہے، غیرت وحمیت اور دلیری ومردانگی کی آگ اس کی طبیعت میں بھڑک اٹھی۔ جنگ کی حرص کی چنگاریاں اس کے غصے کی رگ سے نمایاں ہونے لگیں۔ اس کی مبارک پیشانی پر تغیر کے آثار نظر آنے لگے، اس کی مبارک ابرو اور جبیں پر بل پڑنے کی نشانیاں دکھائی دینے لگیں۔ شاہانہ رائے، جس کے پرتو کے عکس سے خورشید اپنے چہرے

پر پردۂ پشیمانی وندامت ڈال لیتا ہے اور جس کے نور کی چمک سے مشتری شرم کی چادر اوڑھ لیتی ہے ، جہادی امور کی انجام دہی اور کفر وعناد کی بیخ کنی کی ٹھہری۔ شاہانہ عزائم ، جس کی سرعت نفاذ سے شمشیر تقدیر بھی امان چاہتی ہے اور جس کی تیز رفتاری سے خنجر بھی پناہ مانگتا ہے ، احکام جہاد کو عملی شکل دینے پر مستحکم ہوئے۔

مبارک شاہی فرمان ، سدا نافذ ہوتا رہے ، فوج کی تیاری کا جاری ہوا۔ دارالخلافہ غزنہ سے سرکاری علم برکتوں کے ہمراہ روانہ ہوئے اور امیر حاجب سراج الدین ابوبکر ، جو خواص اور مقربین دربار کے زمرے میں شامل تھے ، خسرو جہاں بخش و جہاں ستاں کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شاہی علموں ، اللہ انھیں فتح سے آراستہ کرے ، اور اس کے جلال کو کامیابی سے ہمکنار کرے ، کی آمد کی اطلاع دی۔ فوراً ہی منصور و مظفر فوج دہلی سے روانہ ہوئی۔

ہر کجا موکب تو نہضت کرد
بخت چون بندگانش بر اثر است

تیری سواری جہاں بھی حرکت کرتی ہے قسمت غلاموں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔

ایسی فصل ، میں جبکہ آسمان پر سوار شیر فلک کے کمان سے تیر چلا چکا تھا ، گلبن (پھول کے درخت) کلیوں اور پھولوں کے انوار سے خالی ہو چکے تھے۔ درخت پھلوں کے زیور اور برگ و بار کی زینت سے عاری ہو چکے تھے۔ دن حبشیوں کے گھنگھریالے بال کی طرح چھوٹے ہو گئے تھے۔ رات دلبروں کی زلف کی طرح دراز ہو گئی تھی۔ اس کے دست شام نے شب وصل کی طرح پائے صبح کو تھام رکھا تھا ، اس کی صبح نے روز فراق کی طرح پیکر شام نہیں دیکھی تھی ، بلکہ اُس نے عاشق کی طرح خسارے کی راہ کا رخ کر لیا اور اس نے معشوق کی قامت و قالب کی طرح مسند کمال کی طرف پیٹھ کر لی تھی ، ہر منزل پر جہاں بادشاہ کے علم کا چاند اور آفتاب طلوع کرتا مخبر لگاتار خوش خبری سناتے کہ بادشاہ سلامت نے اپنا دست دریا نوال جنگ و جدل سے کھینچ لیا ہے ، اور خون آشام تلوار غلاف کے اندر رکھ دی ہے۔ حشم و خدم کی آنکھیں شہر یار ترک و عجم یعنی بادشاہ سلامت کے پہنچنے کی راہ تک رہی ہیں۔ خسرو پیروز جنگ کی درخواست پر یہ فرمان جاری ہوا کہ آنے میں وہ تیز رفتار اتری ہوا سے

پیش دستی دکھائے یعنی اس سے پہلے پہنچے اور جہاں پیا باد صبا سے گوئے سبقت لے جائے۔ حاضری کے وقت اس دریا سے جو دو فوجوں کے درمیان حائل ہے، گرد وغبار اٹھے دن میں ہی حملہ کیا جائے، خونخوار بھالے کی زبان سے دشمنوں اور سرکشوں کو جواب دیا جائے۔ آبدار خنجر سے آتش گمراہی کو جو بھڑک رہی ہے بجھایا جائے، کند اور نامناسب تلوار سے، جو سداب (ہرل کا درخت) کی طرح اعدائے حکومت کی نسل کشی کرنے والی ہے، شر وفساد کے مادے کو ختم کر دیا جائے۔

جمشید شکوہ خسرو، جس کی خورشید جیسی قدر ومنزلت کے سامنے کیوان اور مشتری بھی اپنی برتری کی لاف زنی نہیں کر سکتے، جس کے رزم اور بزم کے دنوں میں بہرام اور ناہید سیمیں خنجر اور زریں ساغر اٹھائے رہتے ہیں۔ تیز فکر اور وہم رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر جلدی سے روانہ ہوئے اور اس باد پیا یعنی ہوا سے باتیں کرنے والے گھوڑے کے ہاتھ پاؤں کے ذریعہ کوہ دشت پیمائی شروع کر دی۔ تیز رفتار باد صبا بھی گھوڑے کی رفتار کی شرم سے خجالت کا پسینہ بہا رہی تھی۔ سبک رفتار باد نکبا (چوطرفہ ہوا) اس کی رفتار کے رشک سے عرق تشویر بہا رہی تھی۔ سخت پتھر کو توڑنے والے نعل کے ذریعہ اس نے چنگاریوں کو قبہ ماہ اور قمہ آفتاب پر پہنچا دیا تھا۔ خارا نگار یعنی سخت پتھر پر نقش بنانے والے کھر سے زمین کو پشت ماہی یعنی مچھلی کے چانے کی طرح چاندی کے سکے سے آراستہ کر رہا تھا۔ گویا اس کا خوش رفتار گھوڑا مارے خوشی کے بساط خاک پر آرام کرنا نہیں جانتا تھا۔ شبدیز (خسرو پرویز کے گھوڑے کا نام) دام گھوڑا تیز رفتاری میں براق باد کی طرح آسمان کا چکر کاٹنے سے باز نہیں آتا تھا۔ دریائے سدرہ کے نزدیک چار خوفناک شیر تھے جن کے دہاڑنے کی آواز کے خوف سے آسمان کے ثور (بیل) کے جسم میں دل خون ہو جاتا تھا اور چرخ کا جنگجو ترک سپاہی ہر ایک شیر کے خونریز ناخن کے زخم سے پہلو تہی کرتا تھا۔ آسمان کا شہ سوار شیران کے پیکان پیکر دانتوں کے ڈر سے اپنا ڈھال گرا دیتا۔ اس دائرے جیسے گنبد کا ہندوانتہائی خوف و ہراس کی وجہ سے اپنا مرکز خالی کر گیا۔ شیر گیر شہریار، جس کی آتش بار تلوار کے سامنے آسمان کا شیر بھی غسل خانے کے شیر کی طرح ذلیل تھا اور جنگل کا شیر اس

کے خونخوار خنجر کے مقابلے پر بے وقعت شیر کی طرح تھا، مقابلے پر اتر آیا اور بادشاہ کی تلوار کے ایک ہی وار کے حملے سے خاک راہ کی طرح باد فنا کے سپرد ہو گیا۔ دسویں دن دریائے سدرہ کی گزرگاہ کو پار کیا اور منصور و مظفر لشکر گاہ، سدا اسلام کا ملجا اور ایمان کی امن گاہ رہے، سے آملا۔ دریائے جیلم (یا جہلم) کے ساحل پر سلطان معظم، اللہ اس کے علم کی مدد کرے اور اس کی نشانیوں کو بلندی عطا کرے، کے سامنے خاک بوسی کی، مراحم خسروانہ وعواطف شاہانہ سے نوازے گئے، بادشاہ کی نظر میں اعزاز واکرام ومقبول پسندیدہ ہونے کی وجہ سے دنیا کے سلاطین کی نظر میں محسود ومغبوط ہوئے۔ یعنی لوگ ان سے حسد کرنے لگے۔ وہاں آہو سیر (ہرن جیسی رفتا والے) اور گور سیرین (گورخر جیسے سرین والے) اور ایسے عربی گھوڑوں پر سوار ہوئے جن کی دم کھڑی اور بال پیچیدہ تھے، پہاڑ جیسے ڈیل ڈول والے اور سخت کھر والے تھے۔ اس طرح دریا میں تیرنے لگے جس طرح مچھلی پانی میں تیرتی ہے اور ہوا کی طرح تیزی سے دریا پار کر گئے۔

دریائے جیلم (جہلم؟) کے ساحل پر بیٹھ کر معرکہ آرائی کی گفتگو کرنے لگے، خلوت میں بیٹھ کر جنگی گھوڑوں کے نظم وترتیب اور میدان کارزار کے بابت باہم مشورے کرنے لگے، اور خسرو نے، جس کے الفاظ کے گوہر سے قوت سامعہ سیپ کی طرح موتی کا معدن ہو گیا۔ جس کے کلمات کے موتی کی نظم سے قوت باصرہ قوت سامعہ پر حسد کرتی تھی۔ خدائیگان جہاں یعنی بادشاہ سلامت کی مدح وستائش میں لب کشائی کی اور اس انداز سے بات کی کہ جب روئے زمین کے بادشاہ کے تخت نے، سدا دنیا کا قہرمان اور بنی آدم کی گردن کا مالک بنا رہے، قدر ومنزلت کا پایہ کیوان یعنی زحل ستارے کی پیشانی پر رکھا۔ ربع مسکوں کا بڑا حصہ حکومت کے غلاموں کے زیر اقتدار آگیا۔ اس کی مملکت کی شہرت زمین کے گوشہ نشینوں اور آسمان کے صومعہ داروں کے کان تک پہنچ گئی ہے۔ ہر اہم کام میں، جو اس مذکور دشمن سے نمٹنے میں پیش آیا، اس علاقے کے فساد کی اصلاح اور جہاں کشائی کی باگ موڑنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بلکہ اس قسم کی مہم کو سر کرنے اور دشواریوں کے دور کرنے کا کام کمترین بندہ کے حوالے فرمایا

جائے جو اس درگاہ رفعت اور بارگاہ کیوان رتبت کا پروردہ اور پرداختہ ہے اور نافذ العمل فرمان جاری ہو، تاکہ دولت قاہرہ کے شکوہ سے اور ایام ظاہرہ کی برکتوں سے اللہ اسے دوام وخلوص سے ہمکنار کرے اور تائید کی سفارش سے وابستہ کرے، دین ودولت کے مخالفوں کو قلع قمع کرنے اور ملک وملت کے معاندوں کی گوشالی کرنے میں ایسی کوشش کرے کہ اس کی نشانیاں چاند سورج کی جبیں پر سدا باقی رہیں، اور اس کی حسن بندگی کا ذکر زمانے کے چہرے پر تا قیام قیامت باقی رہے۔ عدو بند قلع کشا خسرو نے بادشاہ سلامت کے سامنے کہا:

بگفت این و برخاست با مہر وتفت
بہ رخ خاک پیش برفت و برفت

یہ بات کہی اور محبت کے جذبے کے ساتھ اٹھا چہرے سے خاک جھاڑی اور روانہ ہو گیا۔

اور اُس ماہ سیر (جیسی سیرت والے) اور زہرہ جبیں (زہرہ جیسی پیشانی والے) گھوڑے کے رکاب میں پاؤں ڈالا، اس شبرنگ اور ہلال جیسی گردن والے گھوڑے کی باگ کامیابی کے ہاتھ میں تھامی اور ایسے برگستوان (ایسا لباس جس کو قدیم زمانے میں جنگجو لوگ جنگ کے دوران پہنتے تھے اور گھوڑوں کو پہناتے تھے) پر سوار ہوا جو تیر قلم کی ضرب سے تیر فلک کی انگشت کو سی ڈالتا اور تاریک رات میں اپنے حکم فرمائی سے پرنیاں کپڑے کے تار کو نوک پیکان سے پھاڑ ڈالتا۔ پیادہ دستی ہتھیار سے لیس ایسا کہ اپنی کلائی کے زور سے پہاڑ کی میخ زمین کی پیشانی سے باہر کھینچ لاتا، اپنے بازو کی توانائی سے گردش کرنے والے آسمان کے گنبد کی چکی کو گھومنے سے باز رکھتا۔ صبح پیکر (سفید تلوار) سے ترک روز یعنی سورج کے چہرے سے شب کی تاریکی دور کرتا۔ بھالے کی نوک سے ناہید کے کان سے چھلا اور خورشید کے سر سے تاج اچک لیتا۔ کمند کے ستارے سے کچھار کے شیر کے پر و بال اور چرخ بریں کے اژدہا کو پابند سلاسل کر دیتا۔ گوپال یعنی چھوٹے نیزے کے زخم سے آسمان کا دائرہ اور سورج کی ٹکیا کو پارہ پارہ کر دیتا۔ شام کی نماز کے وقت خون آشام تلوار کے ساتھ لشکرگاہ سے جدا ہوا، اور اس سے پہلے کہ:

چہرۂ آن شاہد زربفت پوش

از نقاب پرنیان آمد برون

اس زربفت پوش محبوب کا چہرہ پرنیاں کے نقاب سے باہر آئے۔

کافروں کے فوجی پڑاؤ پر پہنچ گیا، جب گوہر نگار غلاف سے تاریک رات ظاہر ہوئی یہ فرمان جاری کیا کہ منصور ومظفر خادموں کی ایک فوج ترتیب دی جائے جس کے تیر کے خوف سے سپردار ماہ سیمیں سپر ڈھال کو گرا دے، اوران میں سے ہر ایک کی تلوار کے ڈر سے تیغ گزار آفتاب اپنا زریں خنجر اٹھا کر رکھ دے۔ رات بتانے اور سیلاب روکنے کی طرح ان لوگوں نے جنگ کا رخ کیا۔ دریائے جہلم کی گزرگاہ پر سب اکٹھے ہوئے۔ جنگ کے لیے صف بندی کی ہمارے فوجی جنگ کے وقت مثل آتش وآب روشن ضمیر اور صافی قلب اور خاک وباد کی طرح ثابت قدم اور عزم کو پورا کرنے والے تھے۔ اور ہاتھی کے کان کی طرح آہنین گوپال (چھوٹا نیزہ) لیے اور شیر کے ناخن کی طرح فولادی بیلک (دوشاخا تیر) ہاتھ میں لیے تھے۔

اسلامی فوج کے مقابلے میں ہندوستانی فوج نے، جن کی تعداد حد یقین اور مرکز گمان سے کہیں آگے تھی اور جن کا احاطہ اور استقصا کرنا آسان نہ تھا، کوہ خارا کی طرح میدان کارزار میں قلب اور بازو کی صف بندی کی، اور موج دریا کی طرح صحرائے جنگ میں جوش وخروش کا اظہار کیا۔ سب نے آسمان جیسا ڈھال سامنے اٹھا رکھا تھا۔ آبدار تلواریں میان سے نکال لی تھیں۔ آتش پیکر کلک (نشتر) کمان پیکار سے جوڑ دیا تھا۔ افعی (کالا سانپ) کی شکل کا کمند میدان کارزار میں ڈال رکھا تھا، اژدہے جیسے چھوٹے نیزے دست قہر میں تھامے ہوئے تھے۔ آتش فشاں بھالے کی نوک عداوت کے زہر میں بجھائے، بادرفتار گھوڑوں پر سوار، کینہ وعداوت کے میدان کارزار میں جدال وقتال کے لیے تیار اور اپنا گوش وہوش جنگ وپیکار کی آواز پر لگائے تھے۔ اسلامی فوج اور غیر مسلموں کی فوج دریا کی لہروں کی طرح باہم بھڑ گئیں۔ رات دن اور روشنی وتاریکی کی طرح ایک دوسرے میں گتھ گئیں۔ میدان جنگ جنگجو بہادروں اور ہاتھیوں کی بدولت میدان حشر کا منظر پیش کر رہا تھا۔ میدان کارزار کی فضا علم اور پرچم کی وجہ سے سبزہ زار اور

سمن زار ہو رہی تھی۔ معرکے کی فضا پرچموں اور علموں کی وجہ سے گلستاں تھی۔ گویا نیزہ وروں کے نیزے کی بدولت صحن صحرا پر جنگل رواں دواں تھا۔ خون افشاں بھالے کے عکس کی وجہ سے فضا درفشاں شہاب سے پر ہو گئی تھی۔ سدابی (سداب شاخ و برگ سے ہرا بھرا درخت) تلوار کے عکس سے چاند کے رخسار نے ضمیران (ایک خوشبودار پودا) کی ہریالی اپنائی، آسمانی رنگ کے خنجر کے خوف سے عطارد کی پوریں شاخ یاسمین کی طرح ہوا سے تپ رہی تھی۔ زہرا کے ناخن بنفشہ پھول کی پتی کی طرح کبود فام یعنی نیلے رنگ کے ہو گئے ہو سورج کی آنکھ میں چشم نرگس کی طرح یرقان کی زردی آ گئی، دیدہ بہرام نے خوناب جگر کی وجہ سے ارغوان کی سرخی اپنائی، طلعت مشتری نے نیلوفر کے پتوں کی طرح نیلا پیکر اختیار کر لیا۔ زحل کا چہرہ ول لالہ کی طرح تارکول سے زیادہ سیاہ ہو گیا۔ شیر علم کی شان وشکوہ کی وجہ سے خوفناک شیر کا دل بھی دھڑکنے لگا، روئین یعنی آہنی بانسری کی پھونک سرمئی گنبد کی بلندی تک پہنچ گئی۔ سفید مہرہ کی آواز فلک کے نیلے دائرے تک پہنچ گئی ہو۔ سبز غبار کے بادل کی وجہ سے آسمان نے سیاہ زنار یعنی جنیو پہن لیے ہو اور دھواں کی وجہ سے اشہب روز کی گرد نے ادھم شب کا روپ دھار لیا ہو۔

شیر دل خسرو، جس کی تلوار کی خوف سے شیر بھی لومڑی کا مکر وحیلہ اختیار کر لیتا ہے، جس کے گوپال یعنی چھوٹے نیزے کے زخم کے خوف سے ہاتھی بھی مچھر کی طرح راہ فرار اختیار کرتا ہے، زمرد فام خنجر کے ذریعہ دشمنان دیں کی آنکھوں میں شگاف ڈالتا ہے۔ کہربائی رنگ کے نیزے سے دشمنوں کی جان لیتا۔ وہ ایسا سبز چہرہ گوہر ہے جس کی ضرب کا صایقہ فولاد کے دل میں ہیرے کے ریزے پیوست کر دیتا ہے، اور وہ ایسا زرد رنگ پیکر ہے جس کی نیزہ زنی کی برق کان کے بوتہ یعنی جڑ میں پگھلے ہوئے سونے کے ٹکڑوں کو رواں کر دیتی ہے، اس کا چمکدار خنجر گویا ایک گھڑیال ہے جو اپنے منہ کی بھٹی سے برزین (برزین خراسان کے آتش کدہ کا نام ہے جسے آذر برزیں بھی کہتے ہیں) کی آگ میں اضافہ کرتا ہے۔ آگ کی بھٹی سے نکل کر اس کا بے جان نیزہ ایک اژدہا ہے جو بھالے کے دانتوں سے عداوت کا زہر برساتا ہے، حیرت ہے اس گھڑیال پر جو مقناطیس لوہے کی طرح

اپنی سانس کی کشش سے اژدہے کی کھال سپہر بریں کی چوٹی سے کھینچ لاتا ہے، تعجب ہے اس اژدہے پر جو آتش زخم یعنی ڈس کر نبردگاہ کی زمین سے چنگاری اٹھا کر خرمن ماہ تک پہنچا دیتا ہے۔ ایسا گھڑیال کس نے دیکھا ہے جو جان لینے کی خاطر جسم کو سراسر دانت کا روپ دے دیتا ہے اور ایسا اژدہا کس نے دیکھا ہے جو کارزار کی خاطر یکسر کمر پیکار بنا دیتا ہے۔ یعنی لڑنے کے لیے ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔ اسلامی فوج کی پشت پناہ، روئے زمین کا سپہ سالار اسکندر ثانی، شمس الدنیا والدین، سلطان السلاطین تھا، اس کی شاخیں سدا چمکتی رہیں اور پھول بوٹے کھلتے رہیں جس کے کوہ گزار بیلک یعنی دوشاخہ تیر جو پہاڑ کے آر پار ہو جائے، کی وجہ سے جنگی ہاتھی جنگ کے دن ازکار افتادہ ہو جاتے ہیں اور ردلا ور ببر شیر اس کے خونخوار بھالے کے سامنے پست و زبوں ہو جاتے ہیں اور اژدہائے چرخ کے سر کا منکا اس کے آتش بار خنجر کے خوف سے پگھل پڑتا ہے۔ شیر فلک کے پستان میں دودھ اس کی آبدار تلوار کے ڈر سے خالص خون ہو جاتا ہے۔ براق اندام اور برق رفتار گھوڑے کو جنگ میں سمندر یعنی آگ کے کیڑے کی طرح کھیل تماشا سمجھتا ہے، مچھلی کی طرح دریا کی سطح پر دھڑلے سے چلتا ہے، ہرن کی طرح خاک پیائی یعنی چوکڑیاں بھرتا ہے، صحرائے جنگ کے صحن پر دوڑ لگاتا ہے، میدان جنگ میں چیتے کی طرح حملہ کرتا ہے، مقابلے کی سختیوں میں گھڑیال کی طرح خود کو سامنے ڈال دیتا ہے، زرہ پوش کے اوپر سے گرد جھاڑ کر جوشن کی طرح فلک پر پہنچاتا ہے، آفتاب کے پرنور چشمے کو غبار کے سرمے سے تارکول کا چشمہ بنا دیتا ہے۔

ضمیرانی تلوار ارغوانی خون بہا رہی تھی، اس کے سبز رنگ پیکر پر لالہ سراب نمایاں کر رہی تھی۔ اس کے الماس گوں صفحہ پر خالص لعل اور پگھلا ہوا یاقوت بہا رہی تھی، چشمہ چشم سے پیکان کی نوک کے ذریعہ خون کی بارش برسا رہی تھی۔ جنگجوؤں کے جسم پر بھالے کے شہاب سے شفق کی طرح خون کا خضاب لگا رہا تھا۔ سخت پتھر کو چاک کر دینے والی تلوار کے دھار سے بہادروں کے جگر سے خون کا سیلاب رواں کیے تھا، خود شکن (آہنی ٹوپی کو توڑنے والے) گرز کی چوٹ سے رزم جویوں کے خون میں جوش پیدا کر رہا تھا۔ دشمنوں کی رگ جان سے دریا کی سطح پر خون کی ندی بہا رہا تھا، کوے جیسے سیاہ چہرہ دشمنوں کو مرغابی کی طرح خون کی دریا میں غوطہ دلا رہا

تھا۔ عربی تیز رفتار گھوڑے کو خون کے بھنور میں تیرا کی سکھاتا تھا۔ ادہم شب کے خون سے اشقر روز (دن کے سفید گھوڑے) کو رنگین کر رہا تھا۔ اشقر روز کی گرد سے ادہم شب کا رنگ بدل رہا تھا۔ کشتوں کے جسم سے میدان کو پشتے میں بدل رہا تھا۔ زخمیوں کے خون سے کشتوں کے سر پر عرق قمر گرا رہا تھا۔ آبی رنگ کی تلوار سے ریگ اور سنگ کو پروین بنا رہا تھا۔ میدان کارزار کی خاک نامور راجاؤں کے خون سے آلودہ ہو رہی تھی۔

دریائے خون کی لہر دریائے جہلم سے فلک اعظم پر پہنچا دیا، بخارات اور نمی شیر آسمان اور گاوزمین کی پشت پر پہنچایا۔ خون کے عکس سے سبزہ زار آسمان کو لالہ گوں بنا دیا۔ نیلوفری گلشن یعنی آسمان کو اس کی چمک سے ارغواں پوش بنا دیا۔ آبدار تلوار سے مٹھی بھر بے کس و عاجز دشمنوں کو ہوا کی طرح جہنم رسید کر دیا۔ اغرقوا فادخلوا ناراً۔ (نور۔200) غرق کیے گئے اور جہنم میں داخل کیے گئے۔ کا راز آشکار ہوا۔ فوج کے سرداروں کے سروں کو خطی نیزہ کا پرچم بنا دیا۔ اور اس علاقے میں کوئی ساکن اور باشندہ نہ چھوڑا۔

دبیر تقدیر نے مملکت کے منشور پر فتح کا نقش بنایا اور خامہ تائید نے صحیفہ دولت پر پیروزی کی آیت لکھی، دست قدرت نے سو ہزار یعنی ایک لاکھ ہندوستانی فوج پر فنا کا نقش لکھا۔ غنیمت کے بہت سے مال گھوڑے، غلام، اسلحے، جس کا پوروں کا نطاق عقد اور محاسب کا عقد ~~بیان~~ احاطہ نہیں کر سکتا۔ فلک نہم و دہم اس کی شمار و حصر کی سرحد سے اور اس کے طول و عرض کی مساحت سے گزر نہیں سکتے اور فکر و خیال کا مساح (ناپنے والا) اس کی اندازہ گیری کی ساخت اور اس کی ریزہ ریزہ کرنے کے استخراج تک راستہ نہیں پا سکتا۔ ضبط و تصرف میں آئے۔

ایک کوکر لڑکے نے، جس نے دشمنی کی رسی بٹ رکھی تھی، سوئے ہوئے فتنے کو جگایا۔ شر انگیزی کرنے لگا اور عہد شکنی کر کے پیمان کو خاک میں ملا دیا تھا، کارزار کی گرم بازاری یعنی گھمسان کا رن پڑنے کے دوران ہوا کی طرح آتش پا یعنی بے چین ہو گیا اور شیطانی گروہ کی ملعون فوج کے ساتھ دریا میں کود پڑا۔ آبدار تلوار کے خوف سے آتش زیر پا ہو گیا۔ ہوا کی طرح عرصہ میدان میں خاک چھاننا شروع کیا۔ صبح پیکر یعنی سفید خنجر کے خوف سے اس کے شام عارض سے اچانک بڑھاپے کی صبح نمودار ہوئی۔ سادہ بنفشہ اور عنبر کے درمیان سوسن اور

کافور کی طرح ظاہر ہوا۔

ایک سوار خوف کے مارے دو تین قدم پر ناکامی سے ہتھیار ڈالے دے رہا تھا۔ شطرنج مشقت کے چار خانے میں حواس پنجگانہ سے بیگانہ ہو گیا۔ نرد بلا و مصیبت کی سرگردانی میں وہ ساتویں اور آٹھویں منزل میں فرق نہ کر سکا۔ نو پوشاک والے افلاک کی چھت سے ایسی گریز گاہ کا طالب ہوا جو دس پایہ بالاتر ہو، فرار کرنے میں اس نے دن کے اوقات میں شب کی ساعتوں کا بھی اضافہ کیا۔ شکست اسے صحرائے جنگ سے کوہ جودی کے قلعے تک لے گئی۔ اور حشاشہ یعنی نیم جان کو جو موت کی تلواروں سے بچ نکلی تھی اس طرف ڈال دیا۔ اس مضبوط قلعے میں جس کی دیوار کا سر اقصر ماہ کے کنگورے اور برج سپہر سے آگے نکل گیا تھا۔ اس کے خندق کی گہرائی گائے اور مچھلی کی پشت تک پہنچی ہوئی تھی، درخواست کی، اس کے بعد چیونٹیوں کی تعداد سے کہیں زیادہ کیڑے اکٹھے ہو گئے تھے۔ سانپ کی طرح اس نے اپنا سر پشت حصار کے غار اور کوہسار کے زنداں میں ڈھک لیا۔ روئے زمین کے بادشاہ، جو سدا اس طرح کی نامور فتح اور کامیابی بہ سہولت حاصل کرتے تھے، جس کی مثل لانے سے عروس زمانہ اور جس کی بکارت زائل کرنے سے داماد ایام عاجز تھے۔ اور اس سعادت کے حصول میں رہے جس کے پہلو میں:

منسوخ شد حکایت قابوس و کیقباد
افسانہ گشت قصہٴ دارا و اردوان

کاؤس اور کیقباد کی کہانی اب کالعدم ہو گئی۔ دارا اور اردوان کا قصہ اب افسانہ ہو گیا۔

دوسرے دن سواری کی باگ کوہ جودی کی طرف موڑ دی اور اس قلعہ کا رخ کیا جو گردوں بنیاد، قاف اساس، سپہر سائے، ستارہ سپاہ ہے، جس کی دیواروں کے کنگورے منطقہ جوزا کو چھوتے تھے اور جس کی برج کا سر ارفعت و بلندی کا پایہ برج اسد اور فرقد کی پیشانی پر رکھتا تھا۔ فلک رفعت، ماہ رایت اور خورشید فر رکاب کے پہنچنے کے وقت اپنے جمال نور گستر سے روئے زمین کی آرائش کی اور شاہی سراپردہ یعنی بڑے خیمہ کو گنبد گرداں کے چہار طاق اور کیوان کے خیمہ ازرق تک بلند کیا۔

ہندوستانی رزم جو فوج صف آرا ہوئی۔ ساری فوج گلبن شجاعت میں بلبل کی طرح

نواپرداز، جلادت و بہادری کی شاخوں پر فاختہ کی طرح رود نواز (رود باجا بجانے والے) چکور کی طرح سبزہ خنجر اور شمیر تیغ سے خوش خرام، دراج یعنی تیتر کی طرح لالہ ژوبین (ایک قدیم ہتھیار کا نام) اور خونریز بھالے پر نازاں، طاؤس کی طرح چمن رزم میں جلوہ گر، قمری کی طرح نام وننگ کی دنیا میں داستان سرا، چکور کی طرح مردانگی کے کوہسار پر خراماں خراماں ورسنان (؟) کی طرح فرزانگی کے مرغزار میں بانسری بجانے والی، طوطی کی طرح لوٹ مار اور جنگ وجدل کے بازار میں سخن فروشی کرنے والی، عقاب کی طرح جھپٹنے کی خواہش میں سخت محنت کرنے والی، کوے کی طرح گریز کے وقت نفرت کرنے والی، کلنگ یعنی کونج کی طرح آویزش کے وقت بیدار اور ہوشیار، قطات (کبوتر کے برابر کا ایک پرندہ) کی طرح کارزار ونبردگاہ کا راہبر، چمگادڑ کی طرح تاریک رات میں راستہ تلاش کرنے والی، کرگس یعنی گدھ کی طرح بیوفائی کی کمان چلانے اور گھات میں بیٹھنے والی، عکہ (کوے کی قسم کا ایک پرندہ جو چتکبرا اور سیاہ وسفید ہوتا ہے) کی طرح میدان جنگ وعداوت میں صاحب رائے، الو کی طرح ویرانے اور کھنڈرات کا طالب، مرغ کی طرح مقابلے پر آمادہ، کوے کی طرح مشاہدہ کے وقت بدمنظر اور حملے کے وقت شاہین کی طرح دوڑنے والی۔

کافروں کی فوج کے سامنے اسلامی فوج کا لشکر، جرار قتال وجدال کے لیے آمادہ ہوا۔ میدان جنگ میں ساری فوج اژدہے کی طرح کنڈلی مارے، سمندر کیڑے کی طرح آتش جنگ میں الٹتی پلٹتی، گھڑیال کی طرح زود عزم اور تیز رفتار، چیتے کی طرح شکار دوست اور بلند ہمت، شیر کی طرح شورانگیز اور جنگجو، ببر شیر کی طرح خونریز اور تندمزاج، گینڈے کی طرح ہوا جیسی سطوت اور آگ جیسی جوش والی، اور ہاتھی کی طرح برق جیسا زخم لگانے اور رعد جیسا خروش کرنے والی۔ اس طرح دو جنگجو فریقوں نے جنگ کی شروعات کی، آگ کی دو بھٹیوں کی طرح دونوں صحرائے جنگ کے صحن پر رواں دواں تھے، دو موجزن دریاؤں کی طرح میدان کینہ وعداوت میں جوش مار رہے تھے۔ میدان کارزار میں کلک ہندی (ہندوستانی قلم جیسا ہتھیار) اور نیزہ خطی (علاقہ خط کا بنا ہوا نیزہ)، سے نرکل کے جنگل کی صورت پیدا ہوگئی۔ لشکرگاہ کا میدان سواروں اور ان کے گھوڑے کے زینوں کی بدولت آہنی حصار بن گیا تھا۔ معرکہ کی سرزمین جوشن خردغیبہ (چھوٹی

چھوٹی ٹکڑیوں والا آہنی لباس) اور زرہ تنگ حلقہ (تنگ کڑیوں والی زرہ) کی وجہ سے آہن پوش ہوگئی۔ خطائی جوشن چاندی سے بھری کڑیوں کی وجہ سے مچھلی کے چانے کی طرح لگ رہے تھے۔ داؤدی زرہ تنگ جالیوں کی وجہ سے مشکیں حلقہ اور عنبریں سلسلہ کا چشمہ نظر آتا تھا۔ اپنے موج نما پیکر کی بدولت وہ کسی حبشی کے گھنگریالے بال کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ ہندوستانی اور عبرانی رسم الخط کی طرح وہ عجیب وغریب نقوش رکھتے تھے۔ باز کے سینے اور سانپ کی کھال کی طرح انوکھی شکل وصورت ظاہر کر رہے تھے۔ الماس پیکر تلوار انتہائی چمک دمک کی وجہ سے چینی آئینے کی طرح اپنا عکس نبرد گاہ پر ڈال رہی تھی اور تابندہ ریت اور چمکدار آفتاب کی طرح آنکھوں کو چکاچوند کر رہی تھی۔ گھوڑوں کے گرد اڑانے کی وجہ سے فضا سرمئی برقعہ رخ پر ڈالے ہوئی تھی۔ جنگ کی وجہ سے اڑنے والی گرد وغبار کی بدولت نیلا گنبد نیلے رنگ کی کہکشاں کی صورت بنا رہا تھا۔ آفتاب کا چمکتا ہوا چشمہ تارکول سے بھرا گیا تھا۔ خون کی موجیں پہاڑ کی زنگاری فرش پر سرخ جدول بنا رہی تھیں اور صحرا کی فستقی (پستئی رنگ) کے سینے پر نارنگی رنگ ڈال دی تھی۔

ضمیران (ایک خوشبودار پھول ریحان کا نام) کے قبا پر سبز رنگ کا شاہانہ عبا سجا دیا تھا۔ نصدانی تلوار (نسدانی کی بنی ہوئی تلوار) کے خون کے عکس سے خسرو سپہر (سورج) کا رنگ عنابی ہوگیا۔ بہرام کا گندنا (ایک قسم کی سبزی جس سے پیاز کی بو آتی ہے) شکل کا خنجر ارغوانی رنگ کا ہوگیا۔ آسمان کے سبز تھال طائفی ادیم (طائف کی سرخ رنگ کی تھال) کا رنگ اختیار کرگیا۔ آسمان کا زبرجدیں صحن لعل ویاقوت کا ہم رنگ ہوگیا۔ کواکب کے زمردیں سبز لوح نے عقیق ومرجان کا سرخ پیکر اختیار کرلیا۔ مینوفریعنی بہشت صفت مینائے گنبد کا نگینہ سرخ شراب سے ڈھل گیا۔ روحانی لوگوں یا عالموں کا سبز حلہ زعفرانی پانی سے آلودہ ہوگیا اور آسمان کے طوطیوں کے شہپر طبرخون (ایک قسم کا بید جسے سبز بید بھی کہتے ہیں) کے ہم رنگ ہوگئے۔

حکومت کے اولیائے امور نے جوشن میں پیوست کر جانے والے تیر کی نوک سے سہا ستارہ کی آنکھ سے اس کی تپلی نکال لیتے ہیں اور قضا کی طرح کام کرنے والے دوشاخہ تیر کے زخم سے خورشید رخشندہ کی آنکھ سے اس کی روشنی چھین لیتے ہیں، ربض (رسی جس سے اونٹ کا زین باندھتے ہیں) کے ذریعہ چند جگہ دراڑ ڈالا۔ اسلامی سرداروں اور دینی سورماؤں نے جنگ وجدال

کے لیے چھوٹے گرز نکال لیے۔ فتح وظفر کی تلوار غلاف انتقام سے کھینچ لائے۔ اژدہے کی شکل کے چھوٹے نیزے غلبہ و تائید کے ہاتھ میں سنبھال لیے۔ کیانی کمان سے شہاب صفت تیر چلانا شروع کیا۔ ہوا و آگ کی طرح تیز رفتاری سے بالائے حصار کا رخ کیا۔ ہندوستانی خنجر اور دیلمی ناچخ کے ذریعہ ایسے قلعہ کی دیوار پر مقابلہ کرنا شروع کیا جو بلندی میں فلک دوار کی برابری کرتی تھی اور کواکب سیارہ سے راز کی بات کہتی تھی۔ گھنٹے بھر میں ایسے مضبوط قلعوں کی برجوں کو جس کی دیواریں انتہائی استواری اور دشوار گزاری میں جودی اور ثہلان پہاڑیوں کی برابری کرتی تھیں اور جس کا خندق انتہائی گہرائی کی وجہ سے بحر محیط کی گہرائی سے پہلو ملاتا تھا، نہ تیز رفتار شمالی اور جنوبی ہواؤں کے ہاتھ میں یہ قدرت تھی کہ اس کے دامن کو موڑنے کی کوشش کر سکے، اور نہ بادصبا ودبور (پچھمی ہواؤں) کے پاؤں میں یہ سکت تھی کہ اس کے نیچے سے گزر سکے۔ تیر و تبر کی زبردست زخموں کی وجہ سے وہ قلعہ چشم زرہ اور دہن سوفار (سوئی کے ناکے) کی طرح ہو گیا۔ ہندوستانی فوج نے سیلاب کی طرح بلندی سے پستی کا رخ کیا یعنی نیچے اترنے لگی اور اس زخم کے خوف سے جو آگ کا کام کرتا ہے اس طرح الٹنے پلٹنے لگی جس طرح پانی خاک میں الٹتا پلٹتا ہے۔

پہاڑ جیسا فر بہ رائے، جو پروانے کی طرح شمع بلا کا طواف کرتا اور دماغ میں لایعنی و بیہودہ خیال سمائے ہوئے آتش فتنہ بھڑکا رہا تھا، چشم جفا باز (ظلم کرنے والی آنکھ) کو دھو کر رخسار وفا پر خراش لگا رہا تھا۔ غداری و بے وفائی کی سواری کی باگ کھینچ کر وسیع و کشادہ میدان میں جست لگا رہا تھا۔ جنگی مغفر (آہنی ٹوپی کا زیر جامہ) سر پر رکھ کر زرہ کا دامن پاؤں کی طرف کھینچے جا رہا تھا۔ دائرۂ عہد و پیمان سے قدم باہر نکال کر سر عیوق (روشن ستارہ) کی طرف اٹھا رکھا تھا۔ فرمانبرداری کے طوق سے گردن کشی کر کے سرداری کی لاف زنی کر رہا تھا۔ بندگی کی راہ سے سرتابی کر کے سرکشی کا دعویٰ کر رہا تھا۔ خودرائی کی چوٹی سے اتر کر رعیت ہو کر مالگذاری ادا کرنے کی پستی میں پہنچ چکا تھا۔ خود کو ایک قیدی کی طرح خسرو فریدوں جاہ کی بارگاہ کی پناہ میں پیش کیا اور بادشاہ سلامت کے درگاہ سے جو قابل اعتماد ستون اور عظیم ترین امن گاہ ہے وابستگی پیدا کی۔ برہمنوں کا لباس زیب تن کر کے غلام کی طرح خاک بوسی کی۔ بادپیا گھوڑے اور زمین پیما رخش کی طرح اس نے سر ٹیک دیا۔ بادشاہ سلامت کی شان و شوکت کے خوف سے اس کی انگلیوں کے پور لرزنے لگے۔ مدہوش

آدمی کی طرح حلقہ مہر یعنی محبت کا چھلا کان میں پہن لیا اور خاموشی کی مہر زبان پر لگائی۔

حسب دستور، شاہی عنایت و عاطفت کی گزرگاہ سے لطف کی باد نسیم چلنے لگی۔ ابر کرم سے باران رحمت لگا تار برسنے لگا۔ رافت و محبت کے سیمرغ نے عنایتوں کے بال و پر پھیلائے۔ بخششوں کے ہما پرندے نے اپنے بازو کشادہ کیے۔ شاہین نے بخشش کے شہپر کھول دیے۔ سطوت و شوکت کے شہباز نے دشمنی وعداوت کی چونچ بند کر لی۔ عقاب نے اپنے قہر کے پنجے گرا دیے۔ کینہ وعداوت کی آگ محبت والفت کے پانی سے ٹھنڈی پڑ گئی۔ جبروت کی تیز آندھی خاک تواضع وانکساری کی پابند ہوگئی اور بادشاہ سلامت کے خنجر سے اس کی جان کو امان ملی۔

دوسرے دن جب صبح ملمع نقاب (صبح جس پر نقاب کا ملمع ہو) نے سیمیں تلوار کو آسمان کے نیام سے باہر نکالا، سپیدہ دم یعنی صبح کے ہاتھ نے پستئی آسمان کے سینے کو چاک کیا۔ خورشید کے پیکر نور گستر چہرہ نے تارکول جیسی سیاہ رات کے پردے سے باہر جھانکا۔ چینی آئینہ افق شرقی اور آسمان سیمائی سے نمایاں ہوا۔ خسر و سیارگاں یعنی سورج نے خون آلود خنجر سیم اندود آسمان کے نیام سے باہر نکالا اور سبز قبا آسمان سے اپنی زریں گوشہ ٹوپی کی نمائش کی۔ اس کے نور فیض نے گردوں کے صحن کو فلک آرا حسن و جمال سے منور کر دیا۔ میدان کے چہرے یعنی سطح کو زربفت لباس اور زرور یشمی پوشاک سے آراستہ کر دیا۔ فتح کا پرندہ پرواز کرنے لگا۔ لشکر تائید ونصرت ایزدی کے ہراول دستہ نے طلوع آفتاب کے وقت اپنے چہرے کی نمائش کی۔ پہلے ہی دن کے آغاز میں ایسا قلعہ جس نے اپنی بلندی کے قدم افلاک کے چار طاق پر رکھے تھے اور جس کے سر قصر آسمان وایوان کیوان سے آگے نکل گئے تھے اور گذشتہ سلاطین اس کو فتح کرنے کی سدا کوشش کرتے رہے تھے، فتح ہوا۔

فتح کے علم اوج فلک پر لہرانے لگے۔ ضلالت و گمراہی کے علم سرنگوں ہوئے۔ غنیمت کے بہت سے مال جو قیاس و گمان کی حد سے باہر تھے، تیز رفتار قوت واہمہ جو براق صفت جنگی گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑے اس کا شمار نہیں کر سکتی تھی اور شہسوار فکر جو برید فلک سے اپنا دست دہان تک لے جاتا اس کا احصا نہیں کر سکتا تھا، صحرائے جنگ میں ڈھیر ہو گئے۔ مراد کی باگ اب لاہور، سدا برکتوں اور خوبیوں سے پر رہے، کی طرف موڑ دی۔ خسر و شیر شکار خورشید شکوہ علم کے

ہمراہ ، اللہ اسے کامیابی سے ہمکنا کرے ، روانہ ہوئے ۔ رخصت ہوتے وقت وہ شرافت وکرامت سے نوازا گیا،تشریفات والقاب عطا ہوئے ،محروسہ دہلی کی طرف ، اللہ اس کے جلال کے سائے کی حفاظت کرے اور اس کے فضل وشرف کے دامن کو پر کرے، ہنسی خوشی روانہ ہوئے ۔مبارک سواریاں اللہ ان کو سکینہ عطا فرمائے ،حرکت کرنے لگیں، حشم وخدم کے مختلف طبقے آفتاب احسان کے زیر پرتو اور خدا کے زیر سایہ روانہ ہوئے ۔مقام میک کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کیا۔صاف وشفاف دریا کے ساحل پر جو صیقل شدہ آئینہ کی طرح روشن اور عکس پذیر تھا اور گرہگیر زلف والی حسینوں کی زرہ جیسی زلف کی ہوا سے خیمے بنائے اور شاہی بڑے خیمے کی طنابیں ایسے سبزہ دار کے درمیان کسی گئیں جو سوسن ،نسرین ،گل اور یاسمین پھولوں سے بھرا، جو وعدہ یار سے زیادہ خوشتر، جو وصل دلدار سے زیادہ خرم،جس کا پانی بادنسیم سے زیادہ لطیف ،جس کی فضا پانی سے زیادہ صاف تھی۔ بادصبا زلف گرہگیر اور تاب بنفشہ سے خالص مشک کی خوشبو فضا میں بکھیرتی تھی ۔ بادشمالی (اتری ہوا) نسترن پھول کی پرشکن گھنگھریالے بال سے عنبر تر کی خوشبو پھیلاتی ۔ ریاحین پھول ہوا کے قاصد کے ہاتھوں مشام جان کو تحفہ دیتا۔ پانی صفائی کے جاسوس کی زبان سے اپنے ضمیر کی خبر دیتا۔

☆☆☆

سلطان السلاطین معز الدنیا والدین محمد بن سام انار اللہ برہانہ کی شہادت کا ذکر

روئے زمین کے بادشاہ کیانی گھوڑے کی پشت سے اتر کر خواب گاہ کے خیمہ میں داخل ہوئے، اور عین الکمال یعنی کمال کی چوٹی پر پہنچنے کے بعد پراگندہ دل اور پریشان خاطر سے لگ رہے تھے:

چو ملکت را پدید آید کمالی
کمالت را پدید آید زوالی
یقین می دان کہ ملک لا یزالست
کمالی کان منزہ از زوال است

تیرے ملک کو جب کمال اور عروج حاصل ہو تو کمال کے بعد پھر زوال آتا ہے۔ یقین کرو وہ کمال جو زوال سے پاک ہو خدائے لا یزال کا ملک ہے۔

موت کے پرآشوب پنجے سے، جسے کسی بھی تدبیر سے دور نہیں کیا جا سکتا اور جس کے دانتوں کے زخم کے سامنے کوئی تعویذ گنڈہ کارآمد نہیں ہو سکتا، ان کی وفات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس بیچ چند ملحدوں نے، اللہ جلد ہی ان کو ہلاک کرے، جو گھات لگائے موقع کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ کسی طرح عرصہ درگاہ

کو بادشاہ۔ ایسا بادشاہ جس کا چاند ساعلم اور خورشید سی چھتری ماہ آسمان اور خورشید تاباں پر بالاتری رکھتی تھی، کے غلاموں سے خالی پائیں اور ہر قسم کی مخالفت سے خالی فضا میں اپنا کروفر دکھائیں۔ شام کی نماز کے وقت جب نیر اعظم یعنی سورج نے مغربی افق میں اپنا سر ڈھک لیا اور دن کا نور بخش پیکر رات کی عنبریں زلف کے تاروں میں نہاں ہو گیا۔ تاریکی کے زنگی (حبشی) نے عربی انداز سے ساک رامح (دوستارے کا نام جس میں سے ایک کو رامح اور دوسرے کو اعزل کہتے ہیں) کے نیزہ کو کینہ دعداوت کے ہاتھ میں اٹھار کھا تھا اور شام کے حبشی نے ایک دیلمی تلوار کی طرح پلک شہاب (ستارہ شہاب کے دوشاخہ تیر) کو قہر غضب کے کمان سے چلایا۔ مینا فام چھت یعنی آسمان کے ہندو (زحل) نے ہندی بہلہ (چرمی دستانہ جو شکار کے وقت پہنتے ہیں) کو زہر آب میں بجھایا، فلک اخضر کے منبر کے خطیب نے سوگ کا سیاہ لباس زیب تن کیا۔ آئینہ گوں آسمان کے سیّاف یعنی شمشیر زن نے خون آلود تلوار کو تارکول سے بھرے غلاف سے باہر نکالا۔ چرخ زنگاری کے میدان کے شہسوار نے شہریاری کا تاج سردار کی پیشانی سے اچک لیا۔ زبرجدی سپہر کی خاتون نے ہاتھ اور پاؤں سے سنہری چھاگل اور پازیب اتار دیے۔ سیمابی آسمان کے دبیر نے سیمیں دوات اور قلم سامنے سے اٹھا لیا۔ گوہر نگار طارم (آسمان جس میں تارے جھلملاتے ہیں) کے مشعل بردار نے مصائب وآلام کی شمع روشن کی۔ سلطان عالم سجادہ راز ونیاز پر براجمان ہوا۔ وحدت وخلوت کے میدان میں باہمی میل ملاپ کا گیند اچھالا اور اپنی زبان حمد وثنا اور تقدیس وتنزیہ کے ورد کے لیے کھولی، تائید وتوفیق کے ہاتھ سے مقید مرغ روح کو قفس قالب سے آزاد کیا اور چشم بصیرت موت کے شمشیر براں پر مرکوز کیا۔ کہاوت ہے الموت تحفة المومن (موت مومن کا تحفہ ہے) اور گوش ہوش فرمان الٰہی یا ایتھا النفس المطمئنة اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ پر لگایا۔ مہر سیما پیشانی سے تواضع کی خاک پر زمین فرسا ہوا آنسوؤں سے مدد لینے کی ضرورت ہی نہیں پڑی، اور چہرہ پر انابت الٰہی کی صورت اس طرح جاری ہوئی جس طرح گائے اور بکری کے تھن سے دودھ جاری ہوتا ہے۔

ایسے وقت میں ایسی ناپاک قوم نے، ان پر اللہ کی لعنت ہو، اس کام میں ہاتھ لگایا، بادشاہ سلامت کی خواب گاہ کی طرف ابر وباد کی طرح روانہ ہوئی۔ فوراً ایک مسلح پاسبان اور دو خادموں کو شہید کیا۔ راستے میں بادشاہ کے بڑے خیمے کے پاس پہنچ گئی۔ ان چار خونخوار لوگوں

میں سے ایک دو آدمی بادشاہ سلامت کی طرف بڑھے۔ تیزی سے پانچ چھ کاری ضرب ہفت اقلیم کے بادشاہ پر لگائی، اس کا مرغ روح پروبال شوق کو پھڑ پھڑاتا ہوا آٹھ بہشتوں کے قصر اور نو آسمانوں کے کنگورے پر پرواز کرتا ہوا ان دس حضرات کی روح کی طرف روانہ ہوا جو بہشت عدل اور دائمی نعیم و آرام میں محو خواب ہیں۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر سچے ٹھکانے میں مقتدر بادشاہ کے نزدیک چرخ معالی کا اختر برج اقبال سے منتقل ہوا۔ فلک سعادت کا کوکب دولت خانہ جلال کی بلندیوں سے وبال کی پستی میں اترا۔ اجل کی تیز آندھی کے جھونکوں سے روز روشن کے بوستاں کا سرو، چمن سروری سے ٹوٹ کر گر گیا۔ قہر مرگ کی آندھی کے تھپیڑوں سے باغ دلفروزی کا پھول چمن پیروزی کے پیڑ سے ٹوٹ کر گر گیا۔ مبارک علم کا سر سرنگوں ہو گیا۔ شجر افضال پھلوں سے عاری اور آسمان جلال چاند سے خالی ہو گیا۔

آسمانی گردش کی وجہ سے بادشاہ کی بساط زندگی روئے زمین پر پلٹ گئی اور اس کی عمر کے منشور کو اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ولا یستقدمون۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو ایک گھڑی کی تاخیر و تقدیم نہیں ہوتی۔ کا شاہی فرمان ملا اور قضائے محتوم کے مکتوب پر کل من علیھا فان۔ اس زمین پر جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے۔ کی مہر لگ گئی۔ مملکت کا نور افزا چاند افق تائید پر پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سلطنت کا سپہر آرا مہر اجتماع گاہ کی جگہ میں مخلوق کی نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔ سپہر مکنت کے مشتری نے بلندی سے پستی کا رخ کیا۔ برج سعادت کا ناہید مراد کی چوٹی سے پستی کی طرف مائل ہوا۔

عروس دولت کے کان اور گردن بادشاہ کے عدل و انصاف کے زیور سے خالی ہو گئے۔ اہل جہاں کے پروئے ہوئے موتی میں پریشانی نے راہ پائی۔ (ان کے دانے بکھر گئے) سوتے ہوئے فتنہ نے نرگس کی طرح دیدۂ شوخی و بے شرمی کھولی۔ بنفشہ صفت مزاج کے متوازن عدل وانصاف نے حسرت و تنگ دلی کے زانو پر سر ٹیکا، فلک ازرق زراق (مکار وحیلہ باز آسمان) نے نیلوفر کی طرح نیلا اور سرمئی لباس زیب تن کیا۔ امل کی کلی میں گل مراد نام وفا اور سایہ عنقا کی طرح معدوم ہو گیا۔ آرام و راحت کا گلبن برگ و بار کی زینت سے عاری ہو گیا۔ خوشنوا بلبل کا مضراب عیش و عشرت کے حلق میں ٹوٹ کر رہ گیا۔ مقصد کی اساس ناکامی کی وجہ سے منہدم ہو گئی اور

صبر وآرام کے لشکر کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

جفا پیشہ آسمان نے جو کچھ دیا تھا واپس لے لیا، روزگار ژولیدہ و پریشان نے جو موتی بخشے تھے اس کی واپسی کو روا رکھا۔ فریبی زمانہ نے ارمانوں کی صبح دلکشا کے سامنے تاریک کلمے پیش کیے۔ عوام کی نگاہ کے سامنے آفتاب کے نور بخش چشمے کو تارکول کے چشمے سے زیادہ سیاہ کر دیا۔ خوشی کے دن کو جس میں بجلی کی روشنی اور خیال کی آشنائی کی طرح تاخیر نہیں ہوتی، فنا کی شب میں پہنچا دیا۔ نشاط کو شیون میں اور خوشی کو ماتم میں بدل دیا۔ فریبی جہان نے جو غول مکار کا نشیمن ہے عیش کی خوشگوار شراب کو حنظل کے کڑوے مزے میں بدل دیا اور دہر باک (زہر باد) ایک بیماری ہے جس میں پھوڑے پھنسی سارے بدن میں نکل آتے ہیں) کو جو سانپ کاٹے کی آرام گاہ ہے تریاق کے درمیان خالص زہر میں بدل دیا۔

روئے زمین کے بادشاہ کا تابوت غزنین روانہ کیا گیا اور مدرسہ حرہ میں جو سرائے فنا میں پاکیزہ عورتوں کے طریقہ پر سرگرم کار تھا اور عبادت کرنے والی اور توبہ کرنے والی عورتوں کی سیرت پر نقاب خاک میں دفن کیا گیا۔ ان کی شرافت وفضیلت کا علم جب بادشاہ سلامت کو، اللہ اس کی مشہد کو منور کرے اور اس کے مرقد کو پاکیزہ بنائے، ہوا تو آفتاب معانی کی عدم موجودگی میں اس کی قدر ومنزلت کی شناخت ہوئی۔ مشہور کہاوت ہے، سورج کی قدر اس کے غروب ہونے کے بعد ہوتی ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ اس المناک حادثہ کے سبب اس بات کا موقع تھا کہ سراسیمہ پا دنیا وجود کے حیز سے باہر نکل آتی اور بے سر و پا فلک گردش کرنے سے باز آ جاتا۔

یہ ہولناک خبر جب خسرو شیر دل کو ملی تو خسروی کا تاج سر سے اور شہریاری کا لباس جسم سے اتار پھینکا۔ فکر و دل تنگی کے گھوڑے نے اس کے سینے پر تاخت وتاراج شروع کر دی۔ غم واندوہ کی فوج نے اس کے ضمیر پر ہلہ بول دیا۔ خلوت میں اپنے صفحہ رخسار پر خون کی نہریں بہا دیں، لیکن جو سوزش اس کے صمیم دل اور صحیفہ سینہ میں پوشیدہ تھی اس کا برملا افشا کرنا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ اور کہا:

مرد باید کہ جگر سوختہ خندان باشد　　نہ ہمان کہ چنین مرد فراوان باشد

مرد کو اگرچہ وہ جگر سوختہ ہے خنداں وفرحاں رہنا چاہیے۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی۔

قلق واضطراب کے جو دروازے کھلے تھے انھیں بند کیا گیا اور صبر کا دامن تھاما کہ حدیث میں ہے الصبر عند صدمة الاولیٰ۔ صبر وہی معتبر ہے جو صدمہ پہنچنے کے ساتھ پہلے ہی وہلہ میں کیا جائے۔

☆☆☆

اطراف کے امرا کا سلک خدمت میں اکٹھا ہونے اور سندھ و ہند کی ریاستوں کے زیرنگوں ہونے کا تذکرہ

تمام اطراف و جوانب کی پاسداری و دلداری کی خاطر خشکی و تری کے تمام نواحی میں شاہی فرمان صادر ہوا۔ امرا اور والیوں نے، جن کو دربار شاہی سے امارت کا پروانہ ملا ہوتھا، دوستی اور خیر خواہی کے شعار کا مظاہرہ کیا اور از راہ حسن اخلاص وارادت بارگاہ سپہر رفعت اور جنت صفت کا رخ کیا۔ حشم و خدم کے زمرے میں داخل ہوئے اور اس کے سلک میں پروئے گئے۔ زمانہ کے جبار و قہار بادشاہوں کی پیشانی متابعت و پیروی واطاعت و فرمانبرداری کے آستانے پر ٹکی۔ دنیا کے سرداروں اور گردنکشوں کی گردن میں بندگی کے طوق اور حلقے پڑے۔ بادشاہ سلامت کی خاک درگاہ، دنیا کے سرداروں اور اشراف عالم کی سجدہ گاہ ٹھہری۔ مبارک بارگاہ کی بساط ہندوستان کے راجاؤں اور چین کے سلاطین کی بوسہ گاہ قرار پائی۔

حضرت غزنین، اللہ اسے جلال بخشے، کے نظم و نسق سے متعلق امور کے حل و عقد کی چابی ملک تاج الدین کی شکست کے بعد حکومت کے کارندوں کے ہاتھ لگی۔ اور سراسر ہندوستان پرشور سے دریائے محیط کے سواحل تک اور دوسری طرف سیوستان سے کوہ چین کی سرحد تک دربار کے مخصوص غلاموں کے قبضہ اقتدار اور ان فرمانبرداروں کے زیر تصرف آیا۔ خطبہ اور درہم و دینار کا

سکہ تمام علاقوں میں بادشاہ سلامت کے نام والقاب سے رونق افروز ہوا۔

لوگوں کے دل میں حکومت قاہرہ، اس کے انوار سدا چمکتے رہیں، کی دوستی جاگزیں ہوئی۔ اور ان کے آئینہ ضمیر سے مخالفت ومعادات یعنی باہمی دشمنی کا زنگ دور ہوا۔ عداوت کی تیرگی چھٹ گئی۔ تغیر وتبدل کا غبار اور خلل وبدنظمی کی گرد فضا کے چہرہ امانی ورخسار آمال سے اڑ گئی۔ دشمنوں کا عرصہ دماغ فاسد خیالات اور باطل تصورات سے خالی ہو گیا۔ رعایا اور ماتحتوں کے صفحہ احوال شاہانہ عنایتوں اور مہربانیوں٭ کے زیور سے آراستہ ہوئے۔ خسروانہ عنایتوں، احسانات وانعامات کا چرچا دور ونزدیک کے لوگوں کی نوک زبان تھا۔ خطہ لاہور، جو سلاطین کا مستقر، ارباب یقین کا مطلع خورشید، اخیار وابرار یعنی نیک لوگوں کا قبلہ، اشراف واحرار کا کعبہ، اہل بر وتقویٰ کا مرکز اور دار الملک دولت کے اصحاب کا منشا ہے۔

شریعت وسنت کے علم صبح ہدیٰ کی باد نسیم سے لہرانے لگے۔ حنفی احکام کے علم کیوان کی چوٹی اور گنبد گرداں کی بلندی پر سرفراز ہوئے۔ اسلامی شریعت کے شعار پوری طرح ظاہر ہوئے، مسلمانی کے طور طریقے مکمل طور پر نمایاں ہوئے۔ افق تائید ایزدی سے آفتاب سعادت ہندستانی شہروں اور علاقوں پر سایہ فگن ہوا۔ ماہ جلالت نے کامیابی کے آسمان سے عرصہ ممالک پر ضیا اندازی کی۔ روضہ دین کو رزین ومتین عقل کی وجہ سے تروتازگی نصیب ہوئی۔ اور بیضہ اسلام کو رائے متین سے انتہائی آرائش حاصل ہوئی۔

مراد کا پردہ نشین چہرہ ارمانوں کے پردے سے اور حسین ہو گیا۔ صبح کامرانی کا پیکر امانی کے افق سے رونما ہوا۔ آتش حوادث کی چنگاریاں دنیا سے ناپید ہوئیں۔ ظلم وجبر کا داعی جو آفتاب کی طرح شہرت کا جھنڈا لہراتا تھا افول وخمول یعنی ناپید ہونے کے حجاب میں روپوش ہو گیا۔ فتنہ وفساد کا ساعی جو سپیدہ دم صبح کی طرح مشرق کے غلاف سے خنجر نکال رہا تھا، اس کے پیروں میں قہر وغضب کی بیڑیاں پڑ گئیں۔ عدل وانصاف کی آواز اور رافت ورحمت کا تذکرہ ربع مسکوں کے باشندون کے کان تک پہنچا۔ عدل وانصاف کے انوار بحر وبر اور خشکی وتری کے دور دراز علاقے تک پہنچ گئے۔ امن وامان کے سائے تلے چکور پرندہ باز کے پنجوں سے محفوظ ہوا۔ کبوتر نے چرغ (ایک شکاری پرندہ) کے چنگل کی قید سے رہائی پائی۔ دراج (چکور کی طرح کا ایک پرندہ جو سائز

میں اس سے بڑا ہوتا ہے) نے عقاب کی حریم کو امانگاہ پایا۔ تذرو نے شاہین کے آشیانے کو اپنا نشیمن بنایا۔ مادہ لومڑی نے تیز وتند ببر شیر کے پڑوس میں جگہ پائی۔ ہرن اور دوسرے شکار کو تیز پنجے والے چیتا کی پناہ میں آرام نصیب ہوا۔ کینہ دار بھیڑیا نے بھیڑ اور بکری کے بچے کے ساتھ محبت کا سلوک کیا۔ پانی، آتش باز کی عداوت ومخالفت پر اقدام کرنے سے رک گیا۔ اور خاک ہوا کے تسلط اور غلبہ کی آنکھ سے آسودہ ہوگئی۔

زمرد افعیٰ (کالا سانپ) کی آنکھ کے راستے سے ہٹ گیا۔ (کہتے ہیں کہ زمرد کے دیکھنے سے افعیٰ اندھا ہو جاتا ہے) اور کہربا یعنی بجلی تنکے کو اپنی طرف جذب کرنے سے معزول ہوگئی۔ روئی کو آفتاب کے عکس وحرارت سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ توزی (ایک نفیس کپڑا جو شہر توز میں بنا جاتا ہے) کو نور مہتاب کی تاثیر سے کوئی گزند نہیں پہنچا۔ چاند چرخ کے اژدہا کی دم سے سیاہ رو نہیں ہوا۔ مہر یعنی آفتاب آسمان کے تنین (اژدہا سانپ) کے سر سے سیاہ چہرہ نہیں ہوا۔ فلک نے جور وظلم سے توبہ کی۔ دنیا سے ظلم وجبر موقوف ہوا۔

خسرو جس کے خاک پیا رخش گھوڑے کا زین شہسوار گردوں کھینچتا ہے، اور جس کے بزم کی مجلس آرائی رود نواز ناہید کرتا ہے۔ ایسی حالت میں کہ عشرت کا علم آسمان پر لہرا رہا تھا اور غم کی فوج نے لشکر شادی کے ہراول دستہ سے شکست کھائی تھی۔ عیش وآرام کے گلشن میں نشاط وسرور کا گیند پھینکنا شروع کیا۔

میدان کارزار کا دن ایسا سخت تھا کہ نہ تو جہانگرد بادصبا نے اس کی آندھی کی گرد دیکھی تھی اور نہ تیز رفتار شمالی ہوا نے اس کے خوش خرام گھوڑے کی گرد میں شگاف ڈالا تھا۔ ایسا تیز رفتار گھوڑا کہ اگر دریا کی لہر پر گذرے تو سطح آب اس کا نقش نہ قبول کرے۔ بھاری کھر والا کہ اس کے نعل کی ٹھوکر سے سخت پتھر کا چہرہ ہلال نگار ہو جائے، کبھی باگ کے اشارے سے بادصبا اور بادشمال سے سبقت لے جاتا۔ کبھی رکاب کے آسیب یعنی ایڑ لگانے سے جنوبی ہوا اور بادنکبا (چوطرفہ چلنے والی ہوا) سے بازی لے جاتا۔ کبھی پرنیاں کے تار پر پہاڑ کی طرح ایک جگہ کھڑا ہو جاتا، کبھی کوڑے کے اشارے سے پرندے کی طرح پر وبال نکالتا یعنی اڑنے لگتا۔ اس کے تیر جیسے ہاتھ اور کمان جیسے پاؤں نشانے پر اسی طرح پڑتے جس طرح تیر کمان سے نکل کر نشانے پر گرتا ہے۔ اس

آفتاب جیسی پیشانی والے گھوڑے کی ہمراہی سے سایہ بھی قاصر ہوگیا۔ دوڑ کی آگ میں بادل کی طرح بارش پر عرصہ میدان کا پسینہ چھڑکتا۔ گھوڑے کی صدائے ہنہناہٹ آسمان کے کان کو سیپ کے کان کی طرح بہرہ کردیتی۔ اس کی گرد چشم سپہر کو چرغ (ایک شکاری پرندہ) کی آنکھ کی طرح اندھا کردیتی۔ اپنے نور بصر سے اندھیری رات میں کو کنار یعنی خشخاش کے ڈورے کے جرم کو دیکھ لیتا۔ اور دریا کی گہرائی کی تاریکی میں اسے سنگ ریزے نظر آتے تھے۔

اپنی قوت وہم و عقل کی بدولت ضمیر کے اسرار وافکار سے واقف ہو جاتا۔ اپنی تیز قوت سماع کی بدولت پتھر پر چیونٹی کی پاؤں کی آہٹ ایک فرسنگ کے فاصلے پر سن لیتا۔ اپنے قدموں کے ذرائع سے، خوش لگام براق کی طرح سطح آب اور سطح خاک پر یکساں دوڑ لگاتا۔ اس کے بھالے جیسے کان کی چوٹ اور اس کے آتش افشاں سم یعنی کھر کی ٹھوکر ثری (زمین کی نچلی سطح)، ثریا ستارہ، ماہی اور ماہ یعنی مچھلی اور چاند تک پہنچتی تھی۔ ایک نقطے پر جولانی کی کیفیت میں فلک کی طرح کرہ زمین پر گردش کرتا۔ تاریک رات میں دھاگا کے تار پر مکڑی کی طرح چلتا۔ فضا کے صاف وشفاف آئینے پر گرد وغبار سے سرمئی نقاب ڈالتا۔ خورشید کے پرنور چشمے کو تاریک پردے میں روپوش کردیتا۔ کھر کے ذریعہ مرکز خاک پر دائرے بناتا اور زنجیر اور زرہ کی شکل میں بند پر کڑیاں دکھاتا، رات میں سینہ باز یعنی کھلے سینے پر عجیب وغریب نقش بناتا۔

بدر کامل جیسا گیند ہلال آسا چوگان یعنی بلا کا جفت بن کر جہانگرد باد صبا اور زمین پیما باد صرصر پر (آندھی) پر سبقت لے جاتا۔ خاک کی پستی سے انجم کی طرح افلاک کی چوٹی پر پہنچتا۔ اس کی ٹاپ کی آہٹ سے سپہر کا چہرہ چاند کے چہرے کی طرح آبلہ رد ہوجاتا۔ اس کے آتش زخم سے تیر دبیر کی انگلی میں قلم انگلی کی طرح ہوجاتا، زہرہ رامشگر یعنی موسیقار کے خوف سے اپنا سر خورشید شیر سوار کے ڈھال میں چھپالیتا۔ سلاح بدست یا مسلح بہرام مشتری ستارے کی طرح طیلسان یعنی کشادہ لباس زیب تن کرتا، کیوان یعنی زحل ستارہ زرنگار طارم کے سیم پیکر چہرے پر ہاتھ رکھتا، اس کے ہاتھ کو چوگان اور اس کے سم یعنی کھر کو کیوان بوسہ دیتا۔

☆☆☆

سلطان سعید قطب الدین والدنیا ایبک
کی وفات کاذکر

چوگان بازی (گھوڑے پر چڑھ کر گیند کھیلنا) کے دوران خسرو شیر شکار کیکانی کمیت (سرخ بال سیاہ دم گھوڑا) سے اتر کر چوگانی خنگ (سفید بال گھوڑا) پرسوار ہوا۔ بدخواہ آسمان نے، جس کی دوستی پر گرہ نہیں باندھی جاسکتی یعنی اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اچانک بیوفائی کی گھات لگائی۔ جفا پیشہ اختر نے، جس کی دوستی پر ہرگز بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اپنی خاصیت ظاہر کی۔ ستم گار زمانہ نے دولت ودین کی پشت پناہ کی طرف بے مہری سے رخ کیا۔ فریبی دنیا نے بے شفقتی کے آثار دکھائے۔ پانی کی طرح رواں اور آگ کی طرح دواں گھوڑوں کے باہمی ٹکراؤ سے خسرو غازی کا بادپا عربی گھوڑا گرا۔ بادشاہ کی مبارک ذات کوہ مثال سفید گھوڑے سے خاک پر گری، اور صرصر ایام کے قہر کے ہاتھوں اس نے خرقۂ عیش کو اسی طرح پاؤں تلے روندا، جس طرح پھول ہوا کے تیز جھونکوں سے گر جاتے ہیں۔ بنفشہ کی طرح ہلال جیسی قامت اور بانس جیسے قالب کے ساتھ ضعف وناتوانی کے بستر پر پشت اور عجز وکمزوری کے بالین پر سر ٹیکا۔ مزاج مبارک استقامت کے پایہ اور

اعتدال کی حد سے منحرف ہوا۔ مبارک جسم صحت اور ہلکے پن کے زیور سے عاری ہو گیا۔ آرام و آسائش کی صبح نور افزا رنج و ملال کی شام ظلمت زا میں بدل گئی۔ سپہر عافیت کے مہر نما رخسار پر تغیر کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ روز تندرستی کا غم زدہ چہرہ آہ و نالہ کی تاریک رات میں روپوش ہو گیا۔ بختیاری کا ماہ آسمان محاق (تین آخری دنوں میں چاند کی حالت یعنی پوشیدگی) کا قیدی اور احتراق یعنی سوزش کا اسیر ہو گیا۔ سپہر کا مگاری کے آفتاب کو گرہن لگا۔ طبیب کا دست تصرف علاج معالجہ کے دامن سے کوتاہ ہوا۔ تقدیر کے قلم نے بادشاہ کی زندگی کے دستاویز پر فنا کا نقش بنایا۔ خسروئے ہفت اقلیم کی پاک روح نو آسمان کی چوٹی پر پہنچ گئی۔ سرائے سپند یعنی پنج روزہ دنیا اور رنج و مشقت کی منزل سے نکل کر انس وقدس کے باغ میں روانہ ہوئی۔ مجازی منزل اور عاریتی مسکن سے نکل کر جنت کے دائمی اور ابدی ٹھکانے پر پہنچ گئی۔ ہر قسم کے رنج و غم کے خارستان سے نکل کر امن و امان اور آرام و راحت کے گلشن کی طرف رحلت کر گئی۔ دنیائے دوں سے، جو نامرادی کی وادی ہے، جدا ہو کر رحمتِ الٰہی اور مغفرتِ ایزدی کے جناب میں پہنچ گئی۔ فردوس اعلیٰ اور بہشت بریں میں پہنچ کر نبیوں کی روحوں کی ہم نشین ہو گئی۔

روئے زمین کے شہریار یعنی بادشاہ کی محترم و معظم ہستی لاہور کے خطے میں، جو چھوٹوں اور بڑوں کی منزل مقصود ہے اور اخیار و ابرار کی زیارت گاہ ہے، خزانے کی طرح خاک کے شکم میں دفن ہو گئی۔ ان کا مبارک مقبرہ گنبد گرداں اور مقر کیواں سے آگے نکل گیا۔ جود و کرم اور عہد و پیمان کی پابندی و وفاداری کے کارنامے ستم پیشہ زمانے کی دست کاری سے بے رنگ ہو کر رہ گئے۔ مروت و انسانیت اور بسالت و شجاعت کا پیکر آئینہ ناسازگار زمانے کی بوالعجبی سے زنگ آلود ہو گیا۔ مرغزار گردوں کا برہ یعنی بکری کا بچہ بے رحم گراز (جنگلی سور) کی طرح زخمی ہو گیا۔ بے مہر آسمان نے چیتے کی طرح حملے کا ارادہ کیا۔ دو جنگجو جنگ و پیکار پر اتر آئے۔ ٹیڑھے پنجے والے خرچنگ (کیکڑا) نے بے آبی پر اپنے غصے گرمی کا اظہار کیا۔ آسمان کا شیر بیشہ آہوئے جان کا شکار کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ امید کا دانہ اس سبز گلشن کے

خوشے میں اسی طرح پوشیدہ رہا جس طرح پھول کلی میں پوشیدہ رہتا ہے۔ اس کارگاہ فیروزہ یعنی آسمان کی آرزو کے ترازو سے عیش وعشرت کا نقد اس طرح خاک آلود ہو گیا جس طرح ہوا کے جھونکے سے شگوفہ خاک آلود ہو جاتا ہے۔ جفا کیش بچھو کے ڈنک نے روح کی رگ سے خون رواں کر دیا۔ کہنہ اساس گنبد کے تیر کمان نے قالب وقلب کو اپنا نشانہ بنایا۔ چرخ گرداں کا کہن سال بکری کا بچہ بادشاہ کی زندگی کی چراگاہ میں گر پڑا۔ فلک دولابی کے دلو یعنی ڈول نے چشمہ زندگی اور نہر حیات میں زہراب ملا دیا۔ آسمان کے محیط آسا بحر کی مچھلی نے گھڑیال کے شبہ میں خونخواری کا پیشہ اختیار کیا۔

چاند نے میدان اول یعنی فلک اول میں سپر سیم کار (سفید ڈھال) کو تارکول سے آلودہ کر دیا۔ عطارد نے ایوان دوم یعنی فلک دوم پر زرنگار خامہ کو تاریک چشمے میں توڑ ڈالا۔ زہرہ نے عشرت سرائے سیم یعنی فلک سوم میں جامہ باد (؟) ہوا جیسے باریک کپڑے دریائے نیل میں نکالے۔ آفتاب نے چوتھے شبستان یعنی فلک چہارم پر مرصع تلوار کی کمر نیام سے نکالی، مریخ نے فنا کے پانچویں کنگورے یعنی فلک پنجم پر خفتان لعل (ایک سرخ جنگی لباس) اور مشتری نے شش پایہ منبر پر یعنی فلک ششم پر آل عباس کا لباس زیب تن کیا۔ زحل نے آسمان ہفتم کے چار طاق پر ماتمی لباس پہنا، آہ وزاری کا تیر مہر اور سپہر کے نشانے سے آگے نکل گیا۔ نالہ وشیون کی آواز ہر گلی کوچے سے عیوق یعنی روشن ستارے تک پہنچ گئی۔ اور چاند نے جو لشکر گاہ افلاک کا میدان ہے گریہ کناں دردناک مرثیہ عالم آب وخاک کے باشندوں کے کان میں پہنچایا۔

اے پردہ دار پردہ فروہل کہ یار نیست
و امروز روز دیدن آں شہر یار نیست

اے پردہ کے پردہ دار پردہ داری چھوڑ دے کہ محبوب اب نہیں رہا، آج شہریار کے دیکھنے کا دن نہیں رہا۔

اس ہولناک اور دردناک حادثے کی خبر سے، جو درحقیقت دین ودولت کا ماتم ہے، دنیا والوں کو پتہ چل گیا کہ سبز قبا آفتاب اپنا چہرہ اس لیے زعفرانی کیے ہوئے ہے کہ دنیا غم واندوہ اور رنج والم کا خارستان ہے۔ آرام وآسائش اور خوشی ومسرت کا گلشن نہیں ہے۔ پیروزہ لباس آسمان نے اس لیے نیلا رنگ اختیار کیا کیونکہ دنیا نفرت ووحشت کی جگہ ہے، انس وسکون کی جگہ نہیں ہے۔

☆☆☆

خداوند عالم سلطان السلاطین شمس الدنیا والدین کے سریر سلطنت پر جلوس کا ذکر، اللہ اس کی حکومت کو دوام بخشے

سلطان سعید، اللہ ان کی قبر کو اپنی بخشش کے باران سے سیراب کرے اور اپنی رضا کی پوشاک پہنائے، کی وفات کے بعد، کشور ہندوستان کے تخت سلطنت کو شہریاری اور جہانداری کے واسطۃ العقد (ہار کے بیچ کا موتی) صدف خوش بختی کے موتی، تاج پیروزی کے پیروزہ، بختیاری کی ڈبیا کے گوہر، برج کامگاری کے اختر، بادشاہی علم کے چاند، خسروی علم کے کتیبہ، جہاں ستانی کے عنوان نامہ، منشور کشورکشائی کے طغریٰ، خسروی لباس کے طراز و نقش، رحمتِ ایزدی کے سایہ، معمورہ عالم کے حامل، رقاب بنی آدم کے مالک، دادگستر اور منصف بادشاہ، بندہ پرور سلطان، ملک قدر کا مالک، فلکِ قصر کا جاہ، خشم و کین کے کیوان کی بارگاہ، مشتری تمکین، بہرام جنگ و پیکار، خورشید میدان بار، ناہید جشن و بزم، عطارد حزم و عزم، ماہ رایت، علم ستارہ خدم و حشم، خداوند جہاں، ولی نعمتِ جہانیان، شمس الدنیا والدین، ولی النعمۃ فی العالم، شہنشاہ اعظم، شہریار ترک و عجم، خسرو صاحبقران، صفدر عالم ستاں، ذوالامن لاہل الایمان، وارث ملک سلیمان، صاحب الخاتم فی ملک العالم، سپہر فتح و ظفر، ابوالمظفر التتمش، السلطان یمین خلیل اللہ ناصر امیر المومنین، اللہ ان کے

احکام کو مشرق و مغرب میں جاری فرمائے۔ سنہ 607 ہجری کے مہینوں میں زیب و زینت اور رونق و بہجت حاصل ہوئی۔

ملک و دولت کی انگوٹھی ولی عہدی کی تمکین پدر فرزندی کی تنظیم کے نگینے سے از سر نو آراستہ ہوئی۔ مسجد کے منبروں کو معمورہ عالم اور سبزہ خاک میں القاب مبارک اور شان و شکوہ ہمایوں کے ذکر سے جمال و جلال حاصل ہوا۔ گوہر دار تلوار اور مشک بار قلم کی برکتوں سے دین و دنیا کے امور میں نظم و نسق پیدا ہوا۔ تیغ تائید کے ذریعہ کسوت سلطنت میں ہر ایک فرد کو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کی سہولت اور استعداد اسے عطا کی ہے، کے نقش سے منقش ہوئی اور عنایت ازلی کے قلم سے منشور دولت (دستاویز) پر یوتی ملکه من یشاء ۔ جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے، کا طغرئی لکھ دیا۔

اہل تیغ و قلم نے جو عقد فتح کے کھولنے والے اور چہرہ ظفر کے لکھنے والے ہیں، جوان بخت بادشاہ کے جلوس پر مبارک باد دی۔ عروج و اقبال کی خوشخبری دینے والوں نے مبارک باد کی رسم مطابق زبان تیغ کی طرح لب کشائی کی۔ صورت دولت (ظاہری حکومت) قلم کے غلاف کی طرح نیابت اور فرمانبرداری پر کمر بستہ ہوئی۔ تیغ جہاں کشائی کا قبضہ اور دولت آرائی کی نوک قلم ان کے دست تصرف اور بنان اقتدار (اقتدار کی پوروں) میں آئی۔ تیغ فرمان اور قلم دیوان تمام مشرقی علاقوں پر ابر و باد کی طرح رواں ہوا۔ شاہانہ تیغ صفت احکام خشکی و تری کے دور دراز علاقے تک قلم قضا کی طرح جاری و ساری ہوئے اور خسروانہ قلم کے اوامر ہند و سندھ کی ریاستوں میں تیغ قدر کی طرح موصول ہوئے۔

ارباب تیغ و قلم نے، جو دولتِ قاہرہ کے باغ آسائش میں پروان چڑھے تھے اور روشن دنوں کے شیریں حوض سے سیراب ہوئے تھے۔ خط و کتابت کے اسلوب میں تیغ تیز اور نوک قلم کے سرے سے موشگافی کرتے اور اپنے اقران و امثال پر برتری کا شرف سیفی اور قلمی آداب کے جمال سے حاصل کرتے تھے اور اپنے ہمسر لوگوں پر تیغ و قلم کے اعجاز کی بدولت سبقت لے گئے۔ مفاخرت کے دن بھی معنی اور قلم کی تلوار سے سحر حلال کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ تیغ جہاد اور قلم اجتہاد سے نعمان اور رستم داستان کا نام طاق نسیاں کی زینت کرتے تھے، شریعت و سنت کے

باغ کو درفشاں تلوار اور زرفشاں قلم کے ذریعہ حدقۂ چشم کی طرح نور سے آراستہ کیا۔ دین ودلوت کے رخ پر ممالک آرا قلم کے ذریعہ صفحہ تیغ کی طرح گوہر نگاری کی۔ شجاعت وبراعت کا گیند میدان تیغ وقلم میں بہرام اور تیر کے ہاتھوں سے اچک لیا۔ زمرد رنگ کی تلوار شہسوار گردوں کے چہرے پر چلائی۔ مشکبار قلم سے چاند کے رخسار پر عنبریں تل بنائی۔ شاہانہ الطاف وعنایات سے بہرہ مند ہوئے۔ کیونکہ اہل تیغ وقلم کے روزنامچہ کے صفحات میں اچھے لوگوں کے محاسن اوران کے پسندیدہ سلوک کا تذکرہ تاریخ وار ہوتا ہے، اور بلندیوں کے صفحے کواس کی وجہ سے دائمی نضارت وتازگی حاصل ہوتی ہے۔ حکومت کے ارکان وقواعد میں آبدار تلوار اور بادرفتار قلم کے چلنے سے استواری آتی ہے۔ مملکت کی اساس تیغ مخافت (ڈر) کی دھار اور تیغ حدت کی نوک قلم سے پائیدار ہوئی۔ قلم فتویٰ کے وسیلے سے جس نے جہاد بالسیف کا فرمان جاری کیا، شرعی احکام اور دینی اوامر عملی جامہ پہنے تیغ جہاد کے واسطہ سے، جس سے قلم فتویٰ کو رونق حاصل ہوتی ہے، توحید کی بنیاد مستحکم اور شرک کی بنیاد منہدم ہوئی۔ دنیا، فتنے کو فرد کرنے والی تلوار اور مشک افشاں قلم کے آثار کی برکتوں سے خلد بریں ہوگئی۔ عالم، خونریز تلوار کی آواز اور مشک بیز قلم کی صدا سے تیر کی طرح سیدھا کھڑا ہوگیا۔ مادر دہر تیغ قلم حرکت (قلم جیسی حرکت کرنے والی تلوار) کی سختی اور قلم تیغ سرعت (تلوار جیسی سرعت والا قلم) کے شکوہ سے شر کو جنم دینے سے بانجھ ہوگئی۔ فتنہ، تیغ خونخوار کے گھڑیال کے خوف سے اور ثعبان رفتار قلم کے شکوہ سے عنقا کی طرح دنیا سے روپوش ہوگیا، ساری دنیا تیغ وقلم کے امن وامان میں الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور کیا۔ کا ورد کرنا شروع کردیا اور بلبل کی طرح عدل وانصاف کے گلستاں میں شاہی قصائد مدحیہ کی داستان سرائی شروع کردی۔ طوطی کی طرح ضمیرانی تیغ کی شاخ اور قلم کے کمزور درخت پر شہریار یعنی بادشاہ سلامت کی دوستی کا دم بھرنے لگی۔ حکومت کے مخلص لوگوں نے تیغ کے صفحات کی طرح دل کو نفاق ودوروئی کی تیرگی اور شقاق ودشمنی کے زنگ سے صاف کرکے اخلاص کے گوہر پیش کئے۔ انھوں نے قلم کی طرح دوستی کی پیشانی پر کھڑے ہوکر اور عہد ومیثاق کے خط پر سر ٹیک کر مدح وستائش کے صحیفے لکھے۔ دوزبانی قلم، جس کی منزل مقصود نور دیدہ دولت ہے، بادشاہ کی ثناگستری اور سپاس گزاری میں یک زبان ہوا۔ دودھاری

تلوار، جس پر دین کے مددگار کی پشت ٹکتی ہے، بادشاہ سلامت کی مدح وستائش میں یک رخی ہوگئی۔

حاسد، تاج کی عزت اور آبرو اور آفریدونی (۔آفریدوں جیسی) جذب وکشش کی وجہ سے خونبار بادل کی طرح گریہ وزاری کرنے لگے۔ اور مخالفین حکومت اس کے تخت مسند اور سلیمانی تخت کے رشک میں صریر قلم کی طرح آہ وشیون کرنے لگے۔ بادشاہ کی روز افزوں حکومت نے ایک بدخواہ جماعت کو عداوت کے اظہار پر آمادہ کیا۔

☆☆☆

ترکوں کی جنگ

جاندار ٹھٹھرا (؟) کے بیٹے نے، جو فتنہ وفساد کا سرگروہ، فاسقوں کے طبقہ کا پیشوا اور جفاپیشہ جماعت کا رہنما تھا، بغاوت ونافرمانی اور ظلم وجبر کا شیوہ اختیار کیا، بندگی کی حد اور فرماں برداری کی سرحد سے پاؤں باہر کھینچ لیا۔ رسوا اور کمینے لوگوں کی مدد سے مسلمانوں کی خونریزی میں اپنا ہاتھ رنگنے لگا۔ بادشاہ کی پائدار اقبال کی دست کاری اور اپنی سرکشی کی نحوست کے متعلق نہیں سوچا۔ خونخوار ترکوں اور اپنے عہد کے سورماؤں کی فوج لے کر، جن کے تیر پرتاب کے زخم سے گدھ اپنا شہپر گرا ڈالتے اور ثابت قدم پہاڑ ان کے چھوٹے گرز کے وار سے سر کے بل گر پڑتے، سارے فوجی دودھاری اور خون آشام تلوار اور دوزبانی قلم کی طرح سیہ کار ظالم، کمان کی طرح خم لیے اور گوشہ بنے ہوئے، تیر کی طرح انتہائی تیزی سے راستی کے نشانے سے سرپیچی کی، نیزے کی طرح ظلم وجبر اور کینہ وعداوت پر کمربستہ، زرہ کی کڑیوں کی طرح بوالعجبی کا سر باہم جوڑے ہوئے اور جوشن کی کڑیوں کی طرح بے رحمی کی پشت ایک دوسرے پر ٹکائے ہوئے تھے۔ بادشاہ عالم، اس کامگار تیغ ونیزہ اور اس کامرانی کے تیر وقلم کی نعمتوں کی ناشکری کیے ہوئے تھے، کچھ پست وکمینے لوگوں کی مدد سے تیر وقلم کے دستہ کہ طرح مغرورانہ انداز سے سامنے آئے چند اوباش لوگوں کی جماعت کی مدد سے اختر گوہر کی طرح آسمانی رنگ کے تیغ کے پیکر پر اکٹھے ہوکر فریفتہ ہوئے۔

کارزار کے میدان میں قلم کی طرح سر کے بل چلنا شروع کیا۔ میدان جنگ میں جہاں نام ونگ کی آزمائش ہوتی ہے، تلوار کی طرح سراندازی شروع کردی۔ ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود اس فساد وعناد سے اپنا ہاتھ کوتاہ نہ کیا۔ زبان آور قلم کے وعدہ ووعید کے باوجود اس نے سرکشی اور ظلم وتعدی سے پہلو تہی نہیں کیا۔ لڑائی میں شیخی سے کام کرنے والی تلوار کے ذریعہ بظاہر قیامت کا منظر پیش کرتا۔ دواسپہ قلم کی طرح صحرائے جنگ کے صحن اور منظر کا نقشہ کھینچتا، انتہائی تکلف سے مردانگی کی تلوار کے پیکر پر فرزانگی کا گوہر دکھاتا۔ کمال لاف زنی سے معرکہ کی فضا میں قلم کی طرح سر کے بل چلتا۔ آبدار تلوار کی دھار کی طرح آتش فتنہ وشرار شر کو بھڑکاتا۔ بے قرار قلم کی نوک کی طرح لوٹ مار اور قتل وغارت گری کی طرف لپکتا، کاری ضرب لگانے والی تلوار کی طرح کشادہ میدان میں خونخواری اور سرفرازی کا پیشہ اختیار کرتا۔ سبک رفتار قلم کی طرح جانبازی کی تنگ راہ میں رہبری کے ساتھ آگے بڑھتا۔

بادشاہ کی رائے اعلیٰ کے سامنے، جس کے عکس سے آفتاب کا تیغ درخشاں روشنی حاصل کرتا ہے اور آسمان کا قاضی دین ودولت کی دلیل کو رشتۂ تحریر میں لانے کے لیے اس کی سوچ کے مطابق قلم چلاتا ہے، کئی بار عرض کیا گیا کہ وہ ناعاقبت اندیش جماعت تیغ وخنجر کی طرح زور زبردستی اور منہ زوری سے سرتابی نہیں کرے گی۔ اور کاغذ ودوات کی طرح کسی سبیل سے سیاہ دلی کی صفت ترک نہیں کرے گی۔ چندون اختیاری طور پر میدان جنگ سے دست کشی کی گئی اور دست اقتدار کو معرکہ آرائی سے باز رکھا۔ اس وقفہ میں صورت صواب کا اقبال ضمیر منیر کے آئینے پر نمودار ہوا اور ہاتف دولت نے اس مفہوم کو گوش ہوش میں سنایا۔

فما الرای الا ان یفرج غربہ
بتحت اذیال العجاج ویصبغا
ولا عز حتیٰ یترک القرن مرھفا
حمتہ العوالی ان تعیث وینزعا

اس کے سوا کوئی رائے نہیں کہ شوروہنگامہ کے عزم وہمت کا اظہار کیا جائے...............۔

ضرورتاً قہر وغضب کی تلوار جو غلاف کے اندر دشمنوں کو موت کا پیغام دیتی تھی، برہنہ کی گئی۔ خشم وانتقام کے قلم سے دفتر حلم اور جریدہ اغضا (چشم پوشی کے صفحہ) پر خط کشی کی گئی۔ ایک لشکر جرار کے ساتھ جو فراری نہیں تھا، بلکہ دشمنوں کو پا بہ زنجیر کرنے والا، قلعہ کو فتح کرنے والا اور صف آرائی کرنے والا تھا، جس کا ہر ایک سپاہی گیو اور بیون ثانی اور سہراب وتہمتن کی طرح بہادر اور پہلوان تھا۔ سب کو ہر تیغ وخنجر کی طرح روشن دل، تیر وقلم کے قد کی طرح صحیح قامت، صبح آفتاب کی طرح کشور گیر، جہاں ستاں، قلم اور بھالے کی نوک کی طرح باتیں کرنے والے اور کشادہ زبان اور سرکشوں سے جدال وقتال پر کمربستہ تھے وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔ مؤمنوں کے دو گروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے بیچ صلح صفائی کرادو، پھر بھی اگر ایک گروہ دوسرے گروہ پر سرکشی کرے تو باغی گروہ سے قتال کرو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ (حجرات 9:) کے حسب حکم انھوں نے عزم جزم کا رخ طعن وضرب (کشت وخون) کے میدان کی طرف کردیا۔ ہوا کی طرح تیز رفتار گھوڑے کے رکاب میں پاؤں ڈالا، برق صفت اور براق اندام گھوڑے پر سوار ہوکر جلد بازی کا لگام تیغ وقلم کی طرح آزاد کردیا، تا کہ تیغ وخنجر سے نیزہ جیسی کج اندام دشمن کے تیر پیکر قد وقامت کو قلم کیا جا سکے اور ان کا صحیح جواب بھالے کی نوک اور تلوار کی دھار سے دیا جائے نہ کہ قلم سے۔

سپاہ دین ودولت کا رخ، ملک وملت کی پناہ، ملک معظم، شہریار فیروز جنگ، خسرو ہندوستان، شاہ خوارزم، سیف الحق والدین نے، جس کی فتنہ کوفرو کرنے والی تلوار کے بغیر اختر سعادت افق تائید سے طلوع نہیں کرتا اور جس کے فرمان آرا قلم کے بغیر منشور جہاں گیری فتح وظفر کے طغرئی سے آراستہ نہیں ہوتا، جنگی پوشاک پہن کر تیغ رزم وخنجر قتال کا ارادہ کیا۔ زمانے کے کچھ سرداروں کی ایک جماعت جیسے عزالدین بختیار، نصیر الدین مردان شاہ، ہزبرالدین احمد سور، افتخار الدین محمد جس کی آبدار اور آتش بار تلوار کے خوف سے پانی اور آگ پتھر اور لوہے کے دل میں کسی طرح محصور ہے، جس طرح مغز پستہ، پستہ کے اندر محصور ہوتا ہے۔ پتھر اور لوہا میں سے ہر ایک آبی رنگ وآتش زخم خنجر کی

گرمی سے اسی طرح پگھلتا جس طرح شمع آگ میں اور شکر پانی میں پگھلتی ہے۔ بنفشہ کی زلف گرگیر کی طرح تنگ کڑیوں والے زرہ زیب تن کیے۔تاج اور نرگس کی طرح خود (آہنی ٹوپی) اور مغفر (آہنی ٹوپی کے نیچے پہنے جانے والے زیر جامہ) کو سر پر رکھا۔ خورشید فروشکوہ والے جھنڈوں کی پیروی اور ماہ پیکر علموں کی متابعت میں نیزہ وقلم کی طرح جان نثاری کا پٹہ کمر پر باندھا۔ مقابلے کا ہاتھ تیغ رزم وکارزار کی طرف بڑھائے، سارے فوجی چاند کی طرح راستے کے متلاشی اور تن ومند عطارد کی طرح کارداں (کام جاننے والا) اور صاحب تدبیر، زہرہ کی طرح بزم آرا اور میکسار، آفتاب کی طرح تلوار اور خنجر چلانے والے، مریخ کی طرح اس پر حملہ کرنے والے، مشتری کی طرح صائب الرائے اور صاف دل، کیوان کی طرح شلدار (چھوٹے نیزے والے) اور بہلہ انداز (چرمی دستانہ والے) اور شہاب کی طرح دنیا کو نذر آتش کرنے اور جنگ کرنے والے تھے۔اس طرح کے بے شمار سپاہی تھے:

کہ کس در جہان پشت ایشان ندید
برہنہ یک انگشت از ایشان ندید

دنیا میں کسی نے ان کی پشت نہیں دیکھی، حتیٰ کہ ان کی ایک انگلی بھی برہنہ نظر نہیں آئی۔

ایسی آتش صولت (آگ جیسی ہیبت والی) اور باد حرکت (ہوا جیسی رفتار والی) فوج کو جس کو خاک صفت پانی پار کرنے سے عاجز ہو گیا اور زمین ان کے بوجھوں کو اٹھانے سے عاجز ہو گئی، باغ خرد (ہموار زمین کسی جگہ کا نام ہے) کے حدود میں کوہ آہنگ اور دریائے موجزن کی طرح صف کشی کی۔ میمنہ، میسرہ، قلب اور دونوں بازو جنگی ہاتھیوں اور سورماؤں سے آراستہ کیا۔

تیغ زن ترکوں اور نیزہ گذار سواروں کی فوج، سپہر سپر دار کے آفتاب کے ذروں کی طرح، صحرائے نبرد کے صحن میں اکٹھی ہو گئی ۔ انواع واقسام کے رزم جو اور جنگ آزما جیالے، درختوں کے پتوں اور ستاروں سے کہیں زیادہ تعداد میں حلقہ میدان میں اکٹھے ہوئے۔ اور تیغ وقلم کی جگہ گوپال (چھوٹا گرز) تبرزین (ایک قسم کا تبر جسے سپاہی زین کے پہلو میں باندھتے

ہیں) تیراور زوبین (دوشاخہ چھوٹا نیزہ) کینہ وعداوت کے ہاتھ میں لے کراور لالہ سیراب کی طرح آتش بار خنجر سبز غلاف سے باہر نکال کر، گل احمر کی طرح سرخ ڈھال زنگاری غلاف سے باہر نکالا۔ جنگ وجدل کے شوق میں سارے فوجیوں نے چنار (ایک بے ثمر درخت جس کی پتیاں انسان کے پنجے کی طرح ہوتی ہیں) کی طرح مقابلے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ قتال کی حرص میں شگوفہ کی طرح رزم وکارزار پر آنکھیں وا کیے ہوئے۔ آتش جنگ کو بھڑکانے کے شوق میں اور لڑائی کی دھول اڑانے میں تیغ وقلم کی طرح پیلے وکمزور پڑ گئے۔ جنگ کی خبر اور مار دھاڑ کا چرچا سننے کے انتہائی شوق میں ہمہ تن سیسنبر (ایک خوشبودار پتی والا پودا) اور پیل گوش (ہاتھی کا کان، مراد سوسن آزاد ہے) کی طرح ہو گئے۔ میدان جنگ کے ذکر اور اس کے بھنور کی حالت معلوم کرنے کی انتہائی تشنگی کی وجہ سے سارے اعضا تیر وخنجر کی طرح زبان بن گئے۔ منصور ومظفر فوج کے مقابلے پر صف آرائی کی اور انصار دولت وحکومت کے مقابلے میں جدال وقتال کے اسباب وسامان درست کر کے جنگ شروع کر دی۔

جنگی نقارے کے خوف سے خونریز بہرام نے بسالت وشجاعت کی تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ نائے روئین (آہنی بانسری) کے ہول سے رنگ آمیز عطارد نے کفایت ودرایت (سوجھ بوجھ) کا قلم توڑ دیا۔ فضا کا رخسار گھوڑوں کے کھر کے غبار اور تیغ مراکب کے گوہر سے منور ہو گیا۔ تلوار کا گھڑیال خون کی جرعہ نوشی کی بدولت بید کے خنجر آسا پتوں کی طرح ہوا کے جھونکوں سے مست اور لرزاں ہو گیا۔ اور افعیٔ نیزہ (نیزے کا اژدہا) قلم سیماب کی شاخ کی طرح خاک نبرد پر پیچ وتاب کھانے لگا۔

آق سنقر (شاہین وغیرہ جنس کا شکاری پرندہ مراد راجا ہے) آفتاب جس نے آفتاب پیکر تلوار کے شعلے سے تیر دبیر کے قلم اور ناہید موسیقار کے مضراب کو جلا کر رکھ دیا اور زمین نورد بادصبا اور جہاں گرد نکبا (چوطرفی ہوا) کی طرح شر وفساد کے دھول اڑا رہا تھا۔ میدان کارزار کے اندر گرفتار ہوا۔ تلوار کی سختی سے اس کے عناد وعداوت کا خون جوش مار رہا تھا، سرزمین معرکہ میں بہایا گیا۔ اس عاجز کا جسم نوک قلم کی طرح سرنگوں ہو کر برج حصار پر لٹک گیا۔

تاج الدین فرخ شاہ، جس نے بادشاہ کے دشمن کے ساتھ اسی طرح وداد ومحبت اور

اتحاد و یگانگت کی گرہ بندی کی تھی۔ جس طرح قلم دوات کے ساتھ کرتا ہے۔ سپہر پیما یعنی آفتاب کے رخسار پر تیغ عدوان وتعدی کی دھار اور قلم طغیان وسرکشی کی نوک سے خراش لگایا۔ عہد و پیمان کے سلک یعنی دھاگے کو بیوفائی ودشمنی کی تلوار سے کاٹا، خلوص وصفا کے خط کو قلم زد کر دیا۔ صفائے اخلاص پر قدم رکھا یعنی اسے کچل کر رکھ دیا۔ بندگی کا بند اور فرمانبرداری کے قلمرو سے نکال کر عداوت کی تلوار پر کھولا، بہرام اور کیوان کی طرح خون آشام تلوار اور خنجر انتقام کھینچ نکالا۔ قلم وکاغذ کی طرح دوزبانی کا شیوہ اور دورخی کی راہ وروش اپنائی۔ مفتوحہ علاقے کی طرح افتخار کا دامن اور پاؤں، عجب وخود پسندی اور مکاری وحیلہ گری کی زمین میں کھینچا (اس میں مبتلا ہوا)۔ سیاہ دل دوات کی طرح کلاہ داری یعنی بادشاہی اور لاف زنی اور سرفرازی کا دعویٰ کرتا۔ اچانک جنگ وجدل کی صف میں قلم کی طرح اس کا گزر تلوار کی رہگور پر ہوا۔ بجلی کی طرح ایک ہی وار میں اس خونخوار کا سر، سر قلم کی طرح ذلت وخواری کی خاک میں گر کر وحشی اور درندہ جانوروں کا لقمہ بنا اور گوہر دار تیغ اس بدگوہر کے خون سے لعل بدخشاں اور عقیق ومرجان کا ہم رنگ ہو گیا۔

جاندار ٹھٹھر کا بیٹا، جو سرکشوں سے زبان قلم سے نہیں بلکہ سر تیغ سے بات کرتا تھا اور اس خیال باطل کے خبط میں ساری رات تیغ پیروزی کا خیال اور قلم خوش بختی کا نقش خواب میں دیکھتا تھا، جنگ میں پہل کرنے پر انگشت ندامت دانت سے کاٹتا تھا۔ اس کی ہندوستانی تلوار صف کارزار میں نحیف قلم خنجر کی طرح از کار افتادہ ثابت ہوئی۔ میدان پیکار ومقابلے میں تیغ خطیب اور قلم ضعیف سے زیادہ بیکار ثابت ہوئی۔ شاہی صولت وشوکت کی آندھی کے سامنے جور رزم کے دن تیغ سیاست سے بادل کی طرح بے محابا خون کی بارش برساتا اور بزم کے دن قلم سماحت وبخشش سے دریا کی طرح بلا تکلف درو گوہر تقسیم کرتا۔ پھول کی طرح آندھی کے ہاتھوں بہادری کا ڈھال گراتا۔ میدان جنگ کے صحن میں تیر پرتاپ کی طرح آتش پا یعنی بے قرار ہوتا۔ خاک پیما ہوا سے بھی زیادہ جلد خود کو دریائے خون پر بہاتا۔ لومڑی کی طرح علم منصور ومظفر کے شیر کے خوف سے فرار کی راہ اپناتا۔ چیتا اور گھڑیال کی طرح کوہ وصحرا کی راہ اختیار کرتا۔ خار پشت (ایک جنگلی جانور جس کے جسم پر کانٹے ہوتے ہیں) اور کچھوے کی

طرح خار وخاشاک کی پناہ لیتا۔ تیغ وقلم کی طرح جو غلاف کے اندر محبوس ومقید ہوتے ہیں ڈرتے ڈرتے جنگل میں روپوش ہوگیا۔ایک گھنٹے میں لاتعداد لشکر جو تیغ رخشندہ سے سیاہ بادل کے پیکر پر خون چھڑکتا، بے شمار سپاہ جو مریخ رنگ خنجر کی دھار سے سماک رامح (ایک روشن ستارہ) نیزہ کو قلم کرتے یعنی ختم کرتے تھے،آبدار تلوار کی آگ پر بلبلے کی کثرت اور چنگاریوں کی لہر کی طرح، زود فنا وکم بقا ثابت ہوئی، اور ایک ہی حملے میں ساری کی ساری فوج تنگ بلا میں پامال اور رنج ومشقت میں گرفتار ہوئی۔

زندگی کی آمدنی وخرچ کا محاسب ہر ایک فوجی کی زندگی اور بقا پر فنا کا قلم چلا چکا تھا۔ان کے شر وفساد کا باریک حساب، جو فلکی ادوار کی طرح تاریخ اور فذلکی (حساب پر غور کرنے سے فراغت) کا حامل نہ تھا،تلوار کی حجت قاطع کے ذریعہ مقطع کو پہنچا یعنی ختم ہوا۔تیغ وقلم کے رخسار کو کامیابی کے زر گوہر سے نئی آرائش حاصل ہوئی اور علم کے مہر وماہ پر فتح ونصرت کی تحریر لکھی گئی۔

کاوشوں کی تلوار سے عرصہ ممالک دشمنان دین سے خالی ہوا۔اولیائے حکومت کی بخشش کے قلم سے عہد قدیم کی تازگی واپس آئی۔اس کے زرد پیکر قلم کے شکوہ کی وجہ سے بدعت وضلالت کے نقوش آفتاب ملک وملت کے زرانمدودلوح سے مٹ گئے۔تیغ آفتاش شعاع (آفتاب جیسی چمک رکھنے والی تلوار) کی سختی سے آئینہ شریعت وسنت سے انکار کا زنگ دور ہوا۔شاہانہ مآثر ومفاخر کے آثار خورشید وماہ کے رخسار پر عطارد کے قلم سے رشتہ تحریر میں آئے۔خسروانہ مساعی کا چرچا دنیا کے اطراف ونواحی میں اور دنیا والوں کے کان تک پہنچایا۔دنیا والوں کو جہاں کشائی کے شواہد بادشاہ کے گوہر خنجر میں نظر آئے اور کشور گیری کے دلائل اس کے منور پیشانی میں دکھائی دیے۔چتر ہمایونی (مبارک شاہی چھتری) کا ہما قاف سے قاف تک سایہ گستر ہوا اور طاؤس مراد نے کامیابی کے گلشن میں ملک سلیمانی کی جلوہ نمائی کی۔

شاہی خوشنودی کیسے حاصل ہو اس سوچ میں فلک نے فاختہ کی طرح وفاداری کا طوق گردن میں ڈالا۔شل انداز (گولی چلانے والا) کیوان یعنی زحل نے کین وعداوت کے بہلہ (چرمی دستانہ جو شکار کے وقت ہاتھ میں پہنتے ہیں) سے شیطانی گروہوں کے حلق کو گنجشک

پرندے کی طرح کا ثنا شروع کیا۔ صاف دل مشتری نے اولیائے دولت کے ساتھ کبوتر کی طرح دوستی اور محبت کی عہد بندی کی۔ خوں ریز بہرام نے شاہین قہر کے پنجوں سے دشمنان ملک کے مرغ روح کو شکار کیا۔ زریں چشم آفتاب نے ماہ فرسا چتر کے فرمان سے تذرو کو آشیان افق میں روپوش کردیا۔ بلبل نواز زہرہ نے اژدہا کی شان وشکوہ کی بدولت طرب وخوشی ولہو ولعب کے مضراب کے نشانے کو گرادیا۔ (گانا بجانا موقوف کیا)۔ دبیر پیشہ تیر نے کمان کے کوا کی آواز کے خوف سے اپنا خامہ زرنگار اٹھا کر الگ رکھ دیا۔ سیمیں سپر چاند نے جان لیوا تیر کے عقاب کے خوف سے جان کی امان چاہی۔

نسرین چرخ کا دل اعلام مبارک کے شیر کی ہیبت سے خون ہو رہا تھا۔ فتنہ، رمح پیچاں، (چھوٹے پیچیدہ نیزے) کے سایہ کے خوف سے عنقا کی طرح دنیا کے اطراف ونواحی سے روپوش ہوگیا۔ شیر نے علم ظفر کی حرکت سے الو کی طرح گوشۂ ویراں کو اپنی آرام گاہ بنایا۔ خوش آواز فاختہ نے عدل وانصاف کی شاخ پر باربدی نوا میں چنگ باجا بجایا۔ غزل سرا قمری نے انصاف کے بوستاں میں داستان سرائی شروع کردی۔ امن وامان کے سایہ تلے حقیر جثہ تیہو (چکور کی طرح کا ایک پرندہ) جس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے، جفا پیشہ شاہین کی آنکھ کے سامنے اپنا آشیانہ بنایا۔ عنایت وحمایت کے زیر سایہ کمزور جسم چکور کے ساتھ باز نے دراز دستی کی عادت چھوڑ دی۔

عبادت وبندگی وانصاف کی فضیلت کے **تفکر ساعة خير من عبادة ستين سَنَة** ایک گھنٹہ کا غور وفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ کے مطابق ظاہر ہوئی۔ داد ودہش کی برتری طاعت کے اوپر، جس کا فائدہ صرف عابد کی ذات تک محدود رہتا ہے، قطعی طور پر ثابت ہوئی۔ بے آرام بادنکبا (چوطرفی ہوا) اپنی پرواز کی جگہ میں مختلف سمتوں میں نہیں چلی۔ خوش خرام دریا بھنور کی گردش میں ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوا۔ ثابت قدم خاک تیز رفتار بادصبا کے ہاتھوں آتش پا یعنی بے چین وبیقرار نہ ہوئی۔ ستم پیشہ آسمان نے چاکری وفرمانبری کی چادر اپنے کاندھوں پر ڈالی۔ کینہ پرور زمانہ نے بادشاہ کی محبت کا پٹکا کمر سے باندھا۔ جفا کیش روزگار نے روئے زمین کے بادشاہ کی وفاداری کا حلقہ کان میں لٹکایا۔ سرداروں کے قدم نے

صدق واخلاص کے مقام میں پختگی حاصل کی۔ گردن کشوں کی گردن عہد و پیمان کے حلقے اور طوق عبودیت وفرمان میں آئی (سرکش لوگ مطیع اور رام ہوئے) اور نامور رائے یعنی راجاؤں نے منشور آراء توقیع (فرمان پر مشتمل دستاویز شاہی) کو جو کام کے لحاظ سے مانی کے نقش اور آذری لعبت سے بازی لے جاتا ہے، اپنے سروں کا تاج بنایا۔ اور اس ہلال جیسے طغریٰ کے سامنے زمین بندگی کا بوسہ لیا۔ اس زمانے کے بادشاہوں نے مبارک حکم وفرمان کو برو بحر کے ممالک اور شرق وغرب کے دور دراز علاقوں میں طوعاً یا کرہاً بجالایا، اور فرمانبری کی چادر اپنے کاندھوں پر ڈالی۔ کینہ پرور زمانہ نے بندہ پرور بادشاہ کی محبت کا پٹکا کمر میں باندھا۔ جفا کیش زمانہ نے روئے زمین کے بادشاہ کی وفاداری کا حلقہ کان میں لٹکایا۔ سرداروں کے قدم نے صدق واخلاص کے مقام استواری وپختگی حاصل کی۔ گردنکشوں کی گردنیں ربقہ عہد وپیان وطوق عبودیت وبندگی میں آئیں۔ (سرکش لوگ مطیع اور فرماں بردار ہوئے) نامور راجاؤں نے منشور آراء توقیع (فرمان پر مشتمل شاہی دستاویز) کو جو صنعت گری کے لحاظ سے مانی کا نقش اور آذری لعبت (گڑیا) سے بازی لے جاتا، اپنے سروں کا تاج بنایا اور اس ہلال نما طغریٰ کے سامنے زمین بندگی کا بوسہ لیا۔ اس زمانے کے بادشاہوں نے مبارک شاہی فرمان کو برو بحر کے ممالک اور شرق وغرب کے دور دراز علاقوں میں طوعاً یا کرہاً بجالایا۔

ہنر وادب کے میدان میں دنیا کے سورماؤں سے گوئے کمال لے گیا۔ رزم وبزم کے دنوں میں اور باریابی اور لڑائی کے وقت دنیا کے سلاطین اپنی قدرت وتوانائی اور عاطفت ومہربانی کے دلائل دکھائے۔ علم وفضل کے بازار میں جو کساد بازاری کا شکار ہوگیا تھا، عہد حکومت کے فضائل کی نشر واشاعت اور اس کی خوبیوں کا چرچا ہونے لگا۔ ایسے معالی ومعانی کے کاموں مین جس کی بساط پر کسی صاحب ہمت کا پائے کوشش نہیں پہنچتا تھا ہاتھ لگایا۔ خورشید معدلت ورافت (انصاف ومہربانی کے سورج) کے انوار سے خاص وعام لوگوں جو قوت وتوانائی پہنچی تھی وہ ہزاروں میں ایک تھی۔ حصول آرزو وارمان کا میدان انتہائی وسیع وعریض پایا۔ انواع واقسام کی عنایتیں جمہور عوام کے احوال کو شامل ہوئیں اور ان کے امور میں نظم وضبط پیدا کیں۔ فوائد وعوائد کے دروازے شریف ورذیل

اور فقیر وغنی سب پر یکساں کشادہ ہوئے۔

بادشاہ کے محاسن ومکارم اور انعام واکرام کی شہرت، جو سچ مچ ایک جہاندار اور بجاطور پر ایک سایہ الٰہی ہے، مشرق ومغرب تک پہنچ گئی۔ موتیوں کا برسانے والا بادل اس دریا نوال ہاتھ کی شرم سے پانی کے بجائے ندامت کا پسینہ اور شرمساری کے آنسو بہانے لگا۔ شاہی شمائل وخصائل کی بادنسیم کی بدولت، بے وقعت خاک آہوئے چین کے نافہ کی طرح مشک اذفر یعنی انتہائی خوشبودار مشک سے گندھ گئی۔ جان لیوا بادسموم کی وجہ سے دلکشا فضا سانپ کے سانس کی طرح آتش بار زہر ہوگئی۔ گویا اس کی سختی اور ندامت عذاب الیم اور عقاب جحیم کا ایک اثر ہے۔ اور اس کے لطف ومہربانی کا نتیجہ ریاض بہشت اور نعیم مقیم (دائمی آرام) کی فہرست کا ایک نمونہ ہے۔

☆☆☆

فتح جالیور

سیمیں اور آئینہ نما سفید ڈھال جب کئی دفعہ سنہرے ہنسیا میں بدل گیا۔ اس کا ہدف آسا آئینہ میدان فلک کے صحن پر دنیا کے شہریار یعنی بادشاہ کے چوگان کی کجی کی طرح ہو گیا، مما لک آرارائے پر، جو صلاح کار جہاں (دنیاوی امن وامان) کے آئینے کا چہرہ اور اہل جہاں کے مصالح کے چہرے کا آئینہ کی حیثیت رکھتی ہے، جس کی چمک دمک کے سامنے آفتاب آئینہ گرداں (آئینے کو گردش دینے والا آفتاب) سائے کی طرح اپنا چہرہ زمین پر ٹیکتا ہے۔ آئینہ دار ماہ اس کی روشنی کی صبح نیر کی سفیدی سے پیشانی پر روشنی کے سیکڑوں مشعل کچھ اس طرح روشن کیے، یوں عرض کیا گیا کہ قلعہ جالیور کے باشندے انتقام جوئی میں اس طرح ثابت رائے ہوئے ہیں، جس طرح آئینے پر زنگ جم جاتا ہے۔ یک دلی کی وجہ سے آئینہ سے زیادہ صاف ہو کر اور باہم مل کر معرکہ آرائی پر اتر آئے ہیں۔ باہمی تعاون کی بدولت سے صدق بندگی کے آئینہ حق نما سے روگردانی کی۔ آئینہ کو ہوادار (کشادہ جگہ جہاں ہوا کا گزر ہو) میں زنگ لگنے کی طرح خاک رسوائی پر سیاہ کیا۔ خبث عقیدت وارادت کی راہ سے عہد و پیان کا آئینہ نفاق وشقاق کے طاق پر رکھا۔ فتنہ جوئی کی حرص میں آئینہ میں تمام تر جنگ وجدل کی صورت نظر ہی نظر آئی۔ کینہ وعداوت کے دن ہر روز تیر اور ژوبین (دوشاخہ چھوٹا نیزہ) سے

اب آسمان کے آئینہ نما قبہ زریں کے سیمیں ڈھال پر نشانہ بنایا۔ ایک دو دفعہ اس گروہ کی بدکرداری اور ناہمواری کا تذکرہ اس تخت معظم شاہی کے سامنے کیا جہاں فرقد ستارے کو گھسنے والے قوائم (پائے) خاوری نور گستر آئینہ یعنی سورج کی سطح پر رکھے ہوئے ہیں اور اس کی عظمت وصولت کی شرم سے عالم افروز آئینہ افق کے پردے میں روپوش ہوگیا۔ شاہی غیض وغضب کی آتش کی حمیت کی آندھی سے حراقہ (جلنے والے مواد کو دشمن کی طرف پھینکنے والا آلہ) کو آئینہ کی طرح آفتاب کی ٹکیا کے روبرو روشن کیا۔ تغیر کے غبار اور عداوت کی گرد سے آئینہ چشم پوشی کے پرنور چہرے کو ڈھک دیا۔ فوراً ہی ابر صفت براق، جو فضا کے صاف شفاف چہرے پر بجلی کی طرح بے قرار ہوتا اور آتش گہر اور بادپا گھوڑے پر سوار ہوا جو آئینہ نما پانی کی طرح رواں، اور خاک کے صحن پر خوش خرامی سے چرخ فلک پر خورشید کی طرح سوار ہوا۔ جہاں کشائی کی باگ ایسے گھوڑے کے حوالے کی جو آئینہ جیسی شفاف آنکھ، سپہر جیسا جسم، کیوان جیسا خشم، مشتری جیسی پیشانی، مریخ جیسی شوکت، آفتاب جیسی پیشانی، زہرہ جیسی خوشی، عطارد جیسا قیاس، اور چاند جیسا ڈھال کا حامل تھا، بے شمار لشکر کے ساتھ، جن کی سواریوں کی گرد وغبار سے افلاک کا آئینہ لطیف، خاک سیاہ کے تختہ کثیف کی طرح ہوگیا۔ ولایت ظاہرہ کا دیکھنے والا یعنی آنکھ کی پتلی اس کی فوج کی تعداد کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتی، خسروئے سیارگاں (سورج) کے نور بخش آئینہ کے ذروں سے زیادہ اور آسمان کے وسیع چہرے پر ستاروں کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔ ارکان ملک اور اعیان سلطنت کی ایک جماعت جیسے رکن الدین حمزہ، عز الدین بختیار، مردان شاہ نصیر الدین علی، بدرالدین سنقر تکین جو مرغ صفت تیر سے آئینہ مہر وماہ کو ہدف بناتے ہیں، کمال قدرت سے تاریک راتوں میں تیر کے زخم سے سانپ کی پیشانی کو مجروح کرتے ہیں جو جوشن میں پیوست ہوجانے والی نوک ناوک سے خود (آہنی ٹوپی) کے آئینہ سے زرہ کی آنکھ کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ اخلاص کے صیقل کرنے والے آلہ سے ہواداری یا ہوا خواہی کے آئینہ کے زنگ کو صاف کیا، اپنی سکت وتوانائی کی راکھ سے آئینہ موالات کے چہرے کو پاک کیا۔ آئینہ کی طرح فرمانبرداری کا حلقہ بندگی کے کان میں پہنا۔ داہنے ہاتھ کے جود وکرم سے بادشاہ کا کان یسار

(بایاں معدن) پشت آئینہ کی طرح گراں بہا زروگوہر سے مرصع ہو گیا، جالیور کی طرف روانہ ہوا۔ خدائی تائید پیش پیش تھی اور آسمانی نصرت دائیں بائیں ہر طرف سے متوجہ تھی۔

تا کہ نوک تیر کا نشتر بدرگ دشمن کی آنکھ کے چشمہ سار سے جان کی رگ اور خون کا زہاب (دریا کے کنارے کا پانی) کھولے اور پیکان (انی) کی سختی سے عجب وخود پسندی اور کبر ونخوت کا سیلاب اس کے آئینہ بینا کے سامنے سے بہائے اور آبشار تلوار کی چمک غرور کی گردوغبار اس کے زنگ خوردہ دل سے دھوڈالے اور گوہر، جو بحر اخضر (سبز دریا) کی طرح آئینہ خنجر کے چہرے پر موج زنی کرتا ہے اس بدگہر کے خون سے آلودہ ہووے۔

پانی اور چارے کی قلت کی وجہ سے ایسے خطرناک مقامات پر گزرنے کا اتفاق ہوا جہاں آئینہ وہم وخیال میں دیو اور غول کے چہرے کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا، دانش کے لوح محفوظ یعنی آئینہ ضمیر میں اس جنگل کی کیت وکیفیت کی صورت نمایاں نہیں تھی۔ آئینہ سکندری کے باوجود راہبر اس کی تاریکیوں سے جانبر نہیں ہو سکتا تھا۔ مشرقی آئینہ روشن (سورج) کو رکھنے کے باوجود غول یعنی دیو اس کی گھاٹیوں سے مشکل سے گزرسکتا تھا۔ نہ تو جہاں گرد بادصبا کی تیز بیں آنکھ نے آئینہ نما دیبا صاف وشفاف چشمۂ آب رات کو خواب میں دیکھا تھا اور نہ عالم نوردشالی ہوا کے قدم نے اس کے آئینہ نما سراب کے سرے پر کسی دن رسائی حاصل کی تھی۔

ملعون ادیسہ (نام) نے آئینہ حال میں جب ایسا سیاہ پیکر چہرہ دیکھا تو کشادہ وفراخ دنیا اس کی جہاں بیں نگاہ میں حلقۂ آئینہ سے بھی زیادہ تنگ نظر آئی۔ طاؤس فریعنی مور جیسی شان والاعلم کے ہما پرندے کا شکوہ جس کے شہپر میں سیکڑوں آئینہ ظفر ہوتے ہیں مار پیچاں یعنی کنڈلی مارنے والے سانپ کی طرح ہو گیا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو معرکہ کی جلوہ گاہ میں صیقل شدہ آئینہ جیسی آہنی ٹوپی اور مغفر سر پر پہنے تھے اور پکڑ دھکڑ کے دن آئینہ کی طرح دورنگی اور پشت نمائی کا شیوہ اختیار کیے ہوئے تھے، ناخن کی طرح اپنا پاؤں قطع راہ (راستہ طے کرنے) میں اور قدم جدائی کے کوچے میں رکھا، کنگھی کے دندانے کی طرح خونریز پیکان کی نوک اور بھالے کا سرا تیز کر کے ابروباد کی طرح روانہ ہوئے۔ جالیور کے قلعہ کی چار دیواروں پر پناہ لی، جو ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے، اور کسی تماشائی

کی آنکھ نے آئینہ خیال میں بھی اس کی فتح کی صورت خواب میں بھی نہیں دیکھی تھی اور کسی صاحب حکومت یعنی بادشاہ کی کلید ہمت نے، جب تک چاند وسورج کے درخشاں آئینہ گردش میں ہیں، اس کے دروازے نہیں کھولے تھے۔ عقل کے جام جہاں نما اور بصیرت کے آئینہ میں اس کو آزاد کرانے کی کوئی صورت سامنے نہیں آئی۔

ایسی پناہ گاہ میں وہ پناہ گزیں ہوئے جو نہ تو عقل کامل کے اشاروں سے، جس کے جوہر کی صفائی پیکر آئینہ کی طرح یقینی نظر آتی ہے اور نہ کسی صائب الرائے کے استصواب سے جس کے نور گستر کی روشنی کے رشک میں آئینہ اپنا رخ راکھ سے دھوتا ہے، پانی کی طرح اس کے آئینہ جیسی آنکھ میں بادل اور آگ کی طرح خونفشاں دل میں تلوار نہاں تھی۔

حکومت کے وفادار غلاموں نے، جو قتال وجدال کی حرص میں جنگ وجدل کا آئینہ سونا چاندی کے عوض خریدتے ہیں اور رزم گاہ کی گرد وغبار سے دن کے آئینہ دل افروز کو رات کے رنگ میں تاریک وسیاہ کرتے ہیں، جو کمال مردانگی سے طوطی کی طرح آئینہ شجاعت میں خود اپنے چہرے کا عکس دیکھ لیتے ہیں، جو انتہائی بسالت وبہادری سے دہاڑنے والے شیر اور گرجنے والے ببر کے سامنے آئینہ خنجر دکھاتے ہیں، غلاف آئینہ کی طرح قلعہ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ انجم وکواکب سے زیادہ تعداد میں چاروں طرف سے اس کی گھیرا بندی کی۔ تیر کی بارش اور نبرد گاہ کی گرد سے خورشید درخشاں کا آئینہ چینی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تیغ کی بجلی اور خنجر کی کڑک سے مردان کار کے جسم پر آئینہ پیکار گرم ہوا۔ (گھمسان کا رن پڑا)۔

اودیسہ، جس نے انتہائی گمراہی سے آئینہ کی طرح سورج پرستی اختیار کر لی تھی اور خواری ورسوائی اور طغیان وسرکشی کی بنا پر آئینہ عجب وخود پسندی کو اپنا قبلہ بنا لیا تھا اور اپنے آئینہ جنون سودا وہوس میں سراسر باطل خیالات کا مشاہدہ کر رہا تھا، آئینہ خود بینی پر شرمندہ ہوا۔ جہانگیر اور جہاں ستاں بادشاہ کی ہیبت سے شیر کی طرح آئینہ شمشیر کے گوہر سے خوف کھانے لگا۔ ملک کے عظیم امرا اور ارکان سلطنت کو جو دین ودولت کے آئینہ اور پشتیبان ہیں اپنی طرف سے اپنا شفیع اور عذر خواہ بنایا۔ جہاں پناہ کی بارگاہ کو جو صبح تک افق آئینہ سے

نظر آئی، خدا کرے مطلع اقبال ہو، اپنی پناہ گاہ بنایا۔اس اختر بے نور کے پیکر میں، جونحوست کے دریا میں ڈوبا ہوا تھا، حصول مراد کے افق سے آئینہ کی طرح طلوع ہو کر روشنی بڑھ گئی۔ اس کی حال کا جمال آئینہ، حمایت وعنایت کے حریم میں داخل ہو کر، حسن مرحمت ورافت کے انوار سے آراستہ ہوا۔ ظل یزدانی یعنی بادشاہ کے سامنے جو دنیا کے سلاطین کا آفتاب ہے، آئینہ کی طرح صفائے عقیدت وارادت کا اظہار کیا اور بندگی کے جوہر خلوص کو جسے سویدائے دل میں چھپائے ہوئے تھا، پیش کیا۔ سوئی اور آئینہ کی طرح سراپا برہنہ ہو کر خاک تضرع پر سر اور زمین تواضع پر پیشانی رکھ دی۔ مقتدر بادشاہ نے، جس کا تیغ قہر آئینہ فتح ونصرت کا زنگ دور کرنے والا ہے، اس کی جان اور قلعہ اسی کو بخش دیا۔ آئینہ عدل واحسان میں بے دریغ داد ودہش کی صورت دنیا کے مختلف طبقوں کو دکھائی۔ فوری طور پر بوجھوں سے لدے سواونٹ جس کی شاہانہ ہمت کے سامنے دنیا کے مال ودولت کی حیثیت اتنی ہی کم ہے جتنی بادل کے پر گوہر آئینہ کے سامنے قطرے کی ہے اور جتنی آفتاب کے آئینہ گیتی افروز کے مقابلے میں ذرہ حقیر کی ہے۔ رسم خراج گذاری کے نام سے خدمت کے طور پر پیش کیے، بیس گھوڑوں کے گلہ کے ساتھ، جن کے سر سفید، جن کی پنڈلی موٹی، جن کی رفتار بادل جیسی، تیز دوڑنے والے، مور جیسے حسین، گدھ جیسے حساس، انسان جیسے انس والے، درندہ جیسی سختی والے تھے، چست اور سبک ہو کر جست لگانے میں مچھلی اور چیل کے مسکن تک پہنچتے ہیں، سہل اور آسان چیزوں کی طلب میں اسد اور سرطان (کیکڑے) کے سینے کو زخمی کرتے۔ سیلاب کی طرح پستی کی طرف سرعت سے پہنچتے سمک یعنی مچھلی اور سمندر یعنی آگ کے کیڑے کی رسم کے مطابق چھاپہ مارنے اور جہنم کی ستوت وہیبت کو درست سمجھتا۔ اپنی امان چاہنے کے دوران پائے رفعت دوتین برجوں میں اپنی امان چاہنے کے دوران، پائے رفعت، آسمان کے نیلے طاق اور آئینہ گوں آسمان کے رواق اخضر پر رکھتا۔ (یہ قلعہ) آسمانی تائید اور ربانی مدد دے رخنہ پڑنے کے بعد منہدم ہو گیا۔

سخت کھر کی چوٹ نے اور پتھر سندان (نہائی) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سر آسمان نما سطح کے آستانے پر ٹیکا۔ شمشیر زن مقوس یعنی کمان دار آسمان کو خسرو نے سیارگان یعنی سورج کے بڑے

خیمے کے حوالے کیا۔ جنگ وجدل کے ہاتھوں عروس شبستان ماہ کی لڑی وسمط (مروارید گردن بند) کو توڑ کے رکھ دیا۔ مسودہ ترسل یعنی نامہ نویسی کے مسودہ نے قدسیوں کے سبز بستان سرائے یعنی آسمان کی نامہ نویسی کو کالعدم کر دیا۔ اور سہام یعنی تیر کی طرح سپر سیم سیما یعنی چاند جیسے سفید ڈھال کے مسرع سما سے جوڑ دیا۔

بادشاہ کی ممالک آرارائے نے، جو آئینہ پیروزی کا چہرہ اور روئے خوش بختی کا آئینہ ہے اور اس کے نور روشنی اور ضیاء وصفائی کی وجہ سے ہر ملک ایک آئینہ نمونہ ہے۔ واپسی کا ارادہ کیا۔ فلک پایہ رکاب، جس کی بدولت آئینہ فتح وظفر کی زیب وزینت ہے، نصرت کے سایہ تلے روانہ ہوا۔ اور حضرت دہلی میں جو اقبال کا درالملک اور جلال کا دولت خانہ ہے جب چاند کا گول آئینہ آفتاب افضال کے روشن چشمہ سے عکس قبول کرنے والا دوبارہ پہنچا۔ لشکر ہدیٰ یعنی اسلامی فوج کے جہاد کی تلوار کے آثار سے آئینہ بدعت وضلالت کا چہرہ پشت آئینہ کی طرح مکدر ومعطل ہو گیا۔ سپاہ دین کی پشت دپناہ کی پیہم کاوشوں کے انوار سے آئینہ ملک ودولت کا رخ تا قیام قیامت منور اور صیقل زدہ ہو گیا۔

بت پرستوں اور برہموں کا وجود آفتاب کے سامنے ذرہ کی طرح بے وقعت ہو گیا۔ آفتاب پرستی کے رسم اور شرک کے اصول دائرہ وجود سے نکل کر مرکز عدم میں روانہ ہوئے۔ معابد جو ناہید کے محل اور خورشید کے کنگورے کو چھوتے تھے اس کا کوئی اثر نہ رہا۔ بت پرستوں کا مسکن جن کی شہرت کا حال چاند کے ذکر کی طرح لوگوں کی نوک زبان تھا، درندوں اور وحشی جانوروں کی آرام گاہ بن گیا۔ نور ایمان کفر وضلالت کی تاریکی سے اس طرح نکل آیا جس طرح آفتاب بادل کے بڑے خیمے سے باہر آتا ہے۔ ماہ اسلام اجتماع اور محاق کی قید کے غم سے اس طرح نکل آیا جس طرح آفتاب گرہن سے باہر نکل آتا ہے۔ کلمہ علیا یعنی کلمہ طیبہ کا آفتاب ہندوستانی ریاستوں پر سایہ فگن ہوا۔ آفتاب مسلمانی کے انوار کفر کے دور ونزدیک علاقوں تک پہنچ گئے۔ ملک وملت کا آفتاب مشرق علا وسنا یعنی بلندی سے روشن ہوا۔ دین ودولت کا چاند جلال واقبال کے افق سے تاباں ہوا۔

آفتاب سلطنت نے سائے کی طرح حسن عنایات کا بال طاؤس رعایا اور ماتحتوں پر پھیلایا۔ آفتاب انصاف کا پیکر، چتر ماہ فرسا (چاند کو چھونے والی چھتری) کے باز کے شہپر کے سائے میں افق تائید سے رونما ہوا۔ آفتاب معدلت کا نور، جو ظلم کے انتہائی کالے کوے کے قوادم (پرندوں کے سخت پر) اور خوانی (پرندوں کے گرنے والے پر) کے سایہ کے حجاب میں تھا چمکنے لگا اور فتنہ، بادشاہ کے علم کے شکوہ اور سایہ الٰہی کے تلے دنیا سے اس طرح رخصت ہوا جس طرح آفتاب اپنے زرد رخ کے ساتھ رخصت ہوتا ہے۔

حکومت قاہرہ کے آفتاب کے دور میں، خدا کرے افق دوام وتائید سے برابر چمکتی رہے، عدل وانصاف کی بنیادیں مناسب طریقہ سے استوار ہوئیں اور ظلم وجبر کی رسمیں اس طرح عرصہ ہند سے ناپید ہوئیں کہ اس کا چرچا دنیا کے اطراف ونواحی میں ہونے لگا اور اس کے جامع اور سب کو شامل احسانات کی شہرت صبح کے سیمیں دشنہ (سفید کٹاری) کی طرح زمین کے وسیع وعریض صحن میں پھیل گئی۔ اس کے پاکیزہ اور خوشنما شمائل وخصائل کا چرچا آفتاب کی زریں شمشیر کی طرح دنیا کے تمام ملکوں میں ہونے لگا۔ اس کے محاسن ومکارم کے آثار مشرق ومغرب کے اطراف میں پوری طرح نمایاں ہونے لگے۔ اور اس کے پسندیدہ اخلاق کی خبر خشکی وتری کے اطراف میں لگاتار پہنچتی رہی۔

عالم آراء آفتاب، اس کی تاشی (چاکری) کے لقب کی بدولت خسروئے سیارگان (ستاروں کا بادشاہ) ہوا۔ آتش افزا پھول اس کے اخلاق کی کشش کی بدولت شاہ ریاحین (خوشبودار پھولوں کا بادشاہ) ہوا۔ آفتاب سیما ماہ رایت (علم کا وہ چاند جو آفتاب کی طرح سفید ہے) خورشید رخشاں اور ماہ تاباں کے لیے باعث رشک ہوا۔ شاہی رفعت وجلال کے سراپردہ یعنی بڑے خیمے نے قبہ ماہ وقمہ آفتاب سے بھی آگے سر اوپر اٹھائے۔

جہاں کشائی کے عزم سے، جس سے آفتاب کا کشورستاں بھالا اپنی کارکردگی کی اجازت لیتا ہے، فتح وظفر کے بے رنگ رخسار کو پھر تازگی بخشی۔ ممالک آرارائے سے، جس سے چودھویں کا چاند دس سے لے کر تیرہ بار تک نور بطور قرض لیتا ہے، تاریکی کو دور کرنے

والے آفتاب کے چہرے سے رونق و بہجت اور تازگی و تراوت کی چمک دمک لے گئی۔ اپنی بلند ہمتی اور عالی حوصلگی سے چاند اور سورج کی طرح عالم علوی و سفلی پر اقتدار حاصل کیا۔ اپنی برتری و سروری کا قدم نسرین (دوستاروں کے نام ایک نسر طائر دوسرا نسر)، سماکین (دوروشن ستاروں کے نام ایک رامح اور دوسرا اعزل) کے سر اور فرقدان (قطب شمالی کے نزدیک دوستاروں کا نام جوایک دوسرے کے پہلو میں ہوتے ہیں) نیر ین (آفتاب و ماہتاب) کی پیشانی پر رکھا۔ شاہی عنایتوں اور مہربانیوں کی دائی نے، جو دنیا کے لیے ابر و آفتاب اور آب و ہوا کے درجے اور مرتبے میں ہے، چھوٹے چھوٹے پودوں کی خاک کے گہوارے میں پرورش کی۔ بوستان شریعت کے سروکو، پرورش و پرداخت کی زمین میں، آفتاب عنایت کے ذریعہ آراستہ کیا اور باغ ملت کے پودے کو آفتاب معالی اور ہمت عالی کے سایہ تلے پھل دار درخت میں پروان چڑھایا۔

قدرت کے قضا صفت توانا ہاتھ سے آفتاب کے رخشندہ ڈھال سے جنگی ہاتھی کی پیشانی پر چینی آئینہ نصب کیا۔ تیر کے زخم سے آسمان کی سبز بساط پر سے ماہ و مہر کے کعبتین (دو مہرے) کو گرا دیا۔ ہلال نما چوگان کے ذریعہ روشن آفتاب کے زراندود گنبد کو اچک لیا۔ سازگار جد و جہد کے ذریعہ چوگانی گھوڑے کی گردن میں چاند کے بلورین مہرے کا سیمیں طوق ڈال دیا۔ چاکری و فرمانبری کا حلقہ خورشید انور اور زہرہ ازہر کے کان میں پہنایا۔ ایام کے بدلگام چتکبرے گھوڑے اور بدرام زمانے کے تیز رفتار گھوڑے کے ران پر اپنی مالکیت اور اختیار کا داغ لگایا۔ خوش نصیبی کی کلائی سے ثریا ستارے کی ہار اور جوزا ستارے کے حمائل یعنی زیور توڑ ڈالے۔ چرخ رحوی (آسیائی شکل کے آسمان) کی کمرگاہ سے راس و ذنب (دو برجوں کے نام) کی عقدہ کشائی کی۔

آسمانی تائید سے جاہ و منزلت کی ٹوپی چاند کے سر سے اتار کر خود پہن لی۔ مکنت و عزت کی دوات تیر دبیر (ستارہ) کے سامنے سے اٹھالیا۔ ناہید کی پیشانی سے دوپٹہ اور خورشید کے

سر سے تاج اچک لیا۔ برجیس ستارے کا خرقہ اور بہرام کا قبائے خفتان چھین لیا۔ شرافت وکرامت۔ کا پاؤں قصر کیوان کی بلندی اور گنبد گرداں کے سر پر رکھا۔ زمانے سے اختر وہلال کے سیمیں (روپہلے) اجرام سے، گھوڑے کے نعل اور میخ بنائے۔ ہوا کے جھونکوں کے وقت آفتاب کے زریں (طلائی) چشمہ کی طرح خالص شراب کا جام طلب کیا۔

اس دریا صفت کف کے فیض سے جس کی مہربانیوں کا فضلہ بھی آفتاب منیر اور ابر مطیر (روشن آفتاب اور خوب برسنے والے بادل) کے لیے قابل رشک ہے، دنیا کے کان اور گردن کو بہار وخزاں کی طرح گوہروزر سے سجایا۔ گویا اس کی داد ودہش کا عظیم آفتاب اس کے جود یمین اور نور جبیں کی نسبت سے ذرہ سے بھی کمتر ہے۔ دریائے افادت کا بادل اس کے بے ملال داد ودہش کے آفتاب کے سامنے قطرہ سے بھی کم ہے۔ آفتاب دولت کی شعاع کے دوام اور ماہ جلالت کے نور کی بقا پر **اما ماینفع ان الناس فیمکث فــــی الارض** ۔رعد آیت:17) جو چیز لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے زمین پر ٹھہر جاتی ہے، پڑھا۔ آفتاب جود وکرم کے امیدواروں کو، جو بے تکلف انعام واکرام اور بخشش وبخشائش سے پوری طرح بہرہ مند ہو رہے تھے، بر واحسان کے آفتاب کے سائے تلے پروان چڑھایا اور باران فضل وکرم کے پیاسوں کو، جو سدا محرومی کے ہم نشیں رہے تھے، سائے کی طرح مکرمت کے آفتاب کے زیر سایہ عطا وبخشش کے شیریں اور خوشگوار گھاٹ سے سیراب کیا۔

نیک لوگوں اور کمزوروں کی تربیت وتقویت کو عرصہ دولت کی مزید وسعت وکشادگی کا سبب تصور کیا۔ صالح لوگوں کی دعا اور فاتح لوگوں کی ثنا کو جہانداری کی اساس کو استوار کرنے والی اور کمال وخوش بختی سے بہرہ مند کرنے والی سمجھا۔ ارباب حاجت کے بے رنگ چہرے کو حصول مقصد کا مورد بنایا (ان کی حاجت روائی کی)۔ اور ان کے تاریک دیدہ کو یوسف مراد کے جمال سے روشنی بخشی۔

شاہانہ مفاخر وآثر کا شاہنامہ رستم دستان کے کارناموں کی ساری آب وتاب

لے اڑا۔ خسروانہ مکارم ومساعی کے روزنامچہ نے حاتم طائی کے یادنامہ بخشش کو طاق نسیاں کی زینت بنا دیا۔ ریاض دولت، مقامات محمود (خوبیوں) ورمواقف مشہود (قابل ستائش کارناموں) سے بارونق ہوا۔ حدیقۂ مملکت جوانمردی کے محاسن انوار اور انسانیت کے لطائف ازہار سے تر وتازہ ہوگیا۔ کتاب فرزانگی ودانش مندی کے صفحے پر انعامات واکرامات کا تذکرہ تاریخ وار لکھا گیا۔ تیغ مردانگی کے صفحہ کو جودکرم کے گوہر سے حسن وجمال حاصل ہوا۔ زمانہ نے مخالفان دین پر قہر وغضب کی خاطر بید وچنار کے پتوں سے خنجر اور ذوالفقار تلوار بنایا، اور روزگار نے دشمنوں کے قلع قمع کے لیے نسترن (سیوتی پھول) سے بارہ (گردن بند) بنائے۔

☆☆☆

غزنین کی فوج کی شکست اور ملک تاج الدین کی گرفتاری

حسین وجمیل سہیل ستارہ نے جب سپہر مینو فر (بہشت صفت آسمان) کے مینا کے گہوارے سے سر اٹھایا۔ موسم سرما کے ہراول دستے کے ظہور سے موسم گرما کے لشکر کے قلب نے شکست کھائی۔ دنیا نے بادنسیم کے روح پرور جھونکوں سے گرمی اور گرم ہواؤں کا لباس اپنے جسم سے اتار پھینکا۔ حسب دستور بے شمار فوج اور حشم وخدم، جو کواکب بروج اور افواج یاجوج وماجوج سے تعداد میں کہیں زیادہ تھے، شاہی خدمت کی لڑی میں پروئے گئے۔ ساری فوج نے تیر کی طرح کارزار کی حرص میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا اور نیزے کی طرح صمیم دل سے انتقام پر کمر بستہ ہوئی، سرو آزاد کی طرح چمن بندگی میں قدم اخلاص پر سیدھی کھڑی ہوئی، نرگس کی طرح برق تیغ اور صاعقہ خنجر کی راہ تکنے لگی، ہاتھی کی طرح جنگی بگل پر کان لگایا، غنچے کی طرح جان کے پیکان کو تیز کیا، گل کی طرح آتش پیکر ڈھال کو ہاتھ میں تھاما، سوسن پھول کی طرح آبی رنگ کے ہتھیار اور خنجر وکٹاری کو خون سے آلودہ کیا۔ لالہ پھول کی طرح خفتان لعل (جنگی لباس) زیب تن کیا۔ نرگس کی طرح زمرد کا خود (آہنی ٹوپی) سر پر رکھا۔ اس طرح ایک پوری فوج سرو صنوبر کی طرح راست پیکر اور سیدھی کھڑی ہونے والی بید اور بلبل کی طرح ژوبین (ایک ہتھیار)

اور ڈھال ہاتھ میں تھامے، قبلہ متابعت خدایگانی یعنی بادشاہ سلامت کا رخ کیا۔ اس کے اوامر ونواہی کی انجام دہی کی راہ تکنے لگی۔ نیز اس بات کی منتظر تھی کہ بادشاہ سلامت کا مبارک عزم کس گروہ کے بیخ کنی کا ارادہ کرتا ہے۔ اور اس امر کے لیے آمادہ تھی کہ مبارک علم ہندوستان کے کس شہر کو آزاد کرانے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اس بیچ ملک تاج الدین کے قاصد، جو تخت شاہی کے چار پایوں پر تکیہ کیے ہوئے تھے اور دماغ میں نفرت کی ہوا بھرے ہوئے تھے، لگاتار خدمت میں پہنچتے رہے اور برائی کے کھیل کے طور پر اچھے برے الفاظ کو باہم خلط ملط کرتے رہے، رواں دواں ساز و برگ لشکر کی طرح پیغامات پہنچائے جو انواع واقسام کی ایسی درخواستوں پر مشتمل ہوتے تھے جن کے جواب دینے کی رسوائی کی آبروئے سلطنت اجازت نہیں دیتی، جبار بادشاہ کے کان اس جیسی باتوں کے سننے سے ابا کرتے ہیں، انھوں نے عقل وخرد کی پسندیدہ ہدایت کو نہیں سنا۔

شیر شکار خسرو، جو اپنے زور بازو سے آسمان کی بساط سے مہر و ماہ اور چاند سورج کو بھی اڑا لے جاتا ہے، دوالک باز یعنی دھوکے باز آسمان کے تخت شطرنج پر چھ بار ضرب لگاتا ہے یا نقصان پہنچاتا ہے۔ پیکان یا تیر اندازی سے دشمن کی جان کو بلا و مصیبت اور عنا و مشقت میں گرفتار کرتا ہے۔ تیر کے زخم سے، جو دشمنوں کے غلاف چشم میں جاگزیں ہوتا ہے، چرخ کے ایک دھاگے کو دہرا بنا دیتا ہے۔ اور گائے جیسے گرز سے گنبد مینا کے شیر سواروں میں سے تقریباً دس ہزار نبرد آزماسورماؤں کو تہ تیغ کر دیتا ہے۔ طویل نیزے سے، جو نیزۂ ذوالیزن کے نیزہ کے لیے باعث رشک ہے، نیزہ زن سماک دوک (صحرائے دوک کے ماہی گیر کے نیزہ زن) کو بوڑھی عورت شمار کرتا ہے۔ ان بے بنیاد باتوں سے اسے وحشت ہوئی۔ حمیت کی تیز آندھی سے اس کی عزت کا غبار بلندی پر اڑنے لگا۔ اور تنگی معیشت وگذران کی آندھی سے غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔ فوراً دشمن پر قہر کرنے کے لیے:

از آہن بپوشید پیراہنی
بکف کرد چون رای پیراہنی

لوہے کا لباس پہنا اور راجہ کی طرح اس نے اپنے ہاتھ میں وہ پیراہن پہنا۔

آبدار تلوار، جو آتش غضب کو بھڑکانے والی ہے۔ فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل مااعتدیٰ علیکم ۔ جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ۔ کے غلاف سے نکالا، اور چٹان میں شگاف ڈالنے والے تیر کو جو دشمنان حکومت کی آنکھیں سی ڈالنے والا ہے، کمان پر رکھا۔ اس مہم کو سر کرنے کا عزم بالجزم کیا۔ جہاں کشائی کی باگ ایسے گھوڑے کے حوالے کی جو غزال رفتار (ہرن جیسی چوکڑیاں بھرنے والا) غزالہ دیدار (آفتاب جیسے دیدار والا) ستارہ جیسی آنکھ والا اور آسمان جیسے غصہ والا ہے۔ ایسا آتش گہر ہے کہ جست لگانے کے وقت اس کی قوس جیسی گردن اور پیکان جیسے کان چرخ مقوس (خمیدہ آسمان) کے دائرے کو چھوتے تھے۔ اور ایسا ماہ رفتار کہ گام زنی کے وقت ہلال شکل نعل اور ثریا مثال میخ کے زخم سے تحت الثریٰ کو اپنی گرفت میں لے لیتا تھا۔

مبارک رکاب کے جلو میں لشکر جرار اور خادمان نامدار کی ایسی فوج روانہ ہوئی جن کے میدان تحدید یعنی شمار کرنے کے میدان تک رسائی تیز رفتار فہم کی بھی نہیں ہے اور سبک رفتار قاصد استقصا کے بعد بھی اسے شمار نہیں کر سکتا۔ ساری فوج سپہر اور ماہ کی طرح خطابی جوشن اور کیلی ڈھال دست شجاعت میں لیے، تیر و ناہید ستاروں کی طرح کلک کی، جنگ کے بگل اور شاہی طبل اور جنگی نقارہ کی آواز پر کان لگائے ہوئے تھی۔ آفتاب و بہرام کی طرح آبدار تیغ اور آتش بار خنجر غلاف سے باہر نکالے ہوئے اور برجیس اور کیوان کی طرح محبت وعداوت کے موقف میں مقام شریف و محل منیف (بلند) پر پہنچی۔

روز دوشنبہ تیسری شوال 612ہجری کو فرقد ستارے کو چھونے والی چھتری ولایت سامانہ پر دوبارہ سایہ فگن ہوئی۔ آفتاب علم کے طلوع کرنے سے آئینہ فام سپہر کے چاند کی روشنی بڑھی۔ ماہ خیام (خیموں کے چاند) کے عکس سے سیکڑوں ماہ وآفتاب آس پاس سے رونما ہوئے ۔ لشکر منصور و مظفر کے پہنچنے کے وقت ملک تاج الدین کی فوج کی ایک جماعت، جو تخت سلطنت پر بیٹھ کر گیتی دار سلاطین (دوسرے سلاطین) کے ساتھ مقابلے کا شطرنج کھیلتا تھا۔ میدان کارزار میں سلاطین کامگار کے ساتھ مبارزہ و مقابلہ کے گھوڑے دوڑاتا تھا۔ زمانے کے سورماؤں کی مدد سے روزگار کے پیل تن جیالوں سے مقابلہ کرتا تھا۔ جاہ کی بدمستی اور فرزین (شطرنج کا وزیر)

صفت کے قلمرو حکومت کی وسعت وکشادگی کے سبب سے ہر طرف دوڑ لگا رہا تھا۔ پہلوانوں کی طرح راستے میں عجلت سے کام لیتا ہوا سات آٹھ منزلوں کو ایک منزل کی مسافت میں بدل رہا تھا۔ تا کہ پیادہ پا فوج کو قطع منازل کے بعد فرزینی (وزارت) کی منزل میں پہنچائے اور خود شاہ شطرنج کی طرح مرتبہ جہانداری کے رقعہ اعلیٰ کی پیشانی پر براجمان ہو۔ کامیابی کی بساط پر ساقیان مراد کے ہاتھوں عیش وعشرت کی صاف شراب پیتا تھا۔ اچانک دائیں جانب سے انصار دین اور مددگار ملت آئے اور چاہا کہ شمشیر آبدار سے آتش فتنہ کو مزید بھڑکائیں اور روباہ بازی ومکاری کے ذریعہ کارزاری شیروں کے ساتھ فریب دہی سے پیش آئیں اور اس باطل سودا اور جنون کے ساتھ سندھ وہند کے ممالک پر قبضہ کریں۔ ان کی عقل ضعیف اور رائے سخیف نے اس مفہوم کے پوشیدہ چہرے اور جمال عروس کو نہ دیکھا۔

عروس ملک گرامی تر است از آنکہ بود
برون ز گوہر شمشیر شاہ زیور او

ملک کی دلہن اس سے کہیں زیادہ گرامی قدر ہے شاہ کی شمشیر کے گوہر سے اس کا زیور باہر ہوتا ہے۔

جب شاہ جہانگیر، جس کا پیادہ فوجی دستہ گردوں کے شیر سواروں سے بازی لے جاتا ہے، جس کے گائے جیسے گرز کے سامنے دہاڑنے والا شیر اور چنگھاڑنے والا ہاتھی غسل خانہ کے شیر اور شطرنج کے ہاتھی سے زیادہ ذلیل وخوار ہوتا ہے، جس کے اژدھا پیکر نیزہ چلانے والے کے خوف سے اسد وثور فلک (دو برجوں کے نام) شاخ سنبلہ اور شکم حوت (دو برجوں کے نام) میں روپوش ہو جاتے ہیں، اور جس کی آبی رنگ کی تلوار اور آتشیں بیلک (دوشاخہ تیر) کے خوف سے تیغ مہر اور سپر ماہ بچوں کی چوبیں تلوار اور کاغذی نشان کی طرح از کار افتادہ ہوتے ہیں۔ ان کی کج رفتاری کی حالت سے فرزیں کی طرح واقف ہوا تو بہت بڑے لشکر اور نامور خادموں کے ساتھ، جو شطرنج کے مہروں کی تعداد سے زیادہ تھے، جو ان کے گھروں کو کمزور کرنے کی خاطر شاہ کی طرح توانا وتندرست تھے، جو فرزین کی طرح مدد کے خواہاں تھے۔ جو شاہ کی طرح عزم کو عملی شکل دینے والے

اور جو میدان جنگ میں تیز رفتار گھوڑے کی طرح تھے، جو صحرائے مقابلہ کے صحن میں تلاش کرنے والے ہاتھی کی طرح تھے، جو جنگ اور آویزش کے دن میں تیز رفتار پیادہ فوج کی طرح تھے۔ سبک خیز تیز رفتار اور کینہ وستیز کے وقت تیز رو نیزے کی طرح تھے۔ بلکہ ہر ایک سپاہی شاہین کی طرح جنگ کی ہوا میں پرواز کر رہا تھا، عقاب کی طرح دشمنوں کی جان لینے میں پر کھولے تھا، عنقا کی طرح کشادہ ڈھال کے پس پردہ روپوش تھا، باز کی طرح تنگ زرہ سے حلقۂ تن کو چھپائے تھا، فاختہ کی طرح شوق حرب کا طوق گردن میں ڈالے تھا، بلبل کی طرح گلبن رزم پر شور مچاتا تھا، چکور پرندے کی طرح کوہ پیکار پر پنڈلی اور پاؤں خون کے چشمۂ سار (بڑے چشمے) میں ڈبوئے تھا، مرغابی کی طرح جنگ کے بھنور میں غوطہ لگا رہا تھا اور رخ شطرنج کی طرح انتقام کی راہ پر گامزن تھا۔

ایسی قوم، جس نے خر چنگ (کیکڑے ٹیڑھے پنجے والے) کی طرح جنگ میں کجروی کی راہ اختیار کر رکھی تھی اور خار پشت (ایک جنگلی جانور جس کی پشت پر کانٹے ہوتے ہیں) کی طرح کارزار میں خار پیکان اور نوک سنان کمر اور سینے میں تیز کر رکھا تھا، قادرانہ انداز سے دشمن کو تباہی بربادی کے دہانے پر پہنچا رہی تھی اور ان سور ماؤں کو رقعہ زندگانی سے محروم کر رہی تھی۔

فلک قدر شاہی رکاب، کہ ماہ چرخ آراء کا طاؤس (سور) اس کی ہما جیسی چھتری کی فضا کے سوا کہیں اور پرواز نہیں کرتا، نور گستر آفتاب کا سیمرغ اس کے شہباز رایت (علم) کے سرے کے سوا کہیں اور سایہ گستر نہیں ہوتا ہے، اژدھائے چرخ (آسمان کا اژدھا) اس کی سانپ جیسی تلوار کے خوف سے کچھوے کی طرح اپنا سر آسمان کے سبز ڈھال میں چھپا لیتا ہے اور شیر گردوں اس کے گائے جیسے گرز کے سامنے سے لومڑی کی طرح راہ فرار اختیار کرتا ہے۔ شکست خوردہ فوج کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

مبارک اور منصور سواریوں کے زیر سایہ، فوج کے قلب اور جناح حربی ساز و بل ساز و سامان کے ساتھ پیادہ اور جنگی ہاتھیوں سے بھی آراستہ ہوئے۔ میمنہ اور میسرہ (دائیں اور بائیں بازو) نے شطرنج کی دوصفوں کی طرح برگستوانی سواروں (زین پر سوار ہونے والے شہسوار) کو زیب و زینت بخشی اور تیز آندھی کی طرح اس جماعت عاد سیرت (قوم عاد

جیسی سیرت رکھنے والی جماعت) کی بیخ کنی کا عزم کیا۔ یہ جانباز گروہ جو میدان حرب میں سرگرداں تھا اور شبہات کے بھنور میں ہوا کی طرح بساط خاک پر دوڑ لگا رہا تھا، جس کے پاس پہنچا اس کے شر وفساد سے بھرے سر کو آبی رنگ اور آتشیں زخم تلوار کے ذریعہ سے جدا کر دیا۔ بادپا گھوڑوں کے نعل اور فولادی گھوڑوں کے کھر کو اس کے خون سے رنگین کر دیا۔ نیزے کی قد کا فوجی جوشن میں پیوست ہونے والے تیر کے زخم سے کمان کی طرح مارا گیا اور سپر زمین اس کا بستر ہوا اور فوجی کی الف جیسی قامت مغفر شگاف تلوار کی وار سے دال کی شکل کا ہو گیا۔ (جھک گیا) اس نے مہد خاک کو خواب گاہ بنایا۔

یہ دو بیکراں لشکر جب شطرنج کی دو صفوں کی طرح ایک دوسرے کے نزدیک آئے تو ان دو بھاری فوجوں کے باہم ٹکرانے کی وجہ سے عرصہ رزم گاہ تنگی محسوس کرنے لگا۔ دونوں فریق کے سپہ سالار جو صحرائے جنگ میں عقد ثریا کی طرح اکٹھے ہو گئے تھے اور دو پیکر کی طرح ایک دوسرے کے مقابل آکر لڑنے لگے تھے، سب کے سب چنگ باجا کی طرح جنگ کے مضراب پر انگلی رکھے ہوئے تھے، بربط کی طرح جنگ کی آواز اور گھوڑے کی ہنہناہٹ پر سینہ تانے ہوئے تھے۔ رباب (ایک قسم کا باجا) کے دستے کی طرح قتال وجدال کا پٹہ کمر پر باندھے ہوئے تھے۔ طنبور کی طرح جلادت وبسالت کے زانو پر سر ٹکائے تھے، کمانچہ کی طرح مقابلے کے شوق میں آواز زیر اور نالہ زار بلند کیے ہوئے، دف کی طرح حزم وجزم کا رخ زخم رزم کے لطمہ کی طرف کیے ہوئے تھے، جلاجل (جھانجھ) کی طرح کینہ وعداوت کا سینہ چاک کیے تھے، بانسری کی طرح مردانگی وبہادری اور فرزانگی ودانش مندی کی بادنخوت سر میں بھرے ہوئے تھے، چغانہ (ایک قسم کا باجہ) کی طرح مار دھاڑ کی دست مالی پر گوش وہوش لگائے ہوئے تھے۔ شاہی طبل کی آواز نے فلکی طشت میں ہلچل مچا دی تھی۔ جنگی نقارے کی کڑک نے راہ خاطر پر زلزلہ برپا کر دیا تھا۔ دریائے کارزار کی موج زنی سے سورماؤں کے جسم پر جوشن لہرا رہے تھے۔ نائرہ پیکار (جنگ کی آگ) کی آواز سے مردان کارزار کے جسم پر زرہ تپنے لگے تھے۔ چشم فضا سرمہ غبار سے تارکول کے چشمے کی طرح تاریک ہو گئی اور چشمۂ آفتاب گرد غبار کے ذروں سے حدقۂ چشم کی طرح سیاہ ہو گیا تھا۔

شیطان صفت، عفریت صورت، برق سیر، براق آسا، رعد بانگ، سحاب سیما، باد جنبش، آتش گوں اور آب خرام بھاری بھرکم ہاتھی ابر و باد کی طرح میدان جنگ کے صحن میں دوڑ لگا رہے تھے، اور آتش زخم سے خاک معرکہ کو سیلاب خون سے گوندھ رہے تھے۔ بلند پہاڑ کی ہیکل، ہر ایک گردوں پیکر ہاتھی کی جسامت کی نسبت سے ذرہ سے کمتر نظر آتی تھی۔ چرخ کبود کا دائرہ ان کوہ پیکر ہاتھیوں کی پشت کے مہرے کی بہ نسبت شطرنج کی گوٹی کی ضخامت سے بھی چھوٹے نظر آتے تھے۔

سر اڑانے والی تلوار کی بجلی نے دہاڑنے والے ہاتھیوں کے جسم میں خون کو جوش زن کر دیا تھا۔ سورماؤں کے سر میدان کارزار میں لڑھکنے والے گیند کی طرح گر رہے تھے۔ بہار زندگی کے دن خزان فنا کی شب میں پہنچا رہے تھے۔ چشمہ پر گوہر سے شربت وبال (مصیبت کا شربت) اور کاسہ نکال (سزا کا پیالہ) پلا رہے تھے۔ شمشیر آبدار کے وار سے ہوا کی طرح آتش جنگ کی گرد اڑا رہے تھے۔ اس کے آسمانی رنگ کے جسم پر کوکب گہرا ایسے لگ رہے تھے جیسے پانی کے اوپر بلبلے۔ گویا شاخ مینا فام (آئینہ جیسی سفید شاخ) پر ہیرے کے ریزے بکھیر دیے ہیں۔ بید کے زمردیں لوح پر چاندی کے ریزے بکھیر دئے ہیں۔ ترو تازہ بنفشہ کی پتیاں شبنم کے قطروں سے آراستہ ہوگئی ہیں، یا سبزہ زار پر سیوتی پھول کی لڑی اور ہار توڑ دئے ہیں۔ خون کی وجہ سے آسمان کے صفحے پر عرق بقم (ایک درخت جس سے سرخ رنگ نکالتے ہیں) دوڑ رہا تھا۔ اس کے نیلے رخ کو زعفرانی رنگ میں رنگ دیا تھا۔ آسمان کے زنگاری پیکر کو شنگرف رومی (رومی لال رنگ) میں رنگ دیا تھا۔ سبز ریشمی کپڑے پر انار کے دانے بکھیر دیے تھے۔ چینی آئینے کا رخ سرخ شراب سے آلودہ کر دیا تھا۔ وسمہ (ایک پتی جسے بھوں کو رنگنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے) رنگ کا چہرہ گلگونہ (آتش دان) کے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ضمیرانی رخسار کو لالہ سیراب سے سینچ رہا تھا۔ نیلوفری رخسار ترو تازہ گلبن سے رنگین کرتا ہے سبزہ تر پر ارغوانی شگوفے نمایاں کر رہا تھا زبرجدیں صحرا پر عقیق و مرجان (سرخ پتھر اور موتی) بکھیر رہا تھا، مینائی لوح کو لعل بدخشاں (ایک قیمتی سرخ پتھر) سے سجا رہا تھا۔ خون کا پیاسا خنجر دشمنوں کے جسم سے خون کا سیلاب بہا رہا تھا۔ سرداروں کے سر اس کی زبان کی تیزی سے پناہ مانگ رہے تھے۔ سرعت نفاذ میں قضا و قدر کے خنجر سے بازی لے

جارہا تھا۔شاخ زندگی سے شگوفہ حیات خاک فنا پر گرارہا تھا۔دھواں کی بدولت گرد،آب سیما آتش (پانی جیسی سفید آگ) کی طرح یا آتش آسا آب کی طرح گوہر نگار جرم معلوم ہوتا تھا۔ رسوائی وخواری کی دھول ایک گروہ کی نظر میں ہواؤں پر پڑرہی تھی جو عکس خون کی وجہ سے (اس گروہ کے) آبگوں چہرے پر آتشیں نقاب ڈالتی تھی۔نخوت ورعونت کی ہوا کچھ عاجز لوگوں کے دماغ سے دبا رہی تھی۔آبدار شمشیر کی دھار سے سنگ وسنداں کے دل میں آگ بھڑکا رہا تھا۔آتش افشاں زخم کی بدولت دشمن کا خون صحن خاک پر پانی کی طرح بہا رہا تھا۔خون کی بدولت چمکتا ہوا چہرہ پیکر گلں وگلنار کی طرح لگ رہا تھا۔سیمابی چہرے پر عنابی آنسو بہا رہا تھا۔ رخسار کی نہر پر انار کا عرق گرا رہا تھا۔چاندی کے صفحے پر پگھلا ہوا عقیق رواں کر رہا تھا اور گوہر نگار صفحے کو لعل آبدار سے آراستہ کر رہا تھا۔

کبھی یمانی تلوار کی گرمی سے سورماؤں کے دل ودماغ کو بریاں کر رہا تھا۔کبھی اس کی ہندی تلوار بدخواہوں کی شہ رگوں اور بدسگالوں کی رگِ جان کھولے دے رہی تھی۔گویا صیقل شدہ خنجر کے آئینے میں اجل اپنا چہرہ دکھا رہی ہے۔پر گوہر شمشیر کے چشمے سے موت احمر (سرخ موت) جنم لے رہی ہے۔خیزران (بانس) جیسی صورت والے نیزہ باز سرداروں کے سر بھالے کی زبان سے منہ پر چلے آرہے تھے،قلم پیکر قد سے دشمنوں کے رخسار کے دیباچے کو معرب ومعجم خون میں بدل رہے تھے،میدان جنگ میں شقائق نعمان (گل لالہ) کی کاشت کر رہے تھے۔معرکہ کی سرزمین سے ارغوانی رنگ کا گل انار اگا رہے تھے۔گل کی قبا کی طرح زندگی کے جامے کو چاک کر رہے تھے۔بھاری بھرکم گرز اپنے وار سے بہادروں کے سر پر فولادی خود کو توڑے ڈال رہی تھی۔مار دھاڑ کے ذریعہ تارک گرداں (فوجی کی گھومنے والی پیشانی) سے گرد اڑا کر گردون گردان تک پہنچا تا تھا۔سرکش اور گردنکش سرداروں کے دماغ کو خاک آلود کر رہا تھا۔

افعی (سیاہ سانپ) کے پیچ وتاب جیسے کمند کے خوف سے آسمان کے اژدہے سرنگوں ہو رہے تھے۔ثعبان شکل کے خم وپیچ سے شیر فلک مرغزار سپہر کے اندر روپوش ہو رہا تھا۔شیر سوار بہادر جو کبھی بادپا گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر ہندوستانی دریاؤں میں

سور ماؤں کے سر بدن سے جدا کرتے تھے اور کبھی جنگی ہاتھی کے ہودج سے دلاوروں کے جسم کو تیر چرخ سے جوڑتے تھے یعنی ان کا نشانہ بناتے تھے، تیز پیکان کے کانٹے سے ان کے آہنی وجود کو اس طرح خاک میں ملاتے تھے جس طرح بادصبا گل کے سینے کو خاک کرتی ہے۔ خونریز بیلک (دوشاخہ تیر) کی نوک سے دشمن کی زندگی کے قبا کو اسی طرح چاک کرتے جس طرح بادصرصر یعنی آندھی لالہ کے قبا کو چاک کرتی ہے۔ اچانک صاحب اجل کبیر موید الملک کے تیر قہر سے، جو کمان کے کوے سے جان لیوا عقاب کو بھگا دیتے ہیں اور گوزن (بارہ سنگھا) کے چڑے سے اڑنے والے سانپ کو اڑا دیتے ہیں۔ تاریک رات میں اپنے حکم سے سوئی کے ناکے اور ارزن (ایک درخت کا نام) کے جسم سے تیر کو آر پار کر دیتے ہیں۔ اپنے حسن نظر اور تیزیٔ بصر سے آتش اور بہرام گور سے اس کی توانائی کا گیندا چک لیتے ہیں۔

سنبک (جانور کی کھر کا کنارا) کی کشاد سے خونخوار تیر نوک سوئی کے ناکے کے منہ سے سنگ وسندان کے دل میں اتار دیتے ہیں۔ سواری کے وقت گھوڑے کے پرنیاں کپڑے کے تار پر بکٹٹ دوڑتے ہیں۔ میدان کارزار میں اژدہائے پیچاں (کنڈلی مارنے والے اجگر) کی طرح سور ماؤں کے غلاف چشم سے اس کی پتلی نکال لیتے ہیں۔ دیدۂ کیوان پر نشانہ کر کے اسے پیکان کے انی کے کانٹوں سے بھر دیتے ہیں۔ دوسرے نشانے کے جگہ برجیس (ستارہ مشتری) کے جسم کو نشانہ بناتے ہیں۔ خون آشام خدنگ یعنی تیر بہرام کے دل میں اتار دیتے ہیں۔ جوشن (زرہ) کو پار کر جانے والا کلک (نشتر) چشمہ آفتاب کے آر پار کر دیتے ہیں۔ بیلک یعنی دوشاخہ تیر کی گرمی سے مضراب کے آتش زخم اور زہرہ کے مزامیر کو جلا کر رکھ دیتے ہیں۔ موشگاف یعنی بال میں شگاف ڈالنے والے تیر کے ذریعہ تیر دبیر کے انگشت پر قلم کو سی ڈالتے ہیں۔ پیکان کی نوک سے آسمان سے چاند کے سیمیں تبے کو اچک لیتے ہیں۔ عقاب جیسے پر اور شاہین جیسی پرواز والے تیر نے اس نامور کے ہاتھ سے پرواز کیا۔ نیلوفری پیکان کا پیکر اس بدخواہ دشمن کی رگِ جان سے طبرخوں (سرخ بید) کے رنگ میں رنگ گیا۔ اس کے سوسن صفت دوشاخہ تیر کی زبان نے گوش دل میں مرگ کی آواز لگانی شروع کی۔ اس کا کوہ گزار یعنی پہاڑ کو پار کر جانے والا بھالا خطابی برگستوان

یعنی زین سے اس سے کہیں زیادہ تیزی سے گزر جاتا جتنا کہ سوئی پرنیاں کپڑے کے تار سے تیزی سے گزر جاتی ہے اور جوشن طغانی (طغان شہر کا بنا ہوا زرہ) پر اس سے زیادہ آسانی سے گزر جاتا ہے جتنی آسانی سے سوزن کا سر چینی ریشم سے گزرتا ہے۔ خود یعنی آہنی ٹوپی سے اسی طرح باہر آتی ہے جس طرح سوسن پھول نرگس کے خود سے باہر آتا ہے۔ سپر یعنی ڈھال اور خفتان یعنی جنگی لباس پر سے اسی طرح گزر جاتا ہے جس طرح سوئی گل کے سپر اور لالہ کے خفتان سے گزر جاتی ہے۔ اس کا پیکر تاریک رات میں اختر ستارے کے طرح چمکتا تھا۔ دھواں اور گرد کے بیچ چراغ کی طرح روشن رہتا تھا۔ رمح یعنی چھوٹا نیزہ بدخواہوں اور دشمنوں کے خون سے شگوفہ گل اور ارغوان (سرخ پودوں والا درخت) کی بارش برساتا تھا۔ سنان یعنی بھالے کی شاخ سے دشمنوں کے سر میوہائے آونگی (رسی سے لٹکے ہوئے انگور) کی طرح لٹکے ہوئے تھے۔ ملک کے انصار اور حکومت کے اعوان ملک تاج الدین کے گرد، جو اکیلا سوار تھا اور پیادہ آرہا تھا، دہاڑنے والے شیر اور توڑنے والے اژدہے کی طرح اکٹھے ہوگئے۔ ایسا بادشاہ جو آفات کے چار خانے میں ایک بادشاہ کے حسب خواہ، شہمات (شطرنج کے کھیل میں جو شاہ مات ہو جاتا ہے اسے شہمات کہتے ہیں) کی شاہراہ پر آپڑا اور تمام جوانب سے عری (شطرنج کے شاہ کا بے حرکت ہو جانا) وعنا ومشقت کا قیدی اور فردین (وزیر) کا گروی ہوکر بند بلا میں گرفتار ہوا بادشاہ کے خاص غلاموں اور خادموں میں ایک شیر سوار کا، جس کے سامنے شہسوار چرخ پاپیادہ ہوکر جنگ کرنے کو تیار نہ ہوتا اور فلک کا خونریز ترک سپاہی گھوڑے کے رخ کا خون ہاتھ میں اٹھائے رہتا تھا، ملک تاج الدین سے، جو ہاتھی کی پناہ مین شہمات کے خطرے کے بابت نہیں سوچتا تھا، جنگ کے درمیان مڈبھیڑ ہوئی اور ایک ہی دفعہ میں اس کو پیادہ پا ہفت اقلیم کے بادشاہ کے سامنے لاکر کھڑا کردیا۔

بہت سے نامور فوجی سردار اور سورماؤں کو، جن کی لشکر گاہ کے طول وعرض کی پیمائش سے تیز رفتار ہوا بھی عاجز تھی اور جس کے اسلحہ کی، جس کے سپاہ کی تعداد و شان وشوکت اور ساز وبرگ سے بھاری بھرکم زمین بھی تنگ آچکی تھی، جس کے ہر ایک فوجی آتش جدال وقتال میں اس سے زیادہ حریص تھے جتنا کہ پیاسا آب شیریں کا حریص ہوتا ہے، اور جتنا کہ مجبور یعنی معشوق سے بچھڑے ہوئے عاشق، کا شوق روز وصال کے لیے ہوتا ہے۔ یہ لوگ غرور اور تکبر سے لگاتار بلا

کی دھول اڑا رہے تھے۔ بے آبروئی سے بے رحمی کی آگ بھڑکا رہے تھے۔ انتہائی عاجزی وخاکساری اور شقاوت وبدبختی سے ہوا سے عاریتاً پروبال دینے کی درخواست کر رہے تھے اور جس طرح پانی نشیب کی طرف اور آتش فراز کی طرف دوڑتی ہے، وہ لوگ بھی دوڑے چلے جارہے تھے۔ تاکہ لاابالی پن کی ہوا سے آتش فتنہ کو اور بھڑکائیں اور مسلمانوں کا خون ناحق پانی کی طرح بہائیں۔ ظلم وجبر کی آگ سے عدل وانصاف کے امور کی آبروریزی کریں۔ ایک ہی حملے میں سب کو آبی رنگ اور آتش لعل شمشیر کے زخم سے دلِ خاک میں دفنادیا۔ بیخ کنی کی گرد کے صرصر قہر کے ذریعہ حکومت کے بدخواہوں کے خاندان کا صفایا کردیا۔ آتش قہر سے دھواں کو بسیط زمین سے چرخ بریں کی اوج پر پہنچادیا۔

شاہانہ سیاست وتدبیر کی بدولت دنیا کے اطراف ونواحی حوادث کی خبروں سے خالی ہوگئے۔ خسروانہ سخت گیری کی وجہ سے زمانے کا دامن آفات سے عاری ہوگیا۔ دادودہش اور تلاش وکاوش کے دن محبت وعداوت کی نشانیاں (علی الترتیب) دوست ودشمن کو دکھائیں۔ بزم ورزم کے وقت دریانوال ہاتھ اور تیغ اعدا مآل (دشمنوں پر چلنے والی تلوار) دوستوں کو نفیس اور عمدہ چیز دینے اور دشمنوں کا کشت خون کرنے پر چلایا۔ خشکی وتری کے علاقے عدل وانصاف کے زیور سے سج دھج گئے۔ مشرق ومغرب کے ممالک کمال عدل وانصاف کے محاسن سے رونق پذیر ہوئے۔ دین ودولت کا باغ فراغت ورفاہیت کی خوشبو سے معطر ہوگیا اور بیضہ ملک وملت امن وسلامتی کی بادنسیم سے عنبریں ہوگیا۔

ہندوئے چرخ (ستارۂ زحل) اور پیر افلاک نے شاہ جواں بخت کے آستانے پر سر فیک دیے۔ قاضی انجم اور خطہ ششم کے حاکم نے دعا کے وظائف اور ثنا کے صحائف کے لیے لب کشائی کی۔ کواکب کے جنگجو ترک اور پہلوان مبارک سواریوں کے نقیب بننے کے لیے باہر نکل آئے۔ خسروئے سیارگان اور بھالے سے لیس شہسوار غلامان حکومت کے ڈھال اٹھانے والے بنے۔ رود باجا بجانے والے موسیقار اور خوش آواز گویوں نے ہاتھ میں وفاداری کا جھانجھن تھاما اور کان میں مہر ومحبت کا گوشوارہ پہنا۔ تیر دبیر اور روشن ضمیر فلسفی نے مشک بار قلم سے فتح وظفر کا طغریٰ لکھا۔ شب گرد (راتوں کو چلنے والا) قاصد اور عالم نورد (دنیا کا چکر کاٹنے والا) سفیر براق

اندام اور خوش خرام گھوڑے کا نعل ثابت ہوا۔

سپہر قدرت و خوش بختی کی بدولت ماہ سعادت کے نور میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ اختر پیروزی ایزدی، تائید کے افق سے اور زیادہ چمکنے لگا۔ یمن و برکت اور عروج و اقبال کا پرندہ مبارک شاہی حرکت و عزیمت کے استقبال کے لیے باہر آیا۔ تخت و دولت کی خوش خبری سنانے والوں نے عظیم و خطیر مقاصد کی تکمیل کی خوشخبری دی۔ منشی افلاک نے دنیا کی بادشاہت کا دستاویز شاہ کبیر و جہانگیر کے نام حریر فلک پر تحریر کیا۔ شش پایہ منبر کے خطیب نے ہفت اقلیم کے ملکوں کا خطبہ مبارک شاہانہ القاب و آداب سے آراستہ کیا۔

☆☆☆

ناصر الدین کی جنگ وشکست اور فتح لاہور کا تذکرہ

ایک مدت کے بعد جب بادنیساں (رومیوں کا ساتواں مہینہ جس میں بارش ہوتی ہے اور بیساکھ کا موسم ہوتا ہے) کے حاکم آتش وآب نے اس عرصہ خاک پر قہر وغضب کا اظہار کیا (غصہ گرمی دکھائی)۔ بادخزاں کے آتش پا (بے چین) پرندے نے آب وخاک پر بادشاہ کے ہاتھ کی طرح زرافشانی کی یعنی سونے بکھیرے۔ مسند وزارت کی صدارت صاحب اجل کبیر موید الملک محمد حسنی کے مکان پر آراستہ ہوئی۔ جس کی بلند مقامی کی بدولت آصف برخیا (وزیر حضرت سلیمان) اگر بقید حیات ہوتا تو آتش غیرت سے آب حیات بخش ہوتا (امرت جل ہوجاتا) اور صاحب بن عباد اگر زندہ ہوتا تو اس کی آفتاب قدر شخصیت کے سامنے ہوا اور سائے کی طرح اپنا چہرہ خاک آلود کرتا، بلکہ ان کا آتش صفت دل اس کے کارناموں کے چہرے کی آب وتاب ختم کر دیتا۔ اس کا بادرفتار قلم ذلت وخواری کا دھول دین کے بارنامہ کی آنکھ میں جھونکتا۔ اپنی درست رائے سے، جو حوادث کی تاریک رات میں ایک نورافزا چراغ اور تاریکی کو چھانٹنے والی شمع ہے، اشراف واماثل کے درمیان آتش وباد کی طرح مرکز خاک سے نکل کر سطح پر آتا۔ اپنے کمال علم وفضل کی بدولت، جن کے ذریعہ اور واسطہ سے خانہ ملک ودین نے اپنے داہنے ہاتھ میں بائیں ہاتھ کا کان (معدن وخزانہ) لے رکھا ہے۔ عزت وآبرو کی انگوٹھی بادل

اثر انگلیوں میں پہن کر چارارکان کی طرح دنیاوالوں کے لیے انگشت نما ثابت ہوا۔حسن تدبیر سے ،جس کی استقامت و پامردی کے بغیر حکومت کی پائیداری ممکن نہیں ہوتی ۔ ہندوستانی ریاستوں کی آبرواز سرنو بحال کی۔قلم کی برکت سے،جس کی دستیاری اور مدد کے بغیر تلوار کی دست کاری اور کارکردگی صورت پذیر نہیں ہوسکتی،آتش شر اور گردفتنہ کوفرو کیا۔نورعقل سے جوآئینے کی طرح حقائق کی صورت نمائی کرتی ہے،آتش عنف وتشدد کولطف ومرحمت کے پانی سے بجھایا۔انتہائی بردباری سے جوعقل کا پیرایہ اور ہنر کا زیور ہے،نخوت کی فضا کو خاک تواضع کا پابند کیا۔

اس کی ذات،خدا کرے یکساں باقی رہے،جب تک عناصر کا سلسلہ بقید بقا ہے،ان دواوصاف کی باہمی شرکت کی وجہ سے کہاوت ما جمع شي الیٰ شي افضل من علم الیٰ حلم ۔حلم میں علم کوملانے سے بڑھ کرکوئی دو چیزوں کا آپس میں ملنا اہمیت نہیں رکھتا ہے سے آراستہ ہوئی ۔ان خصوصیتوں کی یکجائی کی وجہ سے جب تک آتش وآب کوروشن کرنے والی ہوا اور خاک کا ہمنشیں پانی موجود ہے،اس جیسی ذات نظر نہیں آئی ۔زمانے کے بزرگوں میں وہ ایک مستثنیٰ شخصیت کا مالک ہوا۔ان پسندیدہ خصلتوں اور گزیدہ عظمتوں کی شہرت راستہ طے کرنے میں بادصبا کے قاصد اور بادنکبا کے سفیر سے بازی لے گئی ۔اس کے ستودہ اقوال اور حمیدہ افعال کا ذکر گراں رکاب خاک اور سبک عنان آب پر تیزی سے گزرجانے والی شمالی ہوا سے آگے نکل گیا۔ سلیمان سریر بادشاہ کی آبی رنگ اور آتشیں تاثیر تلوار کے واسطہ سے بسیط خاک نے گلشن افلاک کی تروتازگی حاصل کی ۔اس کے بادرفتار قلم اور آصف تدبیر دستور کے آثار سے عہد قدیم کی رونق دوبارہ واپس آئی۔

بادشاہ کی جہاں آرا رائے کے سامنے ، جوفکر واندیشے کی آگ پرہوا و پانی سے زیادہ تیز اور خاک کثیف سے زیادہ لطیف انداز سے گزرجاتی ہے،یوں عرض کیا گیا کہ ملک ناصرالدین کی دوستی کا پگھلا ہوا سونا امتحان کی کسوٹی پر سیاہ خاک کی طرح گھاٹے کا سودا ثابت ہوا۔آزمائش اور تجربے کے بوتے کی آتش میں ہاتھ ڈالنے سے وہ خالص سونا ہوکر نہیں نکلا۔اس کے عقد مودت ومحبت اور عقدہ عقیدت وارادت میں آب وہوا کی طرح سستی اور کمزوری آگئی۔ایک بار جب قدیم عہدناموں کو پانی کی طرح خاک میں گرادیا،

خرمن حقوق کو نافرمانی کی ہوا سے کالعدم اور ناپید کیا۔ سابقہ عہدوں پر آب نسیان ڈالا یعنی فراموش کردیا۔ عہد و پیان کے خاندان کو تیز آگ کی نذر کردی۔ چشمہ موالات کے پانی کو تیرہ و تار کردیا۔ نائرہ پیکار (جنگ کی آگ) کو بھڑکانے میں آتش پا یعنی بے قرار ہوگیا۔ کامگاری و خوش بختی کی ہوا سے چشم وفاداری میں دھول جھونکا۔ **واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولاً** ۔ عہدوں کو پورا کرو۔ عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ کے فرمان کو پیش نظر نہیں رکھا۔ ادائیگی حق کے جمع و خرچ میں انسانیت کی پاسداری کو اپنے اوپر ایک تاوان اور جرمانہ تصور کیا۔ آب زلال سے زیادہ کارآمد نصائح اس کے نزدیک خاک کی طرح بے وقعت ہوئے۔ نور و نار سے زیادہ روشن مواعظ اس کے سامنے ہوا کی طرح بے وزن اور بے اعتبار ٹھہرے۔ اس جانب کے امیدواروں نے آتش و آگ کی طرح بے قراری و بے چینی کی راہ و روش اختیار کی۔ گرد بلا کے اڑانے میں جہانگرد باد صبا اور باد شمالی کی طرح جور و بیداد کا ہاتھ دراز کیا۔ عنقا کی طرح شر و فساد سے بھرا سر قاف فتنہ و فساد کے پیچھے چھپایا۔ کینہ و عداوت کے گھات میں بیٹھ کر مکر و فریب کے گھوڑے پر زین کسا۔ انتقام کے مقام میں اقدام و اقتحام (بے سوچے سمجھے کسی کام میں لگنا) کا کمان چلے پر چڑھایا۔ مرغابی اور شتر مرغ کی طرح جنگ کے بھنور اور آگ پر فریفتہ ہوا۔ طاؤس اور چکور کی طرح اپنے پر و بال کی رقاصی اور رنگ آمیزی اسے بھلی لگی۔ بھیڑیا اور ہنڈار کی طرح بدکرداری پر گرویدہ ہوا۔ خرگوش اور لومڑی کی طرح بیداری اور حیلہ اندیشی کے باوجود خواب غفلت میں ڈوب گیا۔ تدبیر کی طرف سے اپنی خمیدہ صورت کو تیر تقدیر سے زیادہ راست سمجھے ہوئے تھا۔ کہ مثلاً جنگ و جدل کے دن جب خونبار تلوار کے بادل سے طوفان بلا کی بارش ہوتی ہے اور خنجر آبدار کی بجلی سے آتش فنا کوندتی ہے، ایک قطرہ بھی ان کے دامن اور ایک چنگاری بھی ان کے پیراہن پر نہیں پہنچتی ہے اور حوادث کی آندھی سے ایک گرد بھی اڑ کر ان کی آستین اور آستانے پر نہیں بیٹھتی ہے۔ اور نکبت (رنج و بختی) کی باد نکبا (چوطرفی ہوا) تیر حوادث کے ہدف نہیں بنتے۔

اپنی رائے کی ضعف و کمزوری کی وجہ سے انجام پر اوس کی نظر نہیں رہی، اپنی عاقبت کی صورت اور خاتم خاتمت کے نقش نگیں پر نظر نہیں کی۔ خوش نصیب بادشاہ کے پائیدار اقبال کی دست کاری سے، جس کی برق ہمت نسران کے سر اور فرقدان کی پیشانی کو چھوتی ہے، اور اس کی صولت و دبدبے کا شہاب دیو فتنہ کے خاندان سے دھواں اٹھا کر اوج کیوان پر پہنچاتا ہے، وہ ان باتوں سے باخبر تھے کہ آتش قہر سے اچانک جنگ و جدل کی چنگاریاں اڑنے لگتی ہیں۔ لطف و محبت کا پانی سختی و دشمنی کی آندھی میں بدل جاتا ہے۔ تحمل و تواضع کی خاک کینہ وعداوت کے دفینوں سے واپس لوٹ آتی ہے۔ آتش تیز کی ہیبت سے موالات و دوستی کی صداقت مجروح ہوتی ہے۔ حسن اعتقاد اور خلوص محبت کے صاف پانی میں تیرگی راہ پاتی ہے۔ بادپا تیز رفتار گھوڑوں کے کھر کے چوٹ سے میدان طعن وضرب (مار دھاڑ کے میدان) کی دھول اڑکر کنگر آسمان کے بالائی حصے پر پہنچتی ہے۔ جنگ و جدل کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ دریائے جنبش وکوشش میں لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ خشم وغضب کی آندھی قدرت وکامگاری کے مہب (چلنے کی جگہ) سے چلنے لگتی ہے۔ سکینت و بردباری کی خاک اپنے مسکن سکون اور مرکز طبیعی کو خیر باد کہتی ہے۔ آبی رنگ کی سفید زبان معرکہ کارزار کے بادسموم کی وجہ سے زہر آمیز ہو جاتی ہے۔ کسی پیکر کی برق زخم آتش حملہ کی گرمی سے شعلہ انگیز ہو جاتی ہے۔ مخالف اور دشمن کا جواب اسی طرح دیا جاتا ہے اور اس آبدار اور آتشبار تلوار کے وار سے مٹھی بھر عاجز دشمنوں کے بادخانہ دماغ سے سرکشی اور لشکر کشی کا خبط دور کیا جاتا ہے۔

613 ہجری کے مہینے جمادی الآخر کے اوائل میں جہانگیری کا داعیہ بادشاہ کے خاطر خطیر میں تیغ آفتاب کی طرح پیدا ہوا، اور کشور کشائی کا محرک بادشاہ کے ضمیر منیر میں خنجر صبح کی طرح نمودار ہوا، تا کہ دشمن کی اس چیونٹی صفت فوج کو تیر پراں (اڑنے والے تیر) کے سانپ اور نیزہ پیچاں کے اژدہا سے جان سے عاری کرے۔ خون آشام تلوار سے دشمن کی صبح کو شام اور بدخواہ کے دن کو رات میں بدل دے۔ آب پیکر تلوار کے زخم سے عدیم خاک کو آگ اور یاقوت احمر کے رنگ میں رنگ دے۔

مبارک فال اور میمون طالع کے ساتھ دہلی سے، اللہ اس کی حفاظت کرے، جس کی آب وخاک سدا مختلف طبائع اور مزاج والوں کے موافق رہی ہے، اور جس کی آب وہوا ہر آدمی کی طبیعت کے ہر وقت سازگار رہی ہے، بقائے حکومت کے دشمنوں کی آگ ہمیشہ وہاں دہکتی رہی ہے، خوش عیشی کا خوشگوار پانی اس کے چشموں میں سدا جاری وساری رہا ہے، اس کی غالیہ سا فضا نے زلف بنفشہ اور جعد سنبل کی شکنوں سے نافے کھول دیے ہیں۔ اس کی تازگی بخش خاک گل خیری اور سمن طری (تر وتازہ چنبیلی کے پھول) کے رخسار کے عکس سے روشنی حاصل کی ہے۔ جہاں آراء رائے وہاں یعنی دہلی سے کوچ کرنے پر ٹھہری۔

انتہائی مبارک وقت اور خجستہ قسمت کے ساتھ ایسے لشکر کی ہمراہی میں لاہور کی طرف روانہ ہوئے جو مہر وسپہر کی طرح تیغ زن اور سپر دار، ساک (دوستاروں کے نام) اور شہاب (ایک روشن ستارہ) کی طرح نیزہ دار وخنجر گذار، میدان کارزار میں آگ کی طرح جوش وخروش کے عالم میں، ہوا کی وجہ سے پانی کی جو کیفیت ہوتی ہے اسی طرح زرہ اور جوشن در بر کیے۔ چنگاری کی وجہ سے آگ کی جو شکل ہوتی ہے اسی طرح ژوبین (ایک اسلحہ کا نام) فگن اور تیر انداز بھنور کے بلبلے سے پانی کی جو کیفیت ہوتی ہے اسی طرح وہ اپنی آہنی ٹوپی اور ڈھال خود بنانے والے۔ ہوا کی طرح سبک عنان وجہانگیر (تیز رفتار اور دنیا کو فتح کرنے والے)۔ خاک کی طرح گراں رکاب اور ٹھوس تدبیر والے۔ آگ کی طرح سربلند اور عالی ہمت۔ پانی کی طرح روشن رائے اور صاف منظر، سیاحی کے دنوں میں ہوا کی طرح دنیا کے چکر کاٹنے والے، جنگ جدل کے وقت خاک کی طرح راسخ قدم تھے۔

جب فرقد سا (فرقد ستارے کو چھونے والے) اور سپہر آسا (آسمان جیسے) علم کے پہنچنے کی خبر مخالف فریق کو ملی تو ہوا اور پانی کی طرح روئے زمین پر فرار کرنے لگے اور آتش پا یعنی بےقرار ہوئے۔ اور ایسے تیر کے خوف سے جو زخمی کرنے والا اور آتش نعل ہے مچھلی کی طرح خاک خشک پر تڑپنے لگے، افعی (کالے سانپ) کی شکل کے نیزے کے ڈر سے مرغابی کی طرح آب سیاہ کو اپنی پناہ گاہ بنایا۔ تیغ ہندی کی چمک کے خوف سے نعامہ (شتر مرغ) اور سمندر (ایک کیڑے

کا نام) کی طرح آتش گاہ کی طرف دوڑے۔

لب دریا پر ایسی بیکراں فوج کے ساتھ پڑاؤ کیا جو پرندوں اور وحشی جانوروں کی طرح بہت بڑی تعداد میں تھی اور مور وملخ یعنی چیونٹی اور ٹڈی کی طرح بے شمار تھی، بھڑ کی طرح ظلم وجبر پر کمر بستہ، سانپ کی طرح بیوفائی کے غار میں گھات لگائے، مچھر کی طرح خونخواری کا پیشہ اختیار کیے، مکھی کی طرح بے چینی اور شوخی کی آنکھ کھولے، ٹیڑھے میڑھے چہرے والے کیکڑے کی طرح راہ راست سے روگردانی کیے، مچھلی کی طرح تیز رفتار، سیمیں پشیزہ (سفید تانبے کے برادہ جیسے لباس) کے بجائے خطابی جوشن پہنے، مکڑی کی طرح پرنیانی زرروزی کے بدلے داؤدی زرروزی کے کپڑے زیب تن کیے، بلکہ کوا اور غلیواز (ایک گوشت خور پرندہ) کی طرح بھوکی اور اچکنے والی، الو اور عقاب کی طرح ویرانے کی متلاشی، ظالم پیشہ طوطی اور ہزار داستان، یعنی بلبل کی طرح سخن فروش وچاپلوس وداستان سرا، بوتیمار یعنی بگلا اور مرغ کی طرح غمگین اور افسردہ اور جھگڑالو تھی۔ حکومت کا ہر ایک غلام صف پیکار میں جلانے والی آگ کی طرح، میدان کارزار میں پانی کی طرح چلنے والا، سواری کے وقت ہوا کی طرح جلد بازی کرنے والا، جان سپاری کے وقت خاک کی طرح صابر تھا، چودہ شوال کو لاہور کے حدود سے ثریا ستارے کی طرح صف کشی کی اور میمنہ ومیسرہ (فوج کے دائیں بائیں بازو) کو ستارے کی طرح ترتیب دیا۔ قلب وجناحین کو سوار و پیادہ فوج سے ترتیب وتنظیم کی، لشکر کشی کے شرائط اور سپاہ آرائی کے مراسم ادا کئے، خورشید پیکر علم اور رایت ظفر بلند کر کے پلیا اور جبہ (ایک جگہ کا نام) پہنچے۔ ٹھیک اسی طرح جوان بخت بادشاہ کے اقبال کی خوشخبری دینے والے سے میں نے ایک دو بار جواب میں سنا تھا، نور رائے وتدبیر سے، عطارد حدس اور آفتاب ضمیر بادشاہ کے حسب دستور، موقع ومصلحت دیکھ کر فوج نے خود کو گھڑیال کی طرح اس بحر محیط سیما (سمندر کی صفت والا دریا) میں ڈال دیا اور آتش گہر باد پا تیز رفتار گھوڑوں کو اس گہرے دریا میں، جس کے سامنے دریائے دجلہ اور قلزم بھی ایک وسط دریا کی طرح تھے اور دریائے سیحون اور جیحون ایک چشمہ معلوم ہوتے تھے، مچھلی کی طرح

پانی میں تیرانے لگے۔اپنی دوادوش کا غبار سمندر کی گہرائی سے اٹھا کر افلاک کے چار طاق پر پہنچایا۔مہر وماہ کے چشمے کو گرد غبار سے ڈھک دیا۔امیر سنقر (ایک قسم کے خوبصورت باز پرندے کا نام ہے یہاں کوئی امیر مراد ہے) جس نے ساحل دریا پر آتش کارزار بھڑکائی تھی، ہوا کی طرح تیزی سے گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان رزم کی خاک کو بہادری اور جوانمردی کے غلاف چشم کا سرمہ بنایا۔بڑے بڑے سورماؤں کی ایک بھاری فوج کے ساتھ آگ کی طرح تیزی سے حملہ کیا اور پانی کی طرح جلدی سے لہریں اٹھانے لگا، ہوا کی طرح سبک آہنگ اور تیز رفتار، آگ کی طرح گراں بار اور بوجھل، بہت سے ہتھیاروں کے ساتھ جنگ وپیکار کے لیے آمادہ کھڑا تھا۔جب اس نے مظفر ومنصور لشکر کے دریائے ذخار سے بغیر کشتی کے گزرنے کا منظر دیکھا اور مقابلے کی جلا دینے والی آگ اور میدان کارزار کی دبا دینے والے دریا کو دیکھا تو ہوا کی طرح خاک رسوائی کے پاؤں سے پامال ہو کر حیران وسراسیمہ ہوا، بڑے ڈیل ڈول والے جنگی ہاتھی کے رعب اور شیر صفت عربی گھوڑوں کے خوف سے اندھے کی طرح ہزیمت کو پشت دکھائی۔علم کے اژدہا اور شیر کے ڈر سے لومڑی کی طرح جدال وقتال سے سرتابی کی۔ایسی چشم ودل کے ساتھ، جو پانی میں ڈوبا یعنی اشک بار اور آگ میں جلا یعنی سوختہ دل ہو، ہوا کی طرح بساط خاک پر گزر رہا تھا۔جنگ کی آگ اور بھنور کے خوف سے سیلاب کی طرح صحن صحرا میں رواں دواں تھا۔نشیب وفراز اور پستی وبلندی سے گزرنے میں آب وآتش سے بھی بازی لے جا رہا تھا۔شکست وہزیمت میں وہ بادصبا وبادنکبا سے رعایت کے طور پر جلد بازی کے بازو کی درخواست کر رہا تھا۔مرکز زمین اور خاک کے ساکن نما نقطے سے سکون کا ربط ختم کر دیا۔تیز آگ اور تیز رفتار ہوا کی طرح راہ فرار کی تلاش کرنے لگا۔سیاہ خاک پر آب رواں کی طرح جلدی جلدی بھاگنے لگا۔گویا اس کے باد پیما اور خاک پیما گھوڑے کو سمندر کی طرح آگ لگ گئی ہو اور اس کا ماہ سیر (چاند جیسی رفتار کا) گھوڑا مچھلی کی طرح پسینے کے گہرے پانی میں جو دوڑ کی وجہ سے پیدا ہوا تھا، غرق ہو گئے تھے۔

اس انداز سے بری طرح مغلوب ہو کر جب اس نے شکست کھائی تو بادشاہ جہاندار اور

سایہ آفریدگار نے اپنی جہانگشا باگ سرزمین لاہور کی طرف موڑ دی۔ آبدار بھالے مخالفوں کے سینے میں پیوست کردیے اور آتشبار شمشیر کے رخ دشمنوں کے خون سے رنگ دیے۔ منصور ومظفر خادموں کی ایک فوج سرزمین معرکہ پر، ہوا کی جنبش سے پانی پر جس طرح کیفیت طاری ہوتی ہے اسی طرح جوشن پوش اور زرہ پوش ہوگئی۔ تیز دھار والی شمشیر کی زبان غلاف کے منہ سے اسی طرح نکالتا جس طرح آگ کی لپٹ نکلتی ہے۔ آتش زخم تیر کے چلانے سے آب فتنہ کے سر پر باندھ، باندھ دیا۔ حملے کی تیز آندھی سے رسوائی کی دھول سرکشوں اور باغیوں کی آنکھ میں جھونکا، شکست خوردہ فوج کے تعاقب میں ابر و باد کی طرح تیزی سے روانہ ہوا ہوئی، ان کے جنوبی ہوا جیسی رفتار کی گرد کا اثر آنکھوں سے نظر نہیں آیا، علم، نقارہ، گھوڑے وغیرہ کی طرف متوجہ ہوئی، ان کے علاوہ غنیمت کا اتنا مال غلامان حکومت کے ہاتھ لگا جو کسی محاسب اور کاتب کے پوروں کی شمار اور بیان سے باہر ہے۔ (یعنی ان کا شمار کرنا کسی کے بس کی بات نہیں)۔ آتش پیکر آب رواں اور بادرفتار یا تیز رفتار قلم تختہ مقال پر اس کے لکھنے سے عاجز وقاصر ہے۔

ملک ناصرالدین، جس نے ظلم وجبر کی آگ اپنے استعداد کی ہوا سے روشن کررکھی تھی، تیز رفتار پانی میں خشت زنی اور سیلاب کی گذرگاہ پر خانہ سازی کو کارآمد سمجھتا تھا، عہد قدیم کے چشم کرم میں بیوفائی کی دھول جھونک رکھی تھی، اصرار کی باگ ڈور، خودرائی آتش افروزی کی بادصرصر کے حوالے کررکھی تھی۔ ہوا کی طرح کینہ کشی اور سرکشی کی طرف متوجہ تھا۔ صلح وصفائی اور صلاح ودرستگی کے بازار سے رونق وبہجت کی آب وتاب ختم کردی تھی۔ بیگانگی کی خاک وخاشاک سے چشم یگانگی کی صفائی کو تاریکی میں بدل رہا تھا۔ جنگ وجدل کی دھول اڑانے میں اس نے خوشی اور خوش دلی کا اظہار کیا۔ ہوا اور پانی کی طرح روئے زمین پر تیزی سے دوڑتا ہوا اجہ (ایک مقام) کی راہ اختیار کی۔ باد پیکار کے چلنے سے آتش تیار (خدمت گزار زس کی آگ) بہرہ مند ہوئی۔ میدان جنگ کی چنگاریوں کے اڑنے سے بے آبی کا مسئلہ پیش آیا۔ خیال باطل سے غرور کے سراب یعنی ریت کو چھلنی میں چھانا۔ آتش جنگ کی شدت سے حسرت وندامت کی ہوا ہاتھ آئی۔ آب حیات کا چشمہ پاکر بھی منزل ومراد کو خاک

نامرادی میں دفن کردیا۔ حرص وآز کی آتش تیز کو آب محرومی سے بجھایا۔ ہوا کی طرح اس نے اپنا سر تفکر وتحیر کی زانو پر رکھا۔ صفحہ روزگار سے شاہی رائے کے بدلے چھوڑنے کا نقش پڑھا۔ شر الرای الدبری بدترین رائے پیچھے ہٹنا ہے کی صورت آئینہ حال میں معائنہ کیا۔ خطہ لاہور جو اہل علم وفضل کا جائے قرار ہے، دین اسلام کے اہم اور مرکزی شہروں میں ہے اور ارباب زہد وتقویٰ کا مسکن ہے، چندون آفات کی کثرت، نوائب کی پیہم آمد اور حاکموں کے غلبہ کے وجہ سے آتش فتنہ وشر کا آتش دان ہو گیا تھا۔ شاہی رحمت کی آب وہوا اور معدلت کی باد نسیم کی بدولت اس کی خاک نزہت افزا میں نظم وترتیب پیدا ہوئی۔ از سرنو حکومت کے غلاموں اور فرماں برداروں کے زیر تصرف آیا۔ ساری ولایات لاہور میں القاب مبارک کی شان وشکوہ پر مشتمل خطبہ، جس کی خوشبودار شہرت آتش وآب کے ذکر کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی ہے اور تیز رفتار باد صبا کی طرح کرہ خاک میں دائر ہوگئی ہے، از سرنو سجے۔

ایسی نامور فتح کے ہاتھ لگنے پر، جو علم نصرت کا کتابہ اور لباس فتح کا نقش ہے، اس کے آثار چہرہ روزگار پر ارکان وعناصر کے مادہ کے خاتمہ تک باقی رہیں گے، خدائے جل وعلیٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا اور مٹھی بھر باد رفتار عاجز لوگوں یا گھوڑوں کی جان، جو صف جنگ میں قید ہوئے تھے اور شمشیر آبدار وآتش بار کے مستحق تھے، انھیں بخش دی گئی۔

نامور دین اور فتح وبشارت کی تبلیغ کے لیے ایک مشہور ومعروف بزرگ، جو حکومت کے ارکان واعیان اور بادشاہ سلامت کے مخلص اور مقربوں میں ہے، جس کے آئینہ اخلاص کے پیکر سے شک وشبہ کا غبار اور تہمت وبہتان کا رنگ ناپید ہو چکا ہے، جس کے صفائے عقیدت اور حسن ارادت کے سلسلے میں کسی بھی مخلوق کو اسے برا بھلا کہنے کی گنجائش نہیں ہے، جس کے فضل وہنر کا چہرہ عقل وخرد کے زیور سے آراستہ ہے، جس کا جمال حال فطانت وذکاوت کے زیور سے پیراستہ ہے، جو زمانے کے تمام لائق اور کارداں حضرات میں مزید کفایت ودرایت کی خصوصیت کی بنا پر مستثنیٰ ہے، جس کی سعی جمیل تمام جزئی اور کلی امور میں مشکور ثابت ہوئی ہے، جس کے ذاتی مکارم ذات اس کی نشانیوں کے

ظہور کی وجہ سے بیان سے بے نیاز واقع ہوئے ہیں، جس کے محاسن صفات کھلے دلائل کی وجہ سے شرح وبیان سے مستغنی ہیں، ہندوستان کے اطراف ونواحی اور ریاستوں کے نظم ونسق کے لیے نامزد کیے گئے۔ وہاں سے مبارک شاہی عنان دہلی کی جانب موڑ دی۔ جس کی آب وہوا آتش وآب کی طرح نورافزا اور نزہت زا یعنی روشنی بڑھانے اور تازگی بخش ہے، جس کی روح پرور فضا اور جس کی معطر خاک غم کو دور کرنے والی اور نافہ مشک کو کھولنے والی ہے۔ مبارک شاہی علم کامگاری کے سایہ تلے اور خوش قسمتی کی پناہ میں اس سمت روانہ ہوئے۔ پیروزی کے نقارے کی آواز نے برجیس ستارہ اور کیوان ستارے کے کان بہرہ کر دیے۔ شاہی طبل کی آواز برج بہرام وماہی تک صعود کر گئی۔ مظفر ومنصور علم کے شیر نے آسمان پر سوار شیر پر اپنی بالاتری دکھائی۔ پھر مبارک چتر تیر اور ناہید کی پیشانی پر سایہ فگن ہوا۔ نشانہ ظفر کے اژدہے نے دائرہ ماہ کے گرد حلقہ بنالیا۔

☆☆☆

صوبہ لاہور کو نواب خداوند وخداوندزادہ جہاں ناصر الحق والدین محمود کے حوالے کرنے کا ذکر

614ہجری کے مہینوں کی آمد کے ساتھ ولایت لاہور، جو سدا نامور ملوک کا دارالملک اور سلاطین کامگار کا دارالقرار رہا ہے، اپنے مذکورہ قلعوں اور مشہور علاقوں کے ساتھ اس (محمود) کے مکارم اخلاق وعادات کی پیشکشی کے بعد اس کے نام سے نامزد ہوا۔ مطلع عمر اور ریحان شباب یعنی ابتدائی جوانی سے ہی اس کے حرکات وسکنات سے جہاں کشائی اور عدو بندی کی نشانیاں ظاہر ہو رہی تھیں۔ پیکر اختر پیروزی اس کے مبارک چہرے اور مسعود قسمت سے رونما ہو رہا تھا۔ صبح خوش بختی کی سپیدی اس کی مہر آسا پیشانی اور مشتری سیما جبیں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ جہاں ستانی وجہانگیری کے شواہد اور دلائل اس کے شمائل وخصائل سے انتہائی روشن ہو چکے تھے۔ صاحبقرانی کے آثار بے شمار اور انگنت فضائل کے ساتھ گمان کی جگہ سے نکل کر یقین کے مقام میں پہنچ چکے تھے۔

منصب فرمانروائی وبادشاہی کی سپردگی، جو دین ودولت کے بڑے اہم اور عظیم امور میں ہے، جو افضل ترین عطیہ الٰہی ہے اور جو کامل ترین انسانی درجہ ہے، اس اصول پر استوار ہے کہ اللہ

نے ہم کو اس امر کا حکم دیا ہے کہ لوگوں کو ان کے مقام و مرتبہ پر رکھیں)۔یعنی لوگوں کے ساتھ ان کے حسب مرتبہ سلوک کریں)۔ دین کی پابندی اور پیروی کے ذریعہ سے، جو جہاں داری کا پٹکا ہے ملک و ملت کے احوال نظم وضبط کے زیور سے پوری طرح آراستہ ہوئے اور یہ فرمان جاری ہوا کہ خالق جل علیٰ کے احکام واوامر کی تعظیم اور سنن نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے بعد سادات کی توقیر وتجلیل کی جائے کیونکہ وہ نبوت کے شجر طیبہ کے برگ وبار ہیں، رسالت کے پرنور روضہ کے پھول ہیں، اور آل یٰسین کے ہار میں عزت کے ساتھ پروئے ہوئے ہیں۔ترقی کرنے والے کے لیے ان سے آگے ترقی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ان کے بعد کسی کے لیے وہ شرافت اور کرامت باقی ہے۔اس خاندان شریف کی محبت کا فرمان **قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ**۔کہہ دیجئے میں تم سے اس تبلیغ کی کوئی اجرت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے رشتے داروں سے محبت کرو۔کے طغریٰ سے آراستہ ہوا۔اور اس خاندان کرم عنوان کی طہارت اور پاکی کا لباس **لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا** ۔اے اہل بیت، اللہ تا کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تمھیں پوری طرح پاک وصاف کردے۔کے نقش سے منقش ہوا۔اس فرمان کو دین کے قواعد اور مسلمانی کی اساس تصور کریں۔حضرات ائمہ کا پاس ولحاظ رکھیں، اہل علم کی تربیت کریں، جنھوں نے استفادہ کرتے کرتے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے درجے میں ترقی کی، جو حلال وحرام کی باریکیوں اور اسرار احکام کے حقائق سے واقف ہوئے، جنھوں نے شریعت وسنت کے مشرب یعنی گھاٹ کو ضلالت وبدعت کی آلودگیوں سے محفوظ رکھا، جنھوں نے اپنے خلوت خانہ سینہ اور صحن زمین کو کشف ویقین کے انوار سے آراستہ کیا، جنھوں نے پسندیدہ لب ولہجے اور واضح بیان سے مسیح کا معجزہ دکھایا، زبان قلم سے اقوال (خدا ورسول) کے بیان اور ادیان کی شرح میں ید بیضا دکھایا، صداقت وخلوص کا قدم امانت کے حریم اور اعتقاد کے حرم میں رکھا۔ کہاوت ہے **العالم امین اللہ فی الارض، العلماء قادۃ والفقھاء سادۃ ومجالستھم زیادۃ**، کہ علما زمین پر اللہ کے امین ہیں، علما قائد ورہنما ہیں فقہا سردار ہیں اور ان کی ہم نشینی علم میں زیادتی کا سبب ہے۔کے مطابق انھوں نے اس شریف اور بلند بالا مقام میں رسائی حاصل کی۔

ان میں سے ہر ایک کی صورت حال جمال فتویٰ اور کمال تقویٰ سے آراستہ ہے۔
خادموں اور چاکروں کے حق میں علیٰ اختلاف مراتب کرم عمیم اور لطف جسیم یعنی بہت زیادہ عنایتوں اور مہربانیوں کی رعایت کو ضروری سمجھیں، دولت قاہرہ یعنی حکومت کی محبت پیدا کرنے میں، اللہ اسے دوام بخشے جب تک آسمان اور زمین برقرار ہے، خاص و عام سب لوگوں کی ولداری اور تالیف قلب کریں، ملک وملت اور دولت وحکومت کے مددگاروں کی خوش حالی و فراغ بالی پر غور و فکر کرنے میں انتہائی مبالغہ سے کام لیں۔ اس امر پر یقین رکھیں کہ دین اسلام کے علم کھینچی ہوئی تلوار کے بغیر بلند نہیں ہو سکتے، فتح و نصرت کی صورت بھالے کی زبان اور پیکان کے سنان (دانت) کے بغیر مسکرا نہیں سکتی، پیروزی کے نقارہ کی آواز مغفر اور دماغ میں شگاف ڈالنے والے خنجر کے بغیر کان کے سوراخ تک نہیں پہنچ سکتی، کامیابی کی آنکھ جنگ و جدل کی گرد و غبار کے سرمے کے سوا کسی چیز سے روشن نہیں ہوتی اور راستے گھاٹ کا امن و امان اور ملکوں کی حفاظت و نگہداشت سوار و پیادہ فوج کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ آسمان جنگ کے دن ان (فوجیوں) کے خارہ گداز (سخت پتھر کو پگھلا دینے والے) تیر کے زخم سے ستاروں کا سبز فرش بچھاتا ہے اور ثابت قدم زمین صخرہ میں شگاف ڈالنے والے چھوٹے نیزہ سے آسمان کی طرح سکون کو حرکت میں بدل دیتی ہے۔ اہل علم کو، جو اپنے کمال حذاقت ومہارت اور وفور فہم و فراست کی بدولت عطارد سے بازی لے گئے ہیں، ملک کے اسرار و رموز سے آفتاب کی طرح واقف ہیں۔ تحریر کے وقت قلم کی زبان سے سطح سیم یعنی سفید کاغذ پر در یتیم بکھیرتے ہیں، اور نوک قلم سے صفحہ بیاض پر در شہوار یعنی قیمتی موتی نچھاور کرتے ہیں، میدان تقریر میں گوئے بلاغت سحبان وائل سے بھی آگے لے گئے ہیں اور ادب وسلیقے کے زیور سے آراستہ ہونے میں صاحب دصاحبی سے بازی لے گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو ان کے مقام و مرتبے کے مطابق تقرب کی بساط پر سرور و نشاط کا موقع دیں۔

رعایا اور ماتحتوں کی ان پر متوقع حوادث کے وقوع سے حفاظت کریں۔ عنایتوں کے آفتاب سے ان کی امید برآری کا ہلال روز بروز نور افزا ہوتا رہے یعنی اس کی روشنی بڑھتی رہے۔ انواع واقسام کے احسانات کے ذریعہ آزادوں کو غلاموں کی لڑی میں پروئیں اور غلاموں کو آزادوں کے جال میں پھنسائیں۔ حلم و وقار اور صبر و قرار کو اپنا شعار اور پیرایہ روزگار بنائیں،

فرصت کے وقت آسمان کی تیز رفتار چکی کی طرح سرعت سے حرکت کریں، حزم واحتیاط کے وقت راسخ قدم قطب کی طرح ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں، اپنی ہمت وحوصلے کو نیکی کے بڑے بڑے امور کی انجام دہی پر مصروف رکھیں، اچھے کارناموں کا اشتہار اور نیک نامی کی شہرت کرائیں، سلاطین گذشتہ کی، اللہ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے، کی روایت پر چلیں اور ان کا تشبہ اختیار کرنے کو ضروری سمجھیں اور رخسار روزگار پر نیک ذکر اور یادگار چھوڑ جائیں۔

بادشاہی ارکان اور جہانداری کی اساس چونکہ عدل وانصاف کے آثار کے اظہار ودوام سے پختہ ہوتی ہے اس لیے ایسی تدبیر کریں کہ اس کے مبارک ومسعود عہد میں عدل وانصاف کا پودا ہرا بھرا اور پھل دار ہو جائے، تیز پرواز عقاب کے پنجوں میں شر وفتنہ کے عقاب کے بازو کٹ جائیں، بلند پرواز باز کے جھپٹنے کی آواز سے ویرانہ پسند الو کی نحوست معمورہ عالم سے دور ہو جائے، شاہین قہر کی آواز سن کر ظلم کا فراخ باز وعنقا روپوش ہو جائے اور دونوں جہاں کی سعادت وخوش نصیبی، نیکوکاری اور کم آزاری کی خصوصیت پر توجہ کی برکت سے ہاتھ آتی ہے۔

بہرحال قدیم خسروانہ نفیس روایات اور شاہانہ ارشادات کے جادہ مستقیم یعنی سیدھی راہ اور نہج قویم یعنی مضبوط دستور پر جن کی اس دفعہ حکومت نے، اللہ اسے دوام سے نوازے، مشاہدہ ومعائنہ کی ہے۔ لاہور کے نظم ونسق اور مصالح سے وابستہ امور سے فراغت کے بعد دشمن مال (دشمن کی گوشمالی کرنے والے) شاہ نے جو سدا مال کا دشمن رہا ہے، میدان کدوکاوش سے نکل کر ایوان داد ودہش میں قدم رکھا اور اپنے دریا نوال ہاتھ سے مال ودولت کی تقسیم کرنے لگا، یعنی انتہائی سخاوت شروع کی اور شایگان کا خزانہ اور بر وبحر سے حاصل شدہ دولت بخشی شروع کی۔

انس ومحبت اور خوشی ومسرت کی مجلس بہشت بریں کی طرح سج دھج گئی۔ شادمانی کے اسباب اور کامرانی کے دروازے کھل گئے۔ عیش وعشرت کے بڑے بڑے خیمے کی طنابیں قبہ کیوان تک کسی گئیں۔ خوشی ومسرت کا علم اوج فلک پر لہرایا۔ خوش آواز مطربوں کے نغموں نے نشاط وطرب کا رخ روشن کیا۔ صبائے مراد کی باد نسیم نے راحت کی خوشبو مشام روح تک پہنچائی۔ بزم کی بہشت آسا فضا نے ہوائے دل کے آئینہ سے زنگ دور کیا۔ مجلس بزم بہت سی ماہوش حسینوں کی بدولت نگار خانہ چین کے لیے باعث رشک ہوئی۔ عطارد اس جشن کا راوی اور زہرہ اس کا رامشگر

(موسیقار) ہو گیا۔ خورشید نے حسینوں کے دل افروز رخسار کے رشک میں پشیمانی کا پسینہ بہایا۔ مریخ، مشتری طلعت حسینوں کی چاکری پر کمر بستہ ہوا۔ بے مہر کیوان (زحل) نے پری وش شاہدوں اور محبوبوں کی محبت کا حلقہ جان کے کان میں پہنایا۔ سرو قد اور گلنار رخسار ساقیوں کے عشق کا طوق دل کی گردن میں ڈالا۔ خسروانی شراب کی چمک دمک سے خورشید وش حسینوں کے رخسار پر گل خیری (ایک قسم کا پھول) پھل دار ہو گیا۔ ارغوانی یعنی سرخ شراب کے عکس سے بنفشہ عذار حسینوں کا ماہ رخسار لعل بدخشاں کا رنگ اختیار کر گیا (سرخ ہو گیا)۔ گویا چشمہ آفتاب بلوری جام کے افق سے طلوع ہوا۔ شای آبگینہ کے جوہر آتش میں ابال آ گیا۔ شرابیوں کے ہونٹ پیالہ کے لب سے راز کی بات کہہ رہے تھے۔ بادہ نوشوں کا منہ ریحانی شراب کی وجہ سے آہوئے چین کے ناف کی طرح مشکیں یعنی مشک سے معطر ہو گیا۔ سکر و نشے کی فوج نے عرصہ دماغ پر حملہ کیا اور ضبط نفس (خود کو سنبھالنے) کا عنان سلطان خرد کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ شرابی ترک یعنی محبوب تابدار زلف کی آرائش کر کے خنجر فتنہ کو چمکا رہا تھا اور زنخداں یعنی ٹھوڑی کے فرزین (شطرنج کا وزیر) سے عاشقوں کا دل و جان لوٹ رہا تھا۔ چاند اس کے مہر رخسار کی شرم سے بساط سپہر سے بوریا بستر باندھنے لگا۔ عطارد اس کے خدوخال کا منشور فلک کے سبز ریشمی کپڑے پر لکھ رہا تھا۔ زہرہ دلبری کے خمار میں اس کے غمزہ پرتاب یعنی اشارہ چشم کے تیر سے خشم و غضب اور پیچ و تاب میں گرفتار ہو گیا۔ خسروِ انجم اس کے اپنے سلطان جمال کے شاہ خواہ سے افلاک کے چہار خانے میں شہمات (شطرنج کا بادشاہ جب کھیل میں مات ہو جاتا ہے تو اسے شہمات کہتے ہیں) ہو گیا۔ مریخ اس کی خونخوار نرگس کے ہاتھوں پیادہ کی طرح پست و زبوں ہو گیا۔ مشتری اس کے حسین مکھڑے کی وجہ سے عذرا کے حسن و جمال کا سوگوار ہو کر رہ گیا۔ افلاک اس کی سیاہ زلف اور چشم جادوئی کی بدولت باہمی مقابلہ و مسابقہ کا شطرنج کھیل رہے تھے۔ اس کا گل پرست سنبل (بالچھڑ گھاس) اپنی مشکیں زنجیر زلف سے دل مسکین کے پاؤں باندھتا تھا۔ یا اس کے پاؤں میں بیڑی ڈالتا تھا۔ اس کی نیم مست نرگس یعنی آنکھ نیش مژگاں کی نوک سے رگِ جان کھولتی تھی۔ اس کی ماہ فرسا (چاند کو تھکا دینے والی) زلف تر و تازہ گلاب اور لالہ سیراب کو اپنا تکیہ گاہ بناتی تھی اور عنبریں کمند برج مہر و ماہ کے کنگورے پر ڈالتی تھی۔ اس کے مشکیں و سیاہ تار آفتاب و ماہ منیر کے عارض پر زرہ اور زنجیر

ڈالتے تھے۔ اس کا حلقہ ہائے مفتول (بٹی ہوئی گرہیں) چاکری کا حلقہ مہر عالم آرا کے کان میں ڈالتا تھا۔ اس کا ماہ وآفتاب پرست جعد (گھنگریالے بال) سمن اور نسترن پھول کی پتی کو پاؤں تلے روندتا تھا۔ اس کا مہر فرسا (آفتاب کو تھکا دینے) والا طرہ یعنی پگڑی کے اوپر کا سرا ماہ و پروین کا پردہ دار اور گل ونسرین کا سایہ بان ہو گیا۔ ماہ دو ہفتہ یعنی چودھویں کے چاند کے گرد عنبر خوشبو سے بسا، سوجال اور ساٹھ عدد معطر خال رکھتا تھا۔ کبھی ساحرانہ اشارہ چشم کے ذریعہ کمان ابرو سے تیر ارش (ایک ماہر ایرانی پہلوان کا تیر) چلاتا تھا۔ کبھی سیاہ زلف کے ذریعہ اس کے رومی جیسے گورے رخ پر داؤدی زرہ کی شکل بناتا تھا۔ بادصبا اس کی زلف بستہ سے عطار کی سوڑبیا کھولتی تھی۔ ہر ایک شکن اور تار زلف میں تاتاری مشک کے ہزاروں نافے بطور ودیعت رکھتی تھی۔ حسینوں کا غالیہ سائی خط (غالیہ خوشبو سے بسا ہوا خط) سے حسن وجمال کی آیت دکھاتا۔ خورشید رخشان عارض پر عنبریں نقطہ اور مشکیں خال یعنی سیاہ تل تحریر کرتا۔ ماہ تاباں رخسار پر انوکھے نقوش بناتا۔ سمن اور سوسن کے اطراف میں تروتازہ سبزہ اگاتا۔ گلِ احمر یعنی سرخ پھول کی پتیوں پر مشک اذفر (یعنی نہایت خوشبودار مشک) چھڑکتا تھا۔

عنبر سارہ یعنی خالص عنبر خوشبو سے لالہ سیراب (تازہ لالہ پھول) کی آرائش کرتا۔ ہاتھی دانت کے صفحات پر چیونٹی کے بازوؤں کی شکلیں بناتا۔ پرچین سنبل یعنی پرشکن زلف کے ذریعہ ارغوان یعنی سرخ رنگ کے خوشنما پھول اور پرنیاں یعنی ریشمی کپڑے کے راستے پر باڑھ باندھتا۔ ضمیران (ریحان یا کالی تلسی جس کی پتیاں کھانے کو خوشبودار بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں) کی پتی کے ذریعہ تازہ نسترن پھول پر ملاحت ونمکینی کا طغریٰ بناتا۔ اس کا تروتازہ بنفشہ پھول نسرین اور گل سوری کے رخ پر نقش ونگار بناتا، وہ آذری نقش ونگار کی آب وتاب کالعدم کر دیتا۔ روم کے نقاشوں اور چین کے صورت گروں کے دل پر حسرت کا داغ لگاتا۔ اس کے عارض کا آفتاب خط مسلسل کے سایہ سے گرہن کا رہین ہو جاتا۔ اس کی پیشانی کا چاند زلف مجعد یعنی گھنگھریالی زلف کے عقدہ عقرب میں محاق (آخری دنوں کا چاند جب چاند بالکل روپوش ہو جاتا ہے) کا قیدی ہو جاتا۔ گویا اس کی زلف سیہ سار نے عاشقوں کی تاریک شب کی درازی کی خصوصیت کو قبول کر لی ہے۔ اس کا آئینہ جیسا صاف رخسار عاشقوں کی دود آسا (دھواں جیسی) آہ

سے زنگ آلود ہو گیا تھا۔ تبسم کے وقت لب کے نقطہ موہوم سے پروین کے ہار کی نمائش کرتا تھا۔ حلقہ میم سے در یتیم یعنی یگانہ موتی کو ظاہر کرتا تھا۔ مرجانی رنگ کے سیپ سے مروارید خوشاب (نہایت چمکدار موتی) ظاہر کرتا تھا۔ رمانی یاقوت کے کان سے عقد گہر پیش کرتا تھا۔ اس کے آبدار لعل یعنی دانت عقیق کی ڈبیا سے درشاہوار (عمدہ موتی) نمایاں کرتے تھے۔ اس کے شکر بار اعناب (شکر برسانے والا عنابی ہونٹ) اپنے تنگ پستہ سے شکر کا کوزہ کھولتے تھے۔ پری چہرہ گویا جو شاخ انس و راحت کا گل اور لطف و ملاحت کا نقش نگیں تھا، اپنی سنبل نافتہ یعنی چمکیلی زلف سے عاشق دل خستہ کے سر اور پاؤں باندھتا تھا۔ اپنے نیم خواب نرگس یعنی ادھ کھلی آنکھ سے سوئے ہوئے فتنہ کو بیدار کرتا تھا۔ شیریں پستہ اور نوشیں چشمہ یعنی خوش ذائقہ اور شیریں لبوں سے آب حیات یا امرت جل بخشتا تھا۔ لعل مے گسار یعنی شرابی مست اور شکر بار عقیق یعنی ہونٹ سے جان کو خوراک فراہم کرتا تھا۔

نور افزا رخسار سے آنکھ کو نور اور دل کو سرور بخشتا تھا۔ اپنے جمال شہر آرا سے روح کو راحت و آرام کا شربت پیش کرتا تھا۔ اپنے آتشیں چہرے کو گل و گلنار کے عرق سے دھوتا تھا۔ سمن جیسے خط کو کبھی دودھ اور شراب سے گوندھتا تھا۔ اس کے زیب و زینت و لطافت و نزاکت کے گھوڑے کا حملہ عقل و ایمان کے قافلوں کی راہ زنی کرتا تھا۔ اس کے حسن و ملاحت کا سلطان صبر و قرار کا خرمن لوٹتا تھا۔ زہرہ اس کے سلسلہ زلف کے رشک میں اپنا آلہ طرب یعنی مزاسیر توڑتا تھا۔ آفتاب اس ماہ رو محبوب کی غیرت سے اپنا چہرہ خون دیدہ سے دھوتا تھا۔ آنکھ اس کے دل کشا نغمے اور جان افزا آواز سے کان پر حسد کرتی تھی۔ کان اس کے ہر ایک گل دیدار اور مل رخسار (دیدار کا پھول اور رخسار کی شراب) سے آنکھ پر غصہ گرمی کا اظہار کرتا تھا۔ بلکہ آنکھ سیکڑوں دل سے اس کے چہرے اور زلف پر گرویدہ اور اس کے چشم ابرو پر شیفتہ ہوگئی تھی۔ کان ہزاروں جان سے اس کے رود باجا کے مضراب اور اس کے سرود و نغمہ کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ اپنی روح افزا لحن اور خوش آوازی سے جمادات کو ذرہ کی طرح رقصاں کر دیتا تھا۔ اس کے دلکشا نغمے سے بلبل شاخ گل سے پھول گراتی تھی۔ چنگ کی آواز سے سنگ خارا کی آنکھ سے خون کی بارش کراتا تھا۔ مضراب کی چوٹ سے فولاد کے گرم دل کو نرم کرتا تھا۔ اوتاو (میخ مراد آلہ موسیقی) کی تحریک سے صبر و قرار کے خاندان

کوندر آتش کرتا تھا۔کبھی مزامیر کی چوٹ سے آئینہ ضمیر کا زنگ دور کرتا اور کبھی رومی بانسری کے نالہ سے لوہے کو پگھلاتا۔مجلس کے ندیم، جو کان خرد و مکان ہنر ہیں اور تمام افاضل کی جماعت کے درمیان عین فضل ہے اور ان کے اخلاق کا پودا چمن اختصاص (مخصوص شاہی توجہ) میں پروان چڑھ رہا تھا۔ ہر ایک کی بلندیوں کا سرو کسبی اور نسبی شرافت و کرامت سے آراستہ تھا۔شاہ کا جشن منانے کے لیے یہ سب اس طرح اکٹھے ہوئے جس طرح چاند کے گرد ستارے اکٹھے ہوتے ہیں۔ نظم لطیف اور نثر بدیع (عمدہ نثر) کے ذریعہ مجلس پر در و گوہر نچھاور کرتے تھے۔شیریں الفاظ اور حسین عبارت سے دل کو جیتتے اور قالب کو روح عطا کرتے تھے۔مختلف قسم کے موضوعات میں، جس میں تمام فضائل آداب جمع ہو گئے تھے اور جو مکارم اخلاق کی ایک فہرست کی حیثیت رکھتے تھے،اس کے ہر نکتے کو عطارد چاندی کے قلم اور آب زر سے چہرہ خورشید کے بیاض اور ناہید کے صفحے پر لکھتا تھا۔بندہ نواز بادشاہ نے جو انواع و اقسام کے ہنر میں دنیا کے جہانداروں سے گوئے کمال لے گیا تھا ، اور جہانداری کے آداب واطوار کے باب میں دنیا والوں کو اپنی لیاقت وصلاحیت اور قدرت وتوانائی کے دلائل دکھا چکا تھا،مجلس بزم سے اٹھ کر صید وشکار کی خواہش کی۔ ماہ جیسی رفتار اور ہلال جیسے نعل والے گھوڑے پر اس طرح سوار ہوا جس طرح خورشید شیر فلک پر سوار ہوتا ہے۔اس کا گھوڑا، جو چلنے میں ابر وشہاب کی طرح اور جست لگانے میں برق و باد کی طرح تھا،بساط خاک طے کر رہا تھا اور اپنی دوڑ کی آگ میں گرد وغبار کو بسیط خاک سے محیط افلاک پر پہنچا رہا تھا،شمالی ہوا کا براق،اس کی دوڑ اور تیز رفتاری کی وجہ سے پانی کی طرح ندامت کے پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔باد صبا کا دُلدُل اس کی رفتار پر رشک کر کے اپنے سر پر دھول اڑا رہا تھا اور تیز لگام باد دبور یعنی پچھمی ہوا اور تیز رفتار باد جنوب یعنی جنوبی ہوا ،کی آبروریزی کر رہا تھا۔تیز رفتار آندھی اور آتش پا نکبا (چوطرفی ہوا) کی وجہ سے ہاتھ منھ تک لے جاتی تھی۔زرہ پوش باز نے جنگجوؤں کی طرح کینہ وعداوت کا جوشن پہن رکھا تھا اور مروارید کے رنگ کی کڑیاں اپنے سیمیں جسم پر بنا رہا تھا۔ہاتھی دانت اور ساکھو کے برادے سے زنجیروں کے پروبال باندھے تھے۔طرہ شب کی سیاہی کو دن کے عارض کی سفیدی میں ملا دیا تھا۔محلب (خوشبودار درخت) اور سینے سے کہربا کا رنگ اور دیبا یعنی ریشم کا نقش نمایاں کرتا تھا۔آنکھ اور جسم سے زرگداختہ (پگھلا ہوا سونا) اور سیم

سوختہ (جلی ہوئی چاندی) کا نقش نمایاں کرتا۔ آتش جیسی سرعت کی وجہ سے بادل کی طرح پستی سے بلندی پر جاتا۔ پرواز میں نسر طائر یعنی گدھ کا ہمراز ہوتا۔ تیز پرواز پرندہ کو ہوا کی بلندی سے خاک کے نشیمن میں لے آتا۔ منقار یعنی چونچ اور مخلب یعنی پنجے کو چکور کے خون سے آلودہ کرتا۔ دیناری مہروں کے نیچے عنبریں خط ظاہر کرتا، زعفرانی پیکر پر مشکیں اور سیاہ تل ظاہر کرتا۔ سرعت حرکت میں ہوا کی طرح صحن خاک سے گزرتا۔ فراز و نشیب میں آگ و پانی کی طرح دوڑ لگاتا۔ سبزہ زار میں شیر کی طرح اور پہاڑوں پر چیتا کی طرح حملے کرتا۔ شکار کی سرین اور سینے پر زعفران ملتا، اپنے چرغ (شکاری پرندہ) جیسے ناخن کی نوک سے شکار کی آنکھ کو موتی کی طرح پروتا۔ دانت کے نشتر پلارک (دندانے) سے ہرن کی رگ جان پر وار کرتا۔ زریں اور سنہری کلائی و پنجے کو آلات جنگ کی طرح خون سے دھوتا۔ نگاریں یعنی رنگ آمیز پر و بال کو عرق بقم (سرخ رنگ کی ایک لکڑی جسے رنگریز استعمال کرتے ہیں) سے رنگین کرتا۔ لعل فام یعنی سرخ انیاب (سرخ نکیلے دانت) سے نار کفتہ کی طرح انار دانے سے بھرتا اور خون سے ترنج (چکوترہ لیموں) کے دو پھانک کی طرح سرخ رنگ سے بھر دیتا۔ گل و گلنار کے کانٹوں پر چھڑکتا۔ پتھر اور دیگ پر زردوزی کی صنعت دکھاتا۔ شکارگاہ کی خاک کو آگ اور روئین (پیتل کے برتن) کے رنگ میں رنگتا تھا۔

شکاری کتا دوڑ میں ابر و باد سے بھی بازی لے جاتا۔ اپنے پنجے کے زخم سے بجلی کا سا کام کرتا۔ نکیلے دانتوں کی نیش سے شکار کی شہ رگ کھول دیتا۔ دشمنوں کی خون سے ان کے منہ کو پان کی طرح سرخ کر دیتا۔ شکارگاہ کے صحن پر پگھلا ہوا عقیق پتھر بہاتا۔ سبز گھاس وغیرہ کے وسمہ رنگ (نیل کے پتے جس سے خضاب تیار کیا جاتا ہے) نیلے رنگ کے رخ کو گلگونہ (غازہ یا اپٹن) سے رنگتا تھا۔ گویا اس کے دانتوں میں موت کا تیر مخفی کر دیا تھا اور اس کے پنجے میں فنا کا ہتھیار اور خنجر بلا چھپا دیا تھا۔ شاہ جہاں نے جس کی دربانی اور پہرہ داری کا کام خسرو سیارگان کو زیب دیتا ہے۔ نقارچی یا نوبت زن آسمان اس کے بلند و بالا محل اور ایوان کو سزاوار ہے، برق صفت براق پر زین ڈالا اور باگ ماہ منیر اور زہرہ جبیں ہلال یعنی گھوڑے کے حوالے کیا، اور شکار کا تعاقب کرنے لگا، اس کا آتش گہر بیقرار گھوڑا ہوا اور پانی کی طرح عرصہ خاک پر دوڑ رہا تھا۔ اس کا راہ پیما اور بادپا گھوڑا ستارے کو زخمی کر کے منہ میں ہڑپ رہا تھا۔ کبھی اس کا افعی پیچاں (کنڈلی

مارا ہوا سیاہ سانپ) قضائے مبرم کی طرح ببر اور شیر کی طرح لپکتا تھا۔ کبھی اس کا جان لیوا گھڑیال بے درنگ تقدیر کی طرح چیتے پر حملے کا ارادہ کرتا۔ بادشاہ کی تلوار کے خوف سے شیر نر مادہ لومڑی کی طرح عاجز و بے بس ہو گیا تھا۔ شیر چرخ شیر علم کی طرح ہوا سے کانپنے لگا تھا۔ پہاڑ چیتے کے حق میں اور جنگل شیر کے حق میں قید خانہ ہو گیا تھا۔ دہاڑنے والا شیر عقاب تیر سے اڑنے والے سانپ کی طرح دہاڑنے والے شیر اور پرندے کی طرح پر و بال کھولتا۔ پرندوں کے پر و بال شیروں کے پر و بال کی طرح بسدین یعنی انتہائی سرخ رنگ کے ہو گئے۔ بادپا گھوڑوں کے نعل نے خشمناک شیر کے دل سے لعل بدخشاں کا رنگ اختیار کر لیا۔ خون کے دریا میں جنگل کے شیر نے مرغابی کی طرح غوطہ لگایا۔ شیر کا منہ نکیلے تیز دانتوں کی وجہ سے خنجر اور تلوار کا غلاف بن گیا۔ اس کے پنجوں نے خونریز ناخنوں کی وجہ سے تیز ہنسیا کی خصوصیت حاصل کر لیے۔

اس کی درفشاں (موتی بکھیرنے والی آنکھیں دو چشمہ خون کی طرح ایسی ہیں گویا یاقوت احمر (سرخ قیمتی پتھر) کو مینائے اصفر یعنی پیلے گلاس میں رکھ دیے ہوں۔ عقیق یعنی سرخ پتھر کو کہربا (ایک قسم کا زرد گوند، مراد زرد رنگ ہے) میں اور لعل (سرخ پتھر) کو زر یعنی سونے میں ملا کر ایسے لگ رہے ہیں جیسے دو چنگاریاں زراندود گنبد سے چمک رہی ہوں اور شنبلید (پیاز کی طرح کا ایک پودا) کے ڈھیر اور خرمن گل زرد پر جو لالہ پھول کی طرح لگ رہے تھے اور اس کی دم ایسی لگ رہی تھی جیسے اژدہا زعفران کی پشت پر حلقہ کیے ہوئے ہوں اور سنہرے چوگان یعنی بلے کی طرح ٹیلے کے اوپر زرنیخ (گندھک اور ارسنک کو ملا کر رنگ سرخ یا زرد یا سفید بناتے ہیں) یعنی مختلف رنگوں کی نمائش کی ہو، جو اپنی کڑک اور برق جیسی آواز سے کینہ و عداوت کی آگ بھڑکاتی۔
کبھی بجلی جیسے حملہ سے قضا و قدر کی صولت و دبدبے کا اظہار کرتا۔ بادشاہ، جس کے تیر تارک شگاف یعنی پیشانی کو شگاف کرنے والے تیر کے زخم سے داؤدی زرہ مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہو جاتا، جس کے پہاڑ میں پیوست کر جانے والے بھالے کی بدولت پہاڑ کی کمر پرنیاں کپڑے کی طرح ناتواں ہو جاتی، جو کمان کے ہلال سے شہاب ثاقب کی طرح جان لیوا عقاب کو اڑا دیتا، جو کمند کے خم و پیچ میں بھیڑیا اور ہنڈار کو ایک ہی اصطبل میں اکٹھا کر دیتا، جو تیر کے وار سے ہرن کی سینگ کو گوزن (بارہ سنگھا) کی سینگ کے ہمراہ کر دیتا، جس کا دل دوز بیلک (دل کو سی دینے والا

دوشاخہ تیر) پرندوں کے جسم سے شہ رگ کھول دیتا اور وحشی جانوروں کے سینے اور آنکھ کو ترکش اور آماجگاہ یعنی نشانہ بناتا، جس کا زہر آلود پیکان نرسور کے جگر سے راز کی بات کہتا اور شکار کے غلاف چشم میں اس طرح راستہ تلاش کرتا جس طرح حلقہ انگشتری میں راستہ ڈھونڈتا ہے، جس کے دوشاخہ تیر کی نوک شکار کی سینگ پر اس طرح گزر جاتی جس طرح سوئی ریشمی کپڑے کے تار سے گزر جاتی ہے اور بھیڑیا کے جوشن یعنی زرہ پر اس طرح گزر جاتی جس طرح سوئی سمن پھول کی پتی سے گذر جاتی ہے، شکار کے دل میں اس طرح پیوست ہو جاتی جس طرح سوئی کپڑے میں نہاں ہو جاتی ہے، اندھے کی آنکھ میں اس طرح گڑتی جس طرح دھاگے کا تار سوئی کی آنکھ میں گھستا ہے، شیر کی آنکھ میں اہداب (پلکوں) کی سوئیوں کی طرح صف زنی کرتی اور سوئی کی طرح تیر سے گوزن یعنی بارہ سنگھے کے سرین کو بھی ڈالتی، فصاد یعنی نشتر لگانے والے کے نیش کی طرح شکاری کی رگ جان کاٹنے میں سوئی کی طرح اسے تیز کرتی گویا ببر اور شیر کی آنکھ باریک تیر کے زخم سے سوئی کے غلاف میں بدل گئی ہے۔ جنگلی گدھے اور ہرن کے کھر پیکان کی نوک سے لوہے کی تیر کی سوئی سے آمیختہ کر دیا ہے۔ سواروں کے تیر نشانہ میں ایک تیر بھی زمین پر نہیں گرا (ہر تیر نشانے پر لگا)، گورخر کی پشت اور ہرن کا سرین عقاب کے پر میں چھپ گئے۔ فضا کی بلندی اور صحرا کا صحن پرند وچرند سے خالی ہو گیا۔ شکارگاہ کی خاک شکار کے خون سے گندھ گئی۔ شکار کے میدان کو عنابی فرش اور ارغوانی بساط حاصل ہوا۔ کوہ ودشت نے طبرخون (ایک قسم کا بید جسے سرخ بید کہتے ہیں) کا رنگ اور ہرمان (مصر کے انتہائی قدیم دوسنگی گنبد) کا روپ اختیار کر لیا۔ پتھر اور ریت لعل بدخشانی اور یاقوت رمانی کے رنگ میں رنگ گیا۔ خار وخارہ (کانٹے اور پتھر) آب روئین (ایک دھات کا نام) اور دار پرنیاں (ریشمی کپڑے) سے ڈھل گئے۔ دوسرے دن حکومت کے غلاموں نے میدان چوگان میں چوگان بازی) گھوڑے پر چڑھ کر گیند کا کھیل، پولو) کا عزم کیا۔ تیز ررفتار گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ فضا کا چہرہ تیز رفتار گھوڑوں کی گرد وغبار سے آراستہ ہوا اور خوشبو سے بس گیا۔ سطح زمین دوڑ لگانے والے گھوڑوں کے نعل سے چاند اور ہلال کی شکل اختیار کر گئی۔

غازی شہریار (بادشاہ) فلکی گیند کو چوگان کے خم وپیچ میں ڈال رہا تھا۔ تیز رفتار عربی گھوڑا عرصہ خاک پر دوڑا رہا تھا۔ بادشاہ کا جنگی خنگ (سفید بالوں والا گھوڑا) تیز رفتاری میں فلک

کے سبز گھوڑے سے آگے بڑھ رہا تھا اور سبک روی میں دن کے اشہب (سفید گھوڑا) اور رات کے ادہم (سیاہ گھوڑے) پر سبقت لے جا رہا تھا۔ اس کا آندھی نژاد زردہ (زرد رنگ کا گھوڑا) جو آندھی طوفان کی طرح چلنے والا ہے، برق سے بھی بازی لے جا رہا تھا۔ تگ و دو کی حرارت کی بدولت پسینہ کے دریا میں ڈوب رہا تھا یا پسینہ سے شرابور ہو رہا تھا۔ اس کا تیز رفتار رخش گھوڑا ایک ہی جست میں اپنا پاؤں مشرق سے مغرب میں رکھتا اور کبھی اس کا آتش گہر بادل جیسا گھوڑا ایک ہی جست میں اپنی جگہ سے چل کر ناہید کے لب سے راز کی بات کہتا، عطارد وان یکادالذین کفروا لیزلقونک بابصارهم۔ قریب ہے کہ کافر تجھے اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ چاند کی پیشانی پر لکھتا تھا۔ لالی مآثر (قابل فخر باتوں کے موتی) کے پرونے والوں اور مقامات ہمایونی کی مالاؤں کے بکھیرنے والوں نے، خدا کرے سدا پروئے رہیں اور ختم ہونے سے محفوظ رہیں، امید کا رخ آسمان رفعت شاہ کی درگاہ کی طرف کیا، جس کے خورشید اثر ہاتھ کے سامنے شائگان کے خزانے اور دنیا کے دفینوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ سلیمان جاہ بادشاہ کے انواع واقسام کی مدح وستائش کو حصول مراد کی انگوٹھی کا نقش نگین بنایا۔ عروس طبع کو دولت قاہرہ کی مدح وثنا کے زر وجواہرات سے آراستہ کیا۔ اس کے کان اور گردن کو روشن دنوں کی دعاؤں کے گوشوارہ اور طوق سے زینت بخشی۔ مبارک تخت، اللہ اسے برکتوں اور سعادتوں سے محفوظ کرے اور مزید بلندیوں شرافتوں سے مخصوص کرے، کے سامنے آئے اور خدمت کی بجا آوری کی رسم کے طور پر تر وتازہ پھول اور پھل اس کی ارم صفت مجلس میں تحفے کے طور پر پیش کئے۔ اگر اس نے قبول کی آبرو اور التفات کی ہوا کا لطف پایا اور اس کے مطالعے سے بادشاہ کی عقل عزیزی، جو پتھر میں آتش کے مانند ہے، اکتسابی اور تجرباتی عقل کے تیر سے، جسے القاح العقول (عقل کو بار آور کرانے والی) کہا گیا ہے مدد لے، ان کلمات کے انوکھے اور نفیس اصول سے، جس کو بادشاہ کی مبارک فطرت میں اللہ نے ودیعت کے طور پر رکھا ہے۔ آگاہی کا شرف واعزاز حاصل کرے۔ اس کی نظر کامل عمدہ اور نفیس قسم کے امثال وحکم اور بہترین اور تر وتازہ شعری ونثری جواہرات پر مرکوز ہو۔ مآثر ومفاخر کے آثار کان سے سننے کی زحمت اور اس کی منت اٹھائے بغیر آنکھوں سے مشاہدہ کرے۔ اس کے گوش ہوش میں تحقیق اور اس تاریخ (تاریخ تاج المآثر) کا، جو شاعروں اور فصیح وبلیغ حضرات کے نتائج فکر کا باغ اور فضلا وفصحا کی بصیرت افروز باتوں کی نزہت گاہ ہے، ان سخنوران دہر اور استادان عصر کی تصانیف سے جو قدرت بیان کی

سواری پر سوار ہوئے ہیں اور بلاغت و براعت کے میدان میں گوئے کمال دنیا والوں سے اچک لے گئے ہیں، موازنہ کیا جائے۔ بادشاہ کی رائے عالی، اللہ اسے اور چمکائے، جو حاکم عدل شاہد صدق، ناقد بصیر اور عالم خبیر ہے، انصاف کرے کہ ان کلمات کی ڈبیوں میں جو موتی رکھے ہوئے ہیں اور جواس کتاب کے سیاق کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں، یعنی الفاظ کے عمدہ موتی، نفیس ولطیف معانی، انوکھی تشبیہات، نادر استعارات، جن کی مثالیں، جب تک قلم بلاغت جاری ہے اور زبان فصاحت گویا ہے، اگلے پچھلے مصنفوں کی کسی تالیف وتصنیف میں ایام ولیالی کے پے در پے اور شہور وسنین کی پیہم آمد پر ایسا عام فہم اور خواص پسند کلام دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔ ایک پاکیزہ صاحب ذوق شخص کے خانہ طبع کے نقش ونگار میں اس طرح کے ایک زہرہ رخ معشوق نے بھی حسین وجمیل لباس زیب تن نہیں کیا۔ ایک لطیف طبع شخص کے انوکھے افکار وخیالات میں ایسا حسین وجمیل چہرہ عرصہ گاہ وجود پر رونما نہیں ہوا۔ گلبن امید کا بلبل غنچہ کی طرح گانے کے لیے غنچہ دہن کھولتا ہے، شاخ آرزو کی طوطی سوسن کی طرح اپنی زبان عہد و پیمان سے آراستہ کرتی ہے کہ تھوڑی ہی مدت میں یہ مجموعہ دنیا والوں کی نگاہ میں مطلوب ومحبوب ہو جائے اور مشہور مقامات اور مآثر کا چرچا ساری روئے زمین پر پھیل جائے۔

اقبال کی تلقین اور قسمت کی تعلیم سے دولت قاہرہ، خدا کرے سدا پختہ ومضبوط رہیں، کے باقی کارنامے بھی، شروع ہوئے، اور اسی نظم وترتیب پر جس کی فضیلت ومزیت شاہانہ رائے اور ملوکانہ عقل پر پوشیدہ نہیں رہی ہے، انجام پذیر ہوئے۔ خدا کرے سخن آرائی کا نظام پہلی ترتیب اور نسبت سے بے تعلق نہ ہو، کوئی تاویل ناظر کی نظر میں پراگندہ دکھائی نہ دے، کیسہ صبر تعریف وتحسین اور دعائے خیر کی باتوں سے بھری رہے، اور حقہ خاطر (دل کی صندوقچی) مدح وثنا کے یاقوت سے پر ہو، عبارت کا پودا معانی کے پھولوں سے تروتازہ رہے، درخت لطف گویائی ثمرہ الفاظ سے باردار ہو۔

خداوند عالم، سلطان اعظم، سکندر زمانی، بادشاہ روئے زمین، سایہ یزداں، وارث ملک سلیماں، اللہ اس کی قدر بڑھائے اور اس کے اقتدار کو برقرار رکھے، کے شاہوات شمائل وخصائل کا یہ ایک شمہ اور اس کے بے شمار فضائل کا یہ ایک گوشہ ہے جس کی بدایت وآغاز کے ادراک سے مرغ تیز فہم قاصر ہے اور شمار کرنے والی عقل اس کے شمار کرنے سے عاجز ہے۔

☆☆☆

تاج المآثر ہندوستانی قرون وسطیٰ کے ابتدائی دور کا ایک بہترین تاریخی ماخذ ہے جس میں سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان التمش کے دور کے تاریخی واقعات درج ہیں۔ ہندوستان میں فارسی تاریخ نویسی کا سلسلہ سلاطین دہلی کی حکومت کے دور سے شروع ہوا۔ طبقات ناصری، تاج المآثر، خزائن الفتوح، تاریخ فیروز شاہی، فتوح السلاطین، تاریخ مبارک شاہی، فتوحات فیروز شاہی وغیرہ جیسی اہم کتابیں اسی دور میں لکھی گئیں۔ اس کتاب کا اسلوب نہایت مشکل اور تکلف سے بھرا ہوا ہے لیکن تاریخی واقعات کے بیان کی دیانتدارانہ کوشش بالعموم ملتی ہے۔ اس کا مؤلف تاج الدین حسن بن نظامی نیشاپور میں پیدا ہوا۔ اس نے 602ھ مطابق 1205ء میں تاج المآثر لکھنی شروع کی۔ وہ اپنے ولی نعمت سلطان قطب الدین ایبک کی رعایا پروری کا بہت قائل ہے اور اس کی تاریخ نگاری کے اسلوب کو بھی خلیق احمد نظامی تاریخی سے زیادہ ادبی بتاتے ہیں اس کے باوجود تاج المآثر کو قرون وسطیٰ کے اولین دور کی تمدنی، تہذیبی اور سماجی زندگی کی پیش کش میں کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ تاج المآثر کو فارسی کے جید عالم پروفیسر امیر حسن عابدی نے ایڈٹ کر کے خانہ فرہنگ ایران، نئی دہلی سے شائع کیا تھا۔ اسی کا اردو ترجمہ سید احسن الظفر نے کیا ہے۔ سید احسن الظفر فارسی زبان و ادب کی تدریس سے وابستہ ہیں اور ان کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

ISBN 978-93-5160-169-2

فروغ اردو بھون
NCPUL
New Delhi

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون ایف سی، 33/9
انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولا، نئی دہلی-110025

قیمت -/145 روپئے